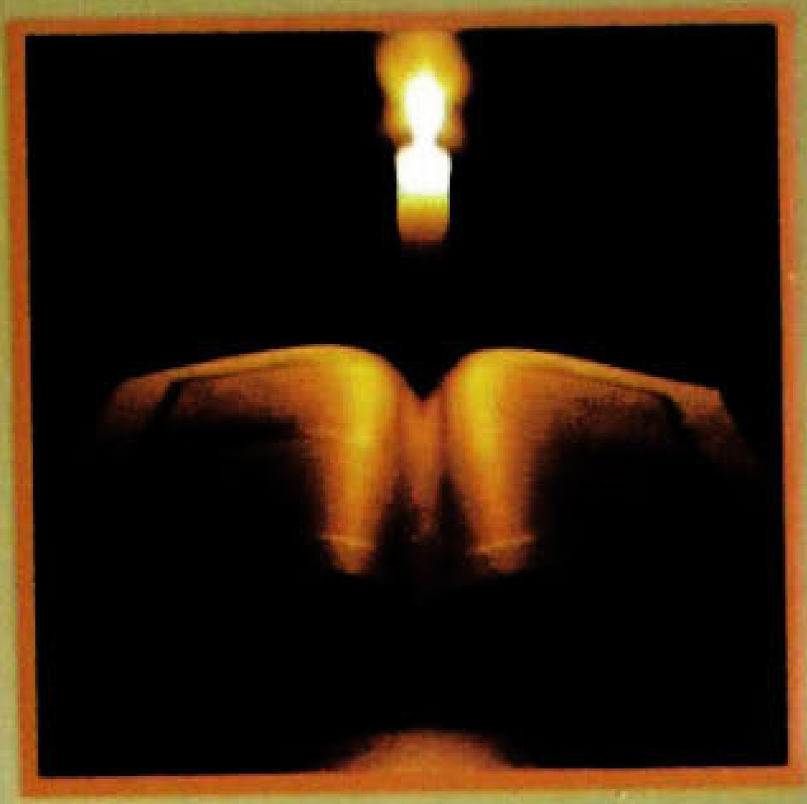

جدید اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن

قواعد التفسیر

فہمِ تفسیر کے متعلق ہزاروں اوراق کے مطالعہ کے بعد
۱۶۶ اہم قواعد پر مشتمل اہلِ علم کیلئے نایاب تحفہ

تالیف مولانا محمد نعمان

فاضل جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ یوسف بنوری ٹاؤن کراچی
استاد جامعہ انوار العلوم، مہران ٹاؤن، کورنگی کراچی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

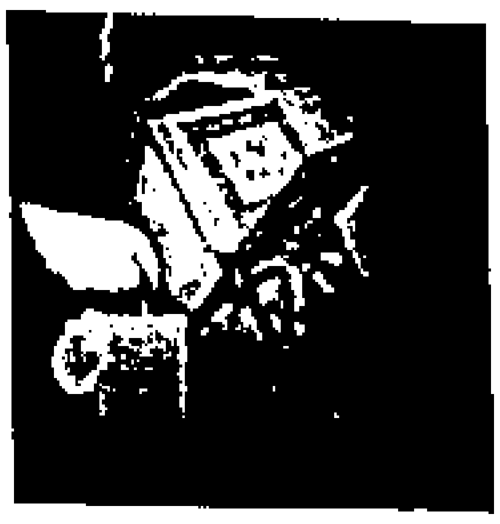

جدید اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن

قواعد التفسیر

فہم تفسیر کے متعلق ہزاروں اوراق کے مطالعہ کے بعد
۱۶۶ اہم قواعد پر مشتمل اہل علم کیلئے نایاب تحفہ

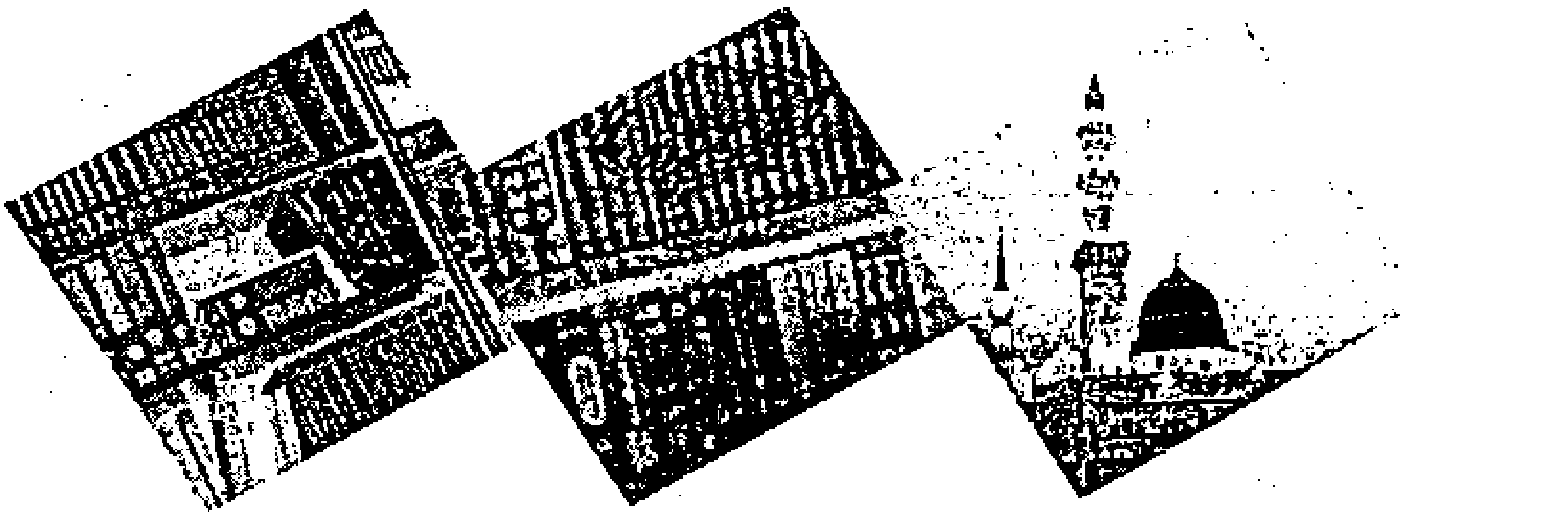

تالیف
مولانا محمد نعمان
فاضل جامعہ علوم اسلامیہ علامہ یوسف بنوری ٹاؤن کراچی
استاذ جامعہ انوار العلوم مہران ٹاؤن کورنگی کراچی

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر و مصنف محفوظ ہیں

★ نام کتاب قواعد التفسیر

★ تالیف .... مولانا محمد نعمان
0332-2557675

★ ناشر........ دار الناشر

★ اہتمام........ مولانا طارق محمود صاحب

★ سن اشاعت........ یکم رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ بمطابق ۳۰ جون ۲۰۱۴

ملنے کے پتے

سرحد میں ملنے کا پتہ

مولانا ظہور صاحب جامعہ سراج الاسلام
محلہ نیو اسلام آباد پار ہوتی، مردان، 0334-8414660
0313-1991422, 0300-5886491

☆ ادارہ العلم ریاض سوک سنٹر نوشہرہ ☆ ادارۃ النور بنوری ٹاؤن کراچی

☆ کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی ☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور ☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

☆ اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی ☆ مکتبہ القرآن بنوری ٹاؤن کراچی

☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی ☆ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

☆ ادارۃ الرشید بنوری ٹاؤن کراچی ☆ مکتبہ رشیدہ اکوڑہ خٹک

☆ مکتبہ رحمانیہ قصہ خوانی پشاور ☆ مکتبہ لدھیانوی بنوری ٹاؤن کراچی

☆ نیازی کتب خانہ اکوڑہ خٹک ☆ مکتبہ امام محمد بنوری ٹاؤن کراچی

Marfat.com

فہرست

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۴۵	انتساب	۱
۴۶	تبصرہ	۲
۴۷	عرضِ مؤلف	۳
۴۹	مقدمہ	۴
۵۲	علمِ تفسیر کی تدوین	۵
۵۴	اولین تفسیر	۶
۵۸	تدوینِ اصولِ تفسیر	۷
۶۲	**پہلا ماخذ: کتاب اللہ**	۸
۶۲	پہلی قسم: بیان المجمل	۹
۶۳	دوسری قسم: تقیید مطلق	۱۰
۶۴	تیسری قسم: تخصیص عام	۱۱
۶۴	چوتھی قسم: بیان بالمنطوق أو بالمفهوم	۱۲
۶۶	پانچویں قسم: تفسیر اللفظ باللفظ	۱۳
۶۷	چھٹی قسم: تفسیر المعنی بالمعنی	۱۴
۶۸	ساتویں قسم: تفسیر الأسلوب بالأسلوب	۱۵

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۶	متعدی بیک مفعول کی مثال	۷۱
۱۷	متعدی بدو مفعول کی مثال	۷۲
۱۸	ظرفِ زمانی کی مثال	۷۲
۱۹	ظرفِ مکانی کی مثال	۷۳
۲۰	امر کی مثال	۷۴
۲۱	نہی کی مثال	۷۴
۲۲	شرط کی مثال	۷۵
۲۳	آٹھویں قسم: تفسير الموجز بالمفصل	۷۶
۲۴	نویں قسم: جمع القراء ات الصحيحة	۷۷
۲۵	دوسرا ماخذ: حدیث	۷۷
۲۶	أحوال السنة مع القرآن	۸۲
۲۷	تیسرا ماخذ: اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم	۸۳
۲۸	پہلا مصدر: قرآنِ کریم	۸۴
۲۹	دوسرا مصدر: سنتِ نبویہ	۸۴
۳۰	تیسرا مصدر: لغت	۸۶
۳۱	چوتھا مصدر: نقل عن أهل الكتاب	۸۷
۳۲	پانچواں مصدر: فہم واجتہاد	۸۸
۳۳	چھٹا مصدر: أخذ عن الصحابي	۸۸
۳۴	ساتواں مصدر: تفسیر بالأحوال	۸۹
۳۵	صحابہ کے طرقِ تفسیر	۹۰

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۶	**چوتھا ماخذ: اقوالِ تابعین**	۹۰
۳۷	پہلا مصدر: قرآن	۹۰
۳۸	دوسرا مصدر: سنتِ نبویہ	۹۱
۳۹	تیسرا مصدر: اقوالِ صحابہ	۹۲
۴۰	چوتھا مصدر: اخذ عن التابعی	۹۲
۴۱	پانچواں مصدر: لغت	۹۳
۴۲	چھٹا مصدر: اخذ عن أهل الكتاب	۹۳
۴۳	ساتوں مصدر: فہم واجتہاد	۹۳
۴۴	آٹھواں مصدر: احوال ووقائع کا علم	۹۴
۴۵	تابعین کی تفسیروں کی صورتیں	۹۵
۴۶	**پانچوں ماخذ: لغتِ عرب**	۹۵
۴۷	**چھٹا ماخذ: عقلِ سلیم**	۹۶
۴۸	ماخذ تفسیر میں عقلِ سلیم کی حیثیت	۹۶
۴۹	تفسیر بالرائے کی حقیقت اور اس کا حکم	۹۸
۵۰	تفسیر بالرائے کی صورتیں	۹۹
۵۱	قاعدے کی لغوی تعریف	۱۰۰
۵۲	قاعدے کی اصطلاحی تعریف	۱۰۰
۵۳	تفسیر کی لغوی تعریف	۱۰۱
۵۴	تفسیر کی اصطلاحی تعریف	۱۰۱
۵۵	قواعد التفسیر کی تعریف	۱۰۲

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
٥٦	موضوع	١٠٣
٥٧	غرض وغایت	١٠٣
٥٨	استمداد	١٠٣
٥٩	شرف وفضیلت	١٠٣
٦٠	باعتبارِ موضوع	١٠٣
٦١	باعتبارِ مقصود	١٠٣
٦٢	باعتبارِ ضرورت	١٠٤
٦٣	چند فروق	١٠٤
٦٤	قاعدہ اور ضابطہ کا فرق	١٠٤
٦٥	قواعد التفسیر اور علوم القرآن کا فرق	١٠٤
٦٦	تفسیر اور قواعد التفسیر کا فرق	١٠٥
٦٧	تفسیر اور تاویل کا فرق	١٠٥
٦٨	شانِ نزول	١٠٦
٦٩	شانِ نزول کی تعریف	١٠٧
٧٠	شانِ نزول کی اہمیت	١٠٨
٧١	شانِ نزول کے فوائد	١٠٨
٧٢	اسبابِ نزول اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ	١١٣
	الف	
قاعدہ نمبر ١	اَلْاَصْلُ عَدَمُ تَكَرُّرِ النُّزُوْلِ۔	١١٥
قاعدہ نمبر ٢	اَلْاَمْرُ الْوَارِدُ بَعْدَ الْحَظْرِ يَعُوْدُ حُكْمُه اِلٰى حُكْمِهٖ قَبْلَ الْحَظْرِ۔	١١٩

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
قاعدہ نمبر ۳	إِذَا اتَّحدَا الشَّرْطُ وَالْجزَاءُ لَفظًا دَلَّ عَلَى الْفَخَامَةِ۔	۱۲۰
قاعدہ نمبر ۴	إِذَا تَعَدَّدَتِ الْمَرْوِيَّاتُ فِيْ سَبَبِ النُّزُوْلِ نُظِرَ إِلَى الثُّبُوْتِ، فَاقْتُصِرَ عَلَى الصَّحِيْحِ ثُمَّ الْعِبَارَةُ، فَاقْتُصِرَ عَلَى الصَّرِيْحِ، فَإِنْ تَقَارَبَ الزَّمَانُ حُمِلَ عَلَى الْجَمِيْعِ، وَ إِنْ تَبَاعَدَ حُكِمَ بِتَكْرَارِ النُّزُوْلِ أَوِ التَّرْجِيْحِ۔	۱۲۲
قاعدہ نمبر ۵	إِذَا اجْتَمَعَ فِي الضَّمَائِرِ مُرَاعَاةُ اللَّفْظِ وَالْمَعْنَى بُدِءَ بِاللَّفْظِ ثُمَّ بِالْمَعْنَى۔	۱۳۳
قاعدہ نمبر ۶	كُلَّمَا أَخْبَرَ اللّٰهُ بِلَفْظِ كَيْفَ عَنْ نَفْسِهِ فَهُوَ اسْتِخْبَارٌ عَلَى طَرِيْقِ التَّنْبِيْهِ لِلْمُخَاطَبِ أَوِ التَّوْبِيْخِ۔	۱۳۵
قاعدہ نمبر ۷	إِذَا اسْتُدِلَّ بِالْفِعْلِ لِشَيْئَيْنِ وَ هُوَ فِي الْحَقِيْقَةِ لِأَحَدِهِمَا يُقَدَّرُ لِلْآخَرِ فِعْلٌ يُنَاسِبُهُ عَلَى الْأَصَحِّ۔	۱۳۶
قاعدہ نمبر ۸	إِذَا تَعَاقَبَتِ الضَّمَائِرُ فَالْأَصْلُ أَنْ يَتَّحِدَ مَرْجِعُهَا۔	۱۳۷
قاعدہ نمبر ۹	إِذَا تَعَدَّدَتِ الْجُمَلُ وَ جَاءَ بَعْدَهَا ضَمِيْرُ جَمْعٍ فَهُوَ رَاجِعٌ إِلَى جَمِيْعِهَا فَإِنْ كَانَ مُفْرَدًا اُخْتُصَّ بِالْأَخِيْرَةِ۔	۱۳۹
قاعدہ نمبر ۱۰	إِذَا جَاءَتْ "مِنْ" قَبْلَ الْمُبْتَدَاءِ أَوِ الْفَاعِلِ أَوِ الْمَفْعُوْلِ فَهِيَ لِتَاكِيْدِ النَّفْيِ وَ زِيَادَةِ التَّنْكِيْرِ وَالتَّنْصِيْصِ فِي الْعُمُوْمِ۔	۱۴۱
قاعدہ نمبر ۱۱	إِذَا جَاءَ ذِكْرُ الطَّيِّبَاتِ فِيْ مَعْرِضِ الْإِنْعَامِ فَالْمُرَادُ الْمُسْتَلَذَّاتُ وَ إِذَا جَاءَ فِيْ مَعْرِضِ التَّحْلِيْلِ وَ التَّحْرِيْمِ فَالْمُرَادُ الْحَلَالُ وَ الْحَرَامُ۔	۱۴۳
قاعدہ نمبر ۱۲	إِذَا اخْتَلَفَتِ الْأَلْفَاظُ وَكَانَ مَرْجِعُهَا إِلَى أَمْرٍ وَاحِدٍ لَمْ يُوجِبْ ذٰلِكَ اخْتِلَافًا۔	۱۴۷

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
قاعدہ نمبر ۱۳	إِذَا دَخَلَ حَرْفُ الْاِسْتِفْهَامِ عَلَى فِعْلِ التَّرَجِّيْ أَفَادَ تَقْرِيْرَ مَا هُوَ مُتَوَقَّعٌ وَأَشْعَرَ بِأَنَّهُ كَائِنٌ۔	۱۴۸
قاعدہ نمبر ۱۴	إِذَا دَخَلَتِ الْأَلِفُ وَاللَّامُ عَلَى اِسْمٍ مَوْصُوْفٍ اِقْتَضَتْ أَنَّهُ أَحَقُّ بِتِلْكَ الصِّفَةِ مِنْ غَيْرِهِ۔	۱۴۹
قاعدہ نمبر ۱۵	إِذَا دَخَلَتْ "قَدْ" عَلَى الْمُضَارِعِ الْمُسْنَدِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَهِيَ لِلتَّحْقِيْقِ دَائِمًا۔	۱۵۱
قاعدہ نمبر ۱۶	إِذَا دَخَلَتْ هَمْزَةُ الْاِسْتِفْهَامِ عَلَى رَأَيْتَ اِمْتَنَعَ أَنْ تَكُوْنَ مِنْ رُؤْيَةِ الْبَصَرِ أَوْ رُؤْيَةِ الْقَلْبِ وَ صَارَ بِمَعْنَى أَخْبِرْنِيْ۔	۱۵۲
قاعدہ نمبر ۱۷	إِذَا رَتَّبَ الشَّارِعُ الْحُكْمَ عَلَى وَصْفٍ مُنَاسِبٍ فَإِنَّ ذٰلِكَ يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ ثُبُوْتَهُ لِأَجْلِهِ۔	۱۵۳
قاعدہ نمبر ۱۸	إِذَا عُلِّقَ الْأَمْرُ عَلَى شَرْطٍ أَوْ صِفَةٍ فَإِنَّهُ يَقْتَضِيْ التَّكْرَارَ۔	۱۵۴
قاعدہ نمبر ۱۹	إِذَا كَانَ ثُبُوْتُ شَيْءٍ أَوْ نَفْيُهُ يَدُلُّ عَلٰى ثُبُوْتِ آخَرَ أَوْ نَفْيِهِ فَالْأَوْلٰى الْاِقْتِصَارُ عَلَى الدَّالِ مِنْهُمَا فَإِنْ ذُكِرَا فَالْأَوْلٰى تَأْخِيْرُ الدَّالِ۔	۱۵۶
قاعدہ نمبر ۲۰	إِذَا كَانَ فِي الْآيَةِ ضَمِيْرٌ يُحْتَمَلُ عَوْدُهُ إِلٰى أَكْثَرَ مِنْ مَذْكُوْرٍ وَأَمْكَنَ الْحَمْلُ عَلَى الْجَمِيْعِ حُمِلَ عَلَيْهِ۔	۱۵۶
قاعدہ نمبر ۲۱	إِذَا كَانَ لِلْاِسْمِ الْوَاحِدِ عِدَّةُ مَعَانٍ حُمِلَ فِيْ كُلِّ مَوْضِعٍ مَا يَقْتَضِيْهِ ذٰلِكَ السِّيَاقُ۔	۱۵۷
قاعدہ نمبر ۲۲	إِذَا كَانَ مُتَعَلَّقُ الْخِطَابِ مَقْدُوْرًا حُمِلَ عَلَيْهِ وَ إِنْ كَانَ غَيْرُ ذٰلِكَ صُرِفَ الْخِطَابُ لِثَمَرَتِهِ أَوْ سَبَبِهِ۔	۱۵۹

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
قاعدہ نمبر ۲۳	إِذَا وَرَدَ مُضَافٌ وَ مُضَافٌ إِلَيْهِ وَ جَاءَ بَعْدَهُمَا ضَمِيرٌ فَالْأَصْلُ عَوْدُهُ لِلْمُضَافِ۔	۱۶۲
قاعدہ نمبر ۲۴	إِذَا وَقَعَتِ النَّكِرَةُ فِي سِيَاقِ النَّفْيِ أَوِ النَّهْيِ أَوِ الشَّرْطِ أَوِ الْإِسْتِفْهَامِ دَلَّتْ عَلَى الْعُمُومِ۔	۱۶۳
قاعدہ نمبر ۲۵	اِسْتِفْهَامُ الْإِنْكَارِ يَكُونُ مُضَمَّنًا مَعْنَى النَّفْيِ۔	۱۶۸
قاعدہ نمبر ۲۶	إِعَادَةُ الظَّاهِرِ بِمَعْنَاهُ أَحْسَنُ مِنْ إِعَادَتِهِ بِلَفْظِهِ وَإِعَادَتُهُ ظَاهِراً بَعْدَ الطُّولِ أَحْسَنُ مِنَ الْإِضْمَارِ۔	۱۶۸
قاعدہ نمبر ۲۷	اَلْإِسْتِفْهَامُ عَقِيبَ ذِكْرِ الْمَعَايِبِ أَبْلَغُ مِنَ الْأَمْرِ بِتَرْكِهَا۔	۱۷۰
قاعدہ نمبر ۲۸	اَلْإِسْمُ الْمَوْصُولُ يُفِيدُ عِلِّيَّةَ الْحُكْمِ۔	۱۷۳
قاعدہ نمبر ۲۹	اَلْأَصْلُ إِبْقَاءُ الْمُطْلَقِ عَلَى إِطْلَاقِهِ حَتّٰى يَرِدَ مَا يُقَيِّدُهُ۔	۱۸۰
قاعدہ نمبر ۳۰	اَلْأَصْلُ أَنَّ الْكَلَامَ يُؤَكَّدُ إِذَا كَانَ الْمُخَاطَبُ مُنْكِرًا أَوْ مُتَرَدِّداً وَ يَتَفَاوَتُ التَّاكِيدُ بِحَسْبِ قُوَّةِ الْإِنْكَارِ وَ ضُعْفِهِ۔۔۔ وَ قَدْ يُؤَكَّدُ وَ الْمُخَاطَبُ غَيْرُ مُنْكِرٍ لِعَدَمِ جَرْيِهِ عَلٰى مُقْتَضٰى إِقْرَارِهِ فَيُنَزَّلُ مَنْزِلَةَ الْمُنْكِرِ۔۔۔ وَ قَدْ يُتْرَكُ التَّاكِيدُ مَعَ إِنْكَارِ الْمُخَاطَبِ لِوُجُودِ أَدِلَّةٍ ظَاهِرَةٍ لَوْ تَأَمَّلَهَا لَرَجَعَ عَنِ الْإِنْكَارِ۔	۱۸۱
قاعدہ نمبر ۳۱	اَلْأَصْلُ أَنَّ مَا أُبْهِمَ فِي الْقُرْآنِ فَلَا طَائِلَ فِي مَعْرِفَتِهِ۔	۱۸۴
قاعدہ نمبر ۳۲	اَلْأَصْلُ حَمْلُ نُصُوصِ الْوَحْيِ عَلٰى ظَوَاهِرِهَا إِلَّا لِدَلِيلٍ۔	۱۸۶
قاعدہ نمبر ۳۳	اَلْأَصْلُ فِي صِفَاتِ الْمَدْحِ أَنْ يُنْتَقَلَ فِيهَا مِنَ الْأَدْنٰى إِلَى الْأَعْلٰى وَ صِفَاتُ الذَّمِّ بِعَكْسِ ذٰلِكَ۔	۱۹۰

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
قاعدہ نمبر ۳۴	اَلْإِطْلَاقُ يَقْتَضِي الْمُسَاوَاةَ۔	۱۹۱
قاعدہ نمبر ۳۵	اَلْاِقْتِرَانُ الْوَارِدُ فِي الْقُرْآنِ بَيْنَ بَعْضِ الْأَسْمَاءِ الْحُسْنَىٰ يَدُلُّ عَلَى مَزِيْدٍ مِّنَ الْكَمَالَاتِ۔	۱۹۲
قاعدہ نمبر ۳۶	اَلْأَمْرُ الْمُطْلَقُ يَقْتَضِي الْوُجُوْبَ إِلَّا لِصَارِفٍ۔	۱۹۵
قاعدہ نمبر ۳۷	اَلْأَمْرُ الْمُعَلَّقُ عَلَى اِسْمٍ هَلْ يَقْتَضِي الْاِقْتِصَارَ عَلَى أَوَّلِهِ۔	۱۹۶
قاعدہ نمبر ۳۸	اَلْأَمْرُ بِالشَّيْءِ يَسْتَلْزِمُ النَّهْيَ عَنْ ضِدِّهِ۔	۱۹۸
قاعدہ نمبر ۳۹	اَلْأَمْرُ بِوَاحِدٍ مُبْهَمٍ مِنْ أَشْيَاءٍ مُخْتَلِفَةٍ مُعَيَّنَةٍ هَلْ يُوْجِبُ وَاحِدًا مِنْهَا عَلَى اِسْتِوَاءٍ۔	۱۹۹
قاعدہ نمبر ۴۰	اَلْأَمْرُ لِجَمَاعَةٍ يَقْتَضِي وُجُوْبَهُ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ إِلَّا لِدَلِيْلٍ۔	۲۰۱
قاعدہ نمبر ۴۱	اَلْأَوْصَافُ الْمُخْتَصَّةُ بِالْإِنَاثِ إِنْ أُرِيْدَ بِهَا الْفِعْلُ لَحِقَهَا التَّاءُ وَإِنْ أُرِيْدَ بِهَا الْقُوَّةُ جُرِّدَتْ مِنَ التَّاءِ۔	۲۰۳
قاعدہ نمبر ۴۲	اَلْآيَاتُ الَّتِي تُوْهِمُ التَّعَارُضَ يُحْمَلُ كُلُّ نَوْعٍ مِنْهَا عَلَى مَا يَلِيْقُ بِهِ وَ يُنَاسِبُ الْمَقَامَ كُلٌّ بِحَسْبِهِ۔	۲۰۴
قاعدہ نمبر ۴۳	اَلْإِيْمَانُ بِظَاهِرِ التَّنْزِيْلِ فَرْضٌ وَ مَا عَدَاهُ فَمَوْضُوْعٌ عَنَّا تَكَلُّفُ عَمَلِهِ إِذَا لَمْ تَأْتِ بِالْبَيَانِ عَنْهُ دَلَالَةٌ مِنْ كِتَابٍ أَوْخَبَرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔	۲۰۶
قاعدہ نمبر ۴۴	اَلتَّعَجُّبُ كَمَا يَدُلُّ عَلَى مَحَبَّةِ اللهِ الْفِعْلَ فَإِنَّهُ قَدْ يَدُلُّ عَلَى بُغْضِهِ أَوْ اِمْتِنَاعِهِ وَ عَدَمِ حُسْنِهِ أَوْ يَدُلُّ عَلَى حُسْنِ الْمَنْعِ مِنْهُ وَأَنَّهُ لَا يَلِيْقُ فِعْلُهُ۔	۲۰۸
قاعدہ نمبر ۴۵	اَلتَّعْقِيْبُ بِالْمَصْدَرِ يُفِيْدُ التَّعْظِيْمَ أَوِ الذَّمَّ۔	۲۰۹

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
قاعدہ نمبر ۴۶	اَلتَّفْسِيْرُ إِمَّا بِنَقْلٍ ثَابِتٍ أَوْ رَأْيٍ صَائِبٍ وَ مَا سِوَاهُمَا فَبَاطِلٌ۔	۲۱۰
قاعدہ نمبر ۴۷	اَلتَّفْسِيْرُ بَعْدَ الْإِبْهَامِ يَدُلُّ عَلَى التَّهْوِيْلِ وَ التَّعْظِيْمِ۔	۲۱۱
قاعدہ نمبر ۴۸	إِنَّ الْأَلْفَاظَ الْمَوْجُوْدَةَ فِي الْقُرْآنِ وَ الْحَدِيْثِ إِذَا عُرِفَ تَفْسِيْرُهَا وَ مَا أُرِيْدَ مِنْ جِهَةِ النَّبِيِّ لَمْ يَحْتَجْ فِيْ ذٰلِكَ إِلَى الْإِسْتِدْلَالِ بِأَقْوَالِ أَهْلِ اللُّغَةِ وَ لَا غَيْرِهِمْ۔	۲۱۲
قاعدہ نمبر ۴۹	إِنَّمَا يَتَنَاقَضُ الْخَبَرَانِ اللَّذَانِ أَحَدُهُمَا نَفْيٌ وَ الْآخَرُ إِثْبَاتٌ إِذَا اسْتَوَيَا فِي الْخَبَرِ وَ الْمُخْبَرِ عَنْهُ وَ فِي الْمُتَعَلِّقِ بِهِمَا وَفِي الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ و فِي الْحَقِيْقَةِ وَ الْمَجَازِ۔	۲۱۲
قاعدہ نمبر ۵۰	اَلتَّقَدُّمُ فِي الذِّكْرِ لَا يَعْنِيْ التَّقَدُّمَ فِي الْوُقُوْعِ وَ الْحُكْمِ۔	۲۱۳
قاعدہ نمبر ۵۱	اَلتَّكْرِيْرُ يَدُلُّ عَلَى الْإِعْتِنَاءِ۔	۲۱۵
قاعدہ نمبر ۵۲	اَلتَّنْصِيْصُ عَلَى الشَّيْءِ لَا يَلْزَمُ مِنْهُ النَّفْيُ عَمَّا عَدَاهُ۔	۲۱۸
قاعدہ نمبر ۵۳	اَلتَّوْكِيْدُ يَنْفِيْ إِحْتِمَالَ الْمَجَازِ۔	۲۱۹
قاعدہ نمبر ۵۴	اَلْجُمْلَةُ الْإِسْمِيَّةُ تَدُلُّ عَلَى الدَّوَامِ وَ الثُّبُوْتِ وَ الْفِعْلِيَّةُ تَدُلُّ عَلَى التَّجَدُّدِ۔	۲۲۰
قاعدہ نمبر ۵۵	اَلْحُكْمُ الْمُعَلَّقُ عَلَى وَصْفٍ يَقْوَىٰ بِقُوَّتِهِ وَ يَنْقُصُ بِنَقْصِهِ۔	۲۲۱
قاعدہ نمبر ۵۶	اَلشَّرْطُ لَا يَقْتَضِيْ جَوَازَ الْوُقُوْعِ۔	۲۲۲
قاعدہ نمبر ۵۷	اَلشَّيْءُ الْوَاحِدُ إِذَا ذُكِرَ بِصِفَتَيْنِ مُخْتَلِفَتَيْنِ جَازَ عَطْفُ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ تَنْزِيْلاً لِتَغَايُرِ الصِّفَاتِ بِمَنْزِلَةِ تَغَايُرِ الذَّوَاتِ۔	۲۲۴
قاعدہ نمبر ۵۸	اَلصِّفَةُ إِذَا وَقَعَتْ لِلنَّكِرَةِ فَهِيَ مُخَصِّصَةٌ وَإِنْ جَاءَتْ لِلْمَعْرِفَةِ فَهِيَ مُوَضِّحَةٌ۔	۲۲۸
قاعدہ نمبر ۵۹	اَلْعِبْرَةُ لِعُمُوْمِ اللَّفْظِ لَا لِخُصُوْصِ السَّبَبِ۔	۲۳۰

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
قاعدہ نمبر ٦٠	اَلْعَرَبُ إِذَا افْتَخَرَتْ قَدْ تُخْرِجُ الْخَبَرَ مَخْرَجَ الْخَبَرِ عَنِ الْجَمَاعَةِ وَإِنْ كَانَ مَا افْتَخَرَتْ بِهِ مِنْ فِعْلِ وَاحِدٍ مِنْهُمْ۔	٢٣٥
قاعدہ نمبر ٦١	اَلْعَرَبُ إِذَا جَاءَتْ بَيْنَ الْكَلَامَيْنِ بِجَحْدَيْنِ كَانَ الْكَلَامُ إِخْبَارًا۔	٢٣٥
قاعدہ نمبر ٦٢	اَلْعَرَبُ تَحْذِفُ مَا كَفَى مِنْهُ الظَّاهِرُ فِي الْكَلَامِ إِذَا لَمْ تَشُكَّ فِي مَعْرِفَةِ السَّامِعِ مَكَانَ الْحَذْفِ۔	٢٣٦
قاعدہ نمبر ٦٣	اَلْعَرَبُ تُكَرِّرُ الشَّيْءَ فِي الْإِسْتِفْهَامِ إِسْتِبْعَادًا لَهُ۔	٢٣٧
قاعدہ نمبر ٦٤	اَلْعَرَبُ قَدْ تُخْرِجُ الْكَلَامَ مَخْرَجَ الْأَمْرِ وَمَعْنَاهُ الْجَزَاءُ۔	٢٣٨
قاعدہ نمبر ٦٥	اَلْعَرَبُ قَدْ تُعَلِّقُ الْأَمْرَ بِزَائِلٍ وَ الْمُرَادُ بِهِ التَّابِيْدُ۔	٢٣٨
قاعدہ نمبر ٦٦	اَلْعَطْفُ يَقْتَضِي الْمُغَايَرَةَ بَيْنَ الْمَعْطُوفِ وَ الْمَعْطُوفِ عَلَيْهِ مَعَ إِشْتِرَاكِهِمَا فِي الْحُكْمِ الَّذِيْ ذُكِرَ لَهُمَا۔	٢٤٠
قاعدہ نمبر ٦٧	اَلْغَالِبُ فِي الْقُرْآنِ وَفِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ أَنَّ الْجَوَابَ الْمَحْذُوْفَ يُذْكَرُ قَبْلَهُ مَا يَدُلُّ عَلَيْهِ۔	٢٤٤
قاعدہ نمبر ٦٨	أَلْفَاظُ الشَّارِعِ مَحْمُوْلَةٌ عَلَى الْمَعَانِي الشَّرْعِيَّةِ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ فَالْعُرْفِيَّةُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ فَاللُّغَوِيَّةُ۔	٢٤٥
قاعدہ نمبر ٦٩	اَلْفِعْلُ فِيْ سِيَاقِ النَّفْيِ وَ مَا فِيْ مَعْنَاهُ يُفِيْدُ الْعُمُوْمَ۔	٢٤٧
قاعدہ نمبر ٧٠	اَلْقُرْآنُ مُشْتَمِلٌ عَلَى أُصُوْلِ الدِّيْنِ دَلَائِلِهِ وَ مَسَائِلِهِ أَمَّا تَعْرِيْفُهُ لِلْأَحْكَامِ فَأَكْثَرُهُ كُلِّيٌّ لَا جُزْئِيٌّ۔	٢٤٩
قاعدہ نمبر ٧١	اَلْكَلِمَةُ إِذَا إِحْتَمَلَتْ وُجُوْهًا لَمْ يَكُنْ لِأَحَدٍ صَرْفُ مَعْنَاهَا إِلَى بَعْضِ وُجُوْهِهَا دُوْنَ بَعْضٍ إِلَّا بِحُجَّةٍ۔	٢٥١
قاعدہ نمبر ٧٢	اَلْمُحْتَرَزَاتُ فِي الْقُرْآنِ تَقَعُ فِيْ كُلِّ الْمَوَاضِعِ عِنْدَ الْحَاجَةِ إِلَيْهَا۔	٢٥٢
قاعدہ نمبر ٧٣	اَلْمُطْلَقُ يُحْمَلُ عَلَى الْكَامِلِ۔	٢٥٤

Marfat.com

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۲۵۴	اَلنَّفْیُ الْمَقْصُوْدُ بِهِ الْمَدْحُ لَا بُدَّ مِنْ أَنْ يَكُوْنَ مُتَضَمِّنًا لِإِثْبَاتِ كَمَالِ ضِدِّهٖ۔	قاعدہ نمبر ۷۴
۲۵۶	اَلنَّكِرَةُ إِذَا تَكَرَّرَتْ دَلَّتْ عَلَى التَّعَدُّدِ بِخِلَافِ الْمَعْرِفَةِ۔	قاعدہ نمبر ۷۵
۲۶۲	اَلنَّكِرَةُ فِيْ سِيَاقِ الْإِثْبَاتِ لَا تَعُمُّ إِلَّا إِذَا أُضِيْفَ إِلَيْهَا كُلُّ أَوْ كَانَتْ فِيْ سِيَاقِ الْإِمْتِنَانِ۔	قاعدہ نمبر ۷۶
۲۶۴	اَلنَّهْيُ عَنِ اللَّازِمِ أَبْلَغُ فِي الدَّلَالَةِ عَلَى النَّهْيِ عَنِ الْمَلْزُوْمِ فِي النَّهْيِ عَنْهُ إِبْتِدَاءً۔	قاعدہ نمبر ۷۷
۲۶۶	إِيْرَادُ الْإِنْشَاءِ بِصِيْغَةِ الْخَبَرِ أَبْلَغُ مِنْ إِيْرَادِهٖ بِصِيْغَةِ الْإِنْشَاءِ۔	قاعدہ نمبر ۷۸
	ب	
۲۶۷	بَعْضُ الْأَسْمَاءِ الْوَارِدَةِ فِي الْقُرْآنِ إِذَا أُفْرِدَ دَلَّ عَلَى الْمَعْنَى الْعَامِّ الْمُنَاسِبِ لَهُ وَإِذَا قُرِنَ مَعَ غَيْرِهٖ دَلَّ عَلَى بَعْضِ الْمَعْنَىٰ وَدَلَّ مَا قُرِنَ مَعَهُ عَلَى بَاقِيْهِ۔	قاعدہ نمبر ۷۹
	ت	
۲۷۰	تُحْمَلُ الْآيَةُ عَلَى الْمَعْنَى الَّذِيْ إِسْتَفَاضَ النَّقْلُ فِيْهِ عَنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَإِنْ كَانَ غَيْرُهُ مُحْتَمَلًا۔	قاعدہ نمبر ۸۰
۲۷۲	تُحْمَلُ نُصُوْصُ الْكِتَابِ عَلَى مَعْهُوْدِ الْأُمِّيِّيْنَ فِي الْخِطَابِ۔	قاعدہ نمبر ۸۱
۲۷۴	تُفْهَمُ مَعَانِي الْأَفْعَالِ عَلَى ضَوْءِ مَا تَتَعَدّٰى بِهٖ۔	قاعدہ نمبر ۸۲
۲۷۴	تَقْدِيْمُ الْعِتَابِ عَلَى الْفِعْلِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا يَدُلُّ عَلَى تَحْرِيْمِهٖ۔	قاعدہ نمبر ۸۳
	ج	
۲۷۶	جَمِيْعُ الْأَسْئِلَةِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِتَوْحِيْدِ الرُّبُوْبِيَّةِ إِسْتِفْهَامَاتُ تَقْرِيْرٍ۔	قاعدہ نمبر ۸۴

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
قاعدہ نمبر ۸۵	جَمِيعُ أَوْزَانِ الصِّفَةِ الْمُشَبَّهَةِ بِإِسْمِ الْفَاعِلِ إِنْ قُصِدَ بِهَا الْحُدُوثُ وَالتَّجَدُّدُ جَاءَتْ عَلَى وَزْنِ "فَاعِلٌ" مُطْلَقًا وَإِنْ لَمْ يُقْصَدِ الْحُدُوثُ وَالتَّجَدُّدُ بَقِيَ عَلَى أَصْلِهِ۔	۲۷۹
قاعدہ نمبر ۸۶	جَمِيعُ مَا وَرَدَ فِي الْقُرْآنِ حِكَايَةً عَنْ غَيْرِ أَهْلِ اللِّسَانِ مِنَ الْقُرُوْنِ الْخَالِيَةِ إِنَّمَا هُوَ مِنْ مَعْرُوْفِ مَعَانِيْهِمْ وَلَيْسَ بِحَقِيْقَةِ أَلْفَاظِهِمْ۔	۲۸۰
قاعدہ نمبر ۸۷	جِنْسُ فِعْلِ الْمَامُوْرِ بِهٖ أَعْظَمُ مِنْ جِنْسِ تَرْكِ الْمَنْهِيِّ عَنْهُ وَجِنْسُ تَرْكِ الْمَامُوْرِ بِهٖ أَعْظَمُ مِنْ جِنْسِ فِعْلِ الْمَنْهِيِّ عَنْهُ كَمَا أَنَّ مَثُوْبَةَ أَدَاءِ الْوَاجِبَاتِ أَعْظَمُ مِنْ مَثُوْبَةِ تَرْكِ الْمُحَرَّمَاتِ وَ الْعُقُوْبَةِ عَلَى تَرْكِ الْوَاجِبَاتِ أَعْظَمُ مِنَ الْعُقُوْبَةِ عَلَى فِعْلِ الْمُحَرَّمَاتِ۔	۲۸۳
	ح	
قاعدہ نمبر ۸۸	حَذْفُ جَوَابِ الشَّرْطِ يَدُلُّ عَلَى تَعْظِيْمِ الْأَمْرِ وَ شِدَّتِهٖ فِيْ مَقَامَاتِ الْوَعِيْدِ۔	۲۸۴
قاعدہ نمبر ۸۹	حَيْثُ وَقَعَتْ "إِذْ" بَعْدَ "اُذْكُرْ" فَالْمُرَادُ بِهِ الْأَمْرُ بِالنَّظَرِ إِلٰى مَا اشْتَمَلَ عَلَيْهِ ذٰلِكَ الزَّمَانُ لِغَرَابَةِ مَا وَقَعَ فِيْهِ فَهُوَ جَدِيْرٌ بِأَنْ يُنْظَرَ فِيْهِ۔	۲۸۵
	ز	
قاعدہ نمبر ۹۰	زِيَادَةُ الْمَبْنٰى تَدُلُّ عَلَى زِيَادَةِ الْمَعْنٰى (قُوَّةُ اللَّفْظِ لِقُوَّةِ الْمَعْنٰى)۔	۲۸۷
	س	
قاعدہ نمبر ۹۱	سَبْعَةُ أُمُوْرٍ يَنْدَفِعُ بِهَا الْإِشْكَالُ عَنِ التَّفْسِيْرِ	۲۸۸

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
قاعدہ نمبر ۹۲	سَبِيْلُ الْوَاجِبَاتِ الْإِتْيَانُ بِالْمَصْدَرِ مَرْفُوْعًا وَسَبِيْلُ الْمَنْدُوْبَاتِ الْإِتْيَانُ بِالْمَصْدَرِ مَنْصُوْبًا۔	۲۹۴
	ص	
قاعدہ نمبر ۹۳	صِيْغَةُ التَّفْضِيْلِ قَدْ تُطْلَقُ فِي الْقُرْآنِ وَ اللُّغَةِ مُرَاداً بِهَا الْاِتِّصَافُ لَا تَفْضِيْلَ شَيْئٍ عَلَى شَيْئٍ۔	۲۹۵
قاعدہ نمبر ۹۴	صِيْغَةُ الْمُضَارِعِ بَعْدَ لَفْظَةِ "كَانَ" تَدُلُّ عَلَى كَثْرَةِ التَّكْرَارِ وَ الْمُدَاوَمَةِ عَلَى ذٰلِكَ الْفِعْلِ۔	۲۹۷
	ض	
قاعدہ نمبر ۹۵	ضَمِيْرُ الْغَائِبِ قَدْ يَعُوْدُ عَلَى غَيْرِ مَلْفُوْظٍ بِهٖ كَالَّذِيْ يُفَسِّرُهٗ سِيَاقُ الْكَلَامِ۔	۲۹۸
	ع	
قاعدہ نمبر ۹۶	عَطْفُ الْجُمْلَةِ الْإِسْمِيَّةِ عَلَى الْفِعْلِيَّةِ يُفِيْدُ الدَّوَامَ وَ الثُّبَاتَ۔	۲۹۹
قاعدہ نمبر ۹۷	عَطْفُ الْخَاصِّ عَلَى الْعَامِّ التَّنْبِيْهُ عَلَى فَضْلِهٖ حَتّٰى كَاَنَّهٗ لَيْسَ مِنْ جِنْسِ الْعَامِّ تَنْزِيْلًا لِلتَّغَايُرِ فِي الْوَصْفِ مَنْزِلَةَ التَّغَايُرِ فِي الذَّاتِ۔	۳۰۰
قاعدہ نمبر ۹۸	عَطْفُ الْعَامِّ عَلَى الْخَاصِّ يَدُلُّ عَلَى التَّعْمِيْمِ وَعَلَى أَهَمِّيَّةِ الْأَوَّلِ۔	۳۰۲
قاعدہ نمبر ۹۹	عِلْمُ الْمُبْهَمَاتِ مَوْقُوْفٌ عَلَى النَّقْلِ الْمَحْضِ وَلَا مَجَالَ لِلرَّأْيِ فِيْهِ۔	۳۰۴
قاعدہ نمبر ۱۰۰	عِنْدَ عَطْفِ صِفَةٍ عَلَى صِفَةٍ لِمَوْصُوْفٍ وَاحِدٍ فَالْأَفْصَحُ فِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ تَرْكُ إِدْخَالِ الْوَاوِ وَإِذَا اُرِيْدَ بِالْوَصْفِ الثَّانِيْ مَوْصُوْفٌ آخَرُ غَيْرُ الْأَوَّلِ اُدْخِلَتِ الْوَاوُ۔	۳۰۸

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	ف	
قاعدہ نمبر ۱۰۱	فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْاٰنِ بِمُقْتَضَی اللُّغَةِ یُرَاعَی الْمَعْنَی الْاَغْلَبُ وَ الْاَشْهَرُ وَالْاَفْصَحُ دُوْنَ الشَّاذِّ اَوِ الْقَلِیْلِ۔	۳۱۰
	ق	
قاعدہ نمبر ۱۰۲	قَدْ یَتَجَاذَبُ اللَّفْظَةُ الْوَاحِدَةُ الْمَعْنَی وَالْاِعْرَابَ فَیُتَمَسَّكُ بِصِحَّةِ الْمَعْنیٰ وَ یُؤَوَّلُ لِصِحَّةِ الْاِعْرَابِ۔	۳۱۳
قاعدہ نمبر ۱۰۳	قَدْ یُثَنَّی الضَّمِیْرُ مَعَ کَوْنِهٖ عَائِدًا عَلَی اَحَدِ الْمَذْکُوْرَیْنِ دُوْنَ الْاٰخَرِ۔	۳۱۵
قاعدہ نمبر ۱۰۴	قَدْ یَجِیْءُ الضَّمِیْرُ مُتَّصِلاً بِشَیْءٍ وَهُوَ لِغَیْرِهٖ عَائِدًا عَلٰی مُلَابِسِ مَا هُوَ لَهٗ۔	۳۱۶
قاعدہ نمبر ۱۰۵	قَدْ یَحْتَمِلُ اللَّفْظُ عِدَّةَ مَعَانٍ وَ یَکُوْنُ اَحَدُهَا هُوَ الْغَالِبُ اِسْتِعْمَالًا فِی الْقُرْاٰنِ فَیُقَدَّمُ۔	۳۱۸
قاعدہ نمبر ۱۰۶	قَدْ یَخْتَلِفُ اللَّفْظَانِ الْمُعَبَّرُ بِهِمَا عَنِ الشَّیْءِ الْوَاحِدِ فَیُسْتَمْلَحُ ذِکْرُهُمَا عَلٰی وَجْهِ التَّاکِیْدِ۔	۳۲۰
قاعدہ نمبر ۱۰۷	قَدْ یُذْکَرُ شَیْئَانِ وَ یَعُوْدُ الضَّمِیْرُ عَلٰی اَحَدِهِمَا اِکْتِفَاءً بِذِکْرِهٖ عَنِ الْاٰخَرِ مَعَ کَوْنِ الْجَمِیْعِ مَقْصُوْدًا۔	۳۲۱
قاعدہ نمبر ۱۰۸	قَدْ یَرِدُ التَّکْرَارُ لِتَعَدُّدِ الْمُتَعَلَّقِ۔	۳۲۳
قاعدہ نمبر ۱۰۹	قَدْ یَرِدُ الْخِطَابُ بِالشَّیْءِ فِی الْقُرْاٰنِ عَلٰی اِعْتِقَادِ الْمُخَاطَبِ دُوْنَ مَا فِیْ نَفْسِ الْاَمْرِ۔	۳۲۵
قاعدہ نمبر ۱۱۰	قَدْ یَرِدُ نَفْیُ الشَّیْءِ مُقَیَّدًا وَالْمُرَادُ نَفْیُهٗ مُطْلَقًا مُبَالَغَةً فِی النَّفْیِ وَتَاکِیْدًا لَهٗ۔	۳۲۶

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
قاعدہ نمبر ۱۱۱	قَدْ يَقْتَضِى الْمَقَامُ ذِكْرَ شَيْئَيْنِ بَيْنَهُمَا تَلَازُمٌ وَ اِرْتِبَاطٌ فَيُكْتَفٰى بِأَحَدِهِمَا عَنِ الْاٰخَرِ۔	۳۲۷
قاعدہ نمبر ۱۱۲	قَدْ يَكُوْنُ اللَّفْظُ مُحْتَمَلاً لِمَعْنَيَيْنِ فِىْ مَوْضِعٍ وَ يُعَيَّنُ فِىْ مَوْضِعٍ آخَرَ۔	۳۲۸
قاعدہ نمبر ۱۱۳	قَدْ يَكُوْنُ سَبَبُ النُّزُوْلِ وَاحِدًا وَ الْآيَاتُ النَّازِلَةُ مُتَفَرِّقَةً وَ الْعَكْسُ۔	۳۳۰
قاعدہ نمبر ۱۱۴	قَدْ يُنْفَى الشَّيْءُ فِى الْقُرْآنِ رَأْسًا وَ إِنْ كَانَتْ صُوْرَتُهُ مَوْجُوْدَةً لِعَدَمِ كَمَالِ وَصْفِهِ أَوْ لِانْتِفَاءِ ثَمَرَتِهِ۔	۳۳۲
قاعدہ نمبر ۱۱۵	قَدْ يَرِدُ اللَّفْظُ فِى الْقُرْآنِ مُتَّصِلاً بِالْاٰخَرِ وَالْمَعْنٰى عَلٰى خِلَافِهِ۔	۳۳۴
قاعدہ نمبر ۱۱۶	قَدْ يَقْتَضِى الْكَلَامُ ذِكْرَ شَيْئَيْنِ فَيَقْتَصِرُ عَلٰى أَحَدِهِمَا لِأَنَّهُ هُوَ الْمَقْصُوْدُ۔	۳۳۵
	ك	
قاعدہ نمبر ۱۱۷	كَثِيْرًا مَا تُخْتَمُ الْآيَاتُ الْقُرْآنِيَّةُ بِبَعْضِ الْأَسْمَاءِ الْحُسْنٰى لِلتَّدْلِيْلِ عَلٰى أَنَّ الْحُكْمَ الْمَذْكُوْرَ لَهُ تَعَلُّقٌ بِذٰلِكَ الْإِسْمِ الْكَرِيْمِ۔	۳۳۶
قاعدہ نمبر ۱۱۸	كُلُّ اِسْمِ مَعْرِفَةٍ ذِىْ أَفْرَادٍ يُفِيْدُ الْعُمُوْمَ۔	۳۳۸
قاعدہ نمبر ۱۱۹	كُلُّ أَمْرٍ قَدْ عُلِّقَ بِمَا لَا يَكُوْنُ فَقَدْ نُفِىَ كَوْنُهُ عَلٰى أَبْعَدِ الْوُجُوْهِ۔	۳۴۰
قاعدہ نمبر ۱۲۰	كُلُّ حَرْفٍ زِيْدَ فِىْ كَلَامِ الْعَرَبِ لِلتَّاكِيْدِ فَهُوَ قَائِمٌ مَقَامَ إِعَادَةِ الْجُمْلَةِ مَرَّةً أُخْرٰى۔	۳۴۱
قاعدہ نمبر ۱۲۱	كُلُّ حَرْفٍ لَهُ مَعْنًى مُتَبَادِرٌ ثُمَّ اسْتُعْمِلَ فِىْ غَيْرِهِ فَإِنَّهُ لَا يُتْرَكُ ذٰلِكَ الْمَعْنَى الْمُتَبَادِرُ بِالْكُلِّيَّةِ بَلْ يَبْقٰى فِيْهِ رَائِحَةٌ مِنْهُ وَ يُلَاحَظُ مَعَهُ۔	۳۴۲

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
قاعدہ نمبر ۱۲۲	كُلُّ فِعلٍ لِلّٰهِ تَعَالىٰ مَذْكُوْرٌ فِي الْقُرْآنِ فَإِنَّهُ يَصِحُّ فِيهِ إِضْمَارُ لَفْظِ الْجَلَالَةِ "الله" وَإِنْ لَمْ يَسْبِقْ ذِكْرُهُ لِتَعَيُّنِهِ فِي الْعُقُوْلِ۔	۳۴۳
قاعدہ نمبر ۱۲۳	كُلُّ مَا أَضَافَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ إِلىٰ نَفْسِهِ فَلَهُ مِنَ الْمَزِيَّةِ وَ الْإِخْتِصَاصِ عَلَى غَيْرِهِ مَا أَوْجَبَ لَهُ الْإِصْطِفَاءَ وَالْإِجْتِبَاءَ۔	۳۴۳
قاعدہ نمبر ۱۲۴	كُلُّ مَا كَانَ مِنَ الْأَوْصَافِ أَبْعَدَ مِنْ بِنْيَةِ الْفِعْلِ فَهُوَ أَبْلَغُ۔	۳۴۵
قاعدہ نمبر ۱۲۵	كُلُّ مَعْنىً مُسْتَنْبَطٍ مِنَ الْقُرْآنِ غَيْرِ جَارٍ عَلَى اللِّسَانِ الْعَرَبِيِّ فَلَيْسَ مِنْ عُلُوْمِ الْقُرْآنِ فِي شَيْءٍ۔	۳۴۶
قاعدہ نمبر ۱۲۶	كُلَّمَا عَظُمَ الْإِهْتِمَامُ كَثُرَ التَّاكِيْدُ۔	۳۴۹
	ل	
قاعدہ نمبر ۱۲۷	لَا زَائِدَ فِي الْقُرْآنِ۔	۳۵۰
قاعدہ نمبر ۱۲۸	لَا يُبْحَثُ عَنْ مُبْهَمٍ أَخْبَرَ اللّٰهُ بِاسْتِئْثَارِهِ بِعِلْمِهِ۔	۳۵۱
قاعدہ نمبر ۱۲۹	لَا يُقَدَّرُ مِنَ الْمَحْذُوْفَاتِ إِلَّا أَفْصَحُهَا أَوْ أَشَدُّهَا مُوَافَقَةً لِلْغَرَضِ۔	۳۵۴
قاعدہ نمبر ۱۳۰	لَا يَكُوْنُ الْقَسَمُ إِلَّا بِاسْمٍ مُعَظَّمٍ۔	۳۵۴
قاعدہ نمبر ۱۳۱	لَا يُمْتَنُّ بِمَمْنُوْعٍ۔	۳۵۶
قاعدہ نمبر ۱۳۲	لَا يَحِلُّ الْقَوْلُ فِي أَسْبَابِ النُّزُوْلِ إِلَّا بِالرِّوَايَةِ وَ السَّمَاعِ مِمَّنْ شَاهَدُوا التَّنْزِيْلَ وَ وَقَفُوْا عَلَى الْأَسْبَابِ۔	۳۵۷
قاعدہ نمبر ۱۳۳	لِكُلِّ حَرْفٍ مِنْ حُرُوْفِ الْمَعَانِي وَجْهٌ هُوَ أَوْلىٰ بِهِ مِنْ غَيْرِهِ فَلَا يَجُوْزُ تَحْوِيْلُ ذٰلِكَ عَنْهُ إِلىٰ غَيْرِهِ إِلَّا بِحُجَّةٍ۔	۳۵۸
قاعدہ نمبر ۱۳۴	لَمْ يَقَعْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ تَكْرَارٌ بَيْنَ مُتَجَاوِرَيْنِ۔	۳۶۱

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	م	
قاعدہ نمبر ۱۳۵	مَافِی جِسْمِ الْاِنْسَانِ مِنْ اَجْزَاءٍ مُفْرَدَةٍ لَا تَتَعَدَّدُ اِذَا ضُمَّ اِلَيْهَا مِثْلُهَا جَازَ فِيْهَا ثَلَاثَةُ اَوْجُهٍ، اَلْاَوَّلُ: اَلْجَمْعُ وَ هُوَ الْاَكْثَرُ وَ الْاَفْصَحُ، اَلثَّانِیْ: اَلتَّثْنِيَةُ، اَلثَّالِثُ: اَلْاِفْرَادُ۔	۳۶۱
قاعدہ نمبر ۱۳۶	مَتٰی جَاءَتْ "بَلٰی اَوْ نَعَمْ" بَعْدَ كَلَامٍ يَتَعَلَّقُ بِهَا الْجَوَابُ وَلَيْسَ قَبْلَهَا مَا يَصْلَحُ اَنْ يَكُوْنَ جَوَابًا لَهُ فَاعْلَمْ اَنَّ هُنَاكَ سُؤَالاً مُقَدَّرًا لَفْظُهُ لَفْظُ الْجَوَابِ۔	۳۶۲
قاعدہ نمبر ۱۳۷	مَتٰی عَلَّقَ اللّٰهُ تَعَالٰی عِلْمَهُ بِالْاُمُوْرِ بَعْدَ وُجُوْدِهَا كَانَ الْمُرَادُ بِذٰلِكَ الْعِلْمِ الَّذِیْ يَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ الْجَزَاءُ۔	۳۶۳
قاعدہ نمبر ۱۳۸	اَلْمُقَرَّرُ فِیْ عِلْمِ الْحَدِيْثِ اَنَّ تَفْسِيْرَ الصَّحَابِیْ اَلْمُتَعَلِّقَ بِسَبَبِ النُّزُوْلِ لَهُ حُكْمُ الرَّفْعِ۔	۳۶۵
قاعدہ نمبر ۱۳۹	مِنْ شَاْنِ الْعَرَبِ اِذَا اَرَادَتْ بَيَانَ الْوَعْدِ اَوِ الْوَعِيْدِ عَلٰی فِعْلٍ اَنْ تُخْرِجَ اَسْمَاءَ اَهْلِهِ بِذِكْرِ الْجَمِيْعِ اَوِ الْوَاحِدِ دُوْنَ الْاِثْنَيْنِ اِلَّا اِذَا كَانَ الْفِعْلُ اِنَّمَا يَقَعُ مِنْ اِثْنَيْنِ۔	۳۶۸
قاعدہ نمبر ۱۴۰	مِنْ شَاْنِ الْعَرَبِ اِذَا تَطَاوَلَتْ صِفَةُ الْوَاحِدِ اَلْاِعْتِرَاضُ بِالْمَدْحِ وَ الذَّمِّ بِالنَّصْبِ اَحْيَانًا وَ بِالرَّفْعِ اَحْيَانًا۔	۳۶۹
قاعدہ نمبر ۱۴۱	مِنْ شَاْنِ الْعَرَبِ اِذَا خَاطَبَتْ اِنْسَانًا وَ ضَمَّتْ اِلَيْهِ غَائِبًا فَاَرَادَتِ الْخَبَرَ عَنْهُ، اِنْ تُغَلِّبَ الْمُخَاطَبَ فَيَخْرُجُ الْخَبَرُ عَنْهُمَا عَلٰی وَجْهِ الْخِطَابِ۔	۳۷۰
قاعدہ نمبر ۱۴۲	مِنْ شَاْنِ الْعَرَبِ اِضَافَةُ اَفْعَالِ الْاَسْلَافِ اِلَی الْاَبْنَاءِ وَخِطَابُ الْاَبْنَاءِ وَاِضَافَةُ الْفِعْلِ اِلَيْهِمْ وَهُوَ لِاٰبَائِهِمْ۔	۳۷۱

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
قاعدہ نمبر ۱۴۳	مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ اَلتَّعْبِیْرُ عَنِ الْمَاضِیْ بِالْمُضَارِعِ لِإِفَادَةِ تَصْوِیْرِ الْحَالِ الْوَاقِعِ عِنْدَ حُدُوْثِ الْحَدَثِ۔	۳۷۲
قاعدہ نمبر ۱۴۴	مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ اَلْعَطْفُ بِالْكَلَامِ عَلٰى مَعْنًى نَظِیْرٌ لَهٗ قَدْ تَقَدَّمَهٗ وَإِنْ خَالَفَ لَفْظُهٗ لَفْظَهٗ۔	۳۷۳
قاعدہ نمبر ۱۴۵	مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ أَنْ تَبْتَدِیَ الْكَلَامَ فِیْ أُسْلُوْبٍ وَتَنْتَقِلَ إِلٰى أُسْلُوْبٍ آخَرَ تَجْدِیْدًا لِنَشَاطِهٖ وَ ذٰلِكَ یُسَمّٰى اِلْتِفَاتًا۔	۳۷۴
قاعدہ نمبر ۱۴۶	مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ أَنْ تُخْبِرَ عَنْ غَیْرِ الْعَاقِلِ بِخَبَرِ الْعَاقِلِ إِذَا نَسَبَتْ إِلَیْهِ شَیْئًا مِنْ أَفْعَالِ الْعُقَلَاءِ۔	۳۷۸
قاعدہ نمبر ۱۴۷	مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ أَنْ تُدْخِلَ الْأَلِفَ وَاللَّامَ فِیْ خَبَرِ مَا وَالَّذِیْ إِذَا كَانَ الْخَبَرُ عَنْ مَعْهُوْدٍ قَدْ عَرَفَهُ الْمُخَاطِبُ وَ الْمُخَاطَبُ وَ إِنَّمَا یَاتِیْ بِغَیْرِ الْأَلِفِ وَ اللَّامِ إِذَا كَانَ الْخَبَرُ عَنْ مَجْهُوْلٍ غَیْرِ مَعْهُوْدٍ وَ لَا مَقْصُوْدٍ قَصَدَ شَیْءٌ بِعَیْنِهٖ۔	۳۷۹
قاعدہ نمبر ۱۴۸	مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ أَنْ تَذْكُرَ شَیْئًا مِنَ الْوَاحِدِ أَوِ التَّثْنِیَةِ أَوِ الْجَمْعِ وَ الْمُرَادُ غَیْرُهٗ كَمَا تُخَاطِبُ الْوَاحِدَ وَ تُرِیْدُ غَیْرَهٗ۔	۳۸۰
قاعدہ نمبر ۱۴۹	مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ أَنْ تَسْتَكْرِهَ الْجَمْعَ بَیْنَ ثِنْتَیْنِ فِیْ لَفْظٍ وَاحِدٍ۔	۳۸۲
قاعدہ نمبر ۱۵۰	مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ أَنْ تُعَبِّرَ بِالْمَاضِیْ عَنِ الْمُسْتَقْبَلِ تَنْبِیْهًا عَلٰى تَحَقُّقِ الْوُقُوْعِ۔	۳۸۳
قاعدہ نمبر ۱۵۱	مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ أَنْ یُضْمِرُوْا لِكُلِّ مُعَایَنٍ نَكِرَةً كَانَ أَوْ مَعْرِفَةً هٰذَا وَهٰذِهٖ۔	۳۸۵

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
قاعدہ نمبر ۱۵۲	مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ تَحْوِيْلُ الْفِعْلِ عَنْ مَوْضِعِهِ إِذَا كَانَ الْمُرَادُ بِهِ مَعْلُوْمًا۔	۳۸۵
قاعدہ نمبر ۱۵۳	مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ إِضَافَةُ الْفِعْلِ إِلىٰ مَنْ وُجِدَمِنْهُ وَإِنْ كَانَ مُسَبِّبُهُ غَيْرَ الَّذِیْ وُجِدَ مِنْهُ أَحْيَانًا وَ أَحْيَانًا إِلىٰ مُسَبِّبِهِ وَإِنْ كَانَ الَّذِیْ وُجِدَ مِنْهُ الْفِعْلُ غَيْرَهُ۔	۳۸۷
قاعدہ نمبر ۱۵۴	مَهْمَا أَمْكَنَ حَمْلُ أَلْفَاظِ الْقُرْآنِ عَلَى عَدَمِ التَّرَادُفِ فَهُوَ الْمَطْلُوْبُ۔	۳۸۸
قاعدہ نمبر ۱۵۵	مَهْمَا أَمْكَنَ حَمْلُ كَلَامِ الشَّارِعِ عَلَى التَّشْرِيْعِ لَمْ يُحْمَلْ عَلَى مُجَرَّدِ الْإِخْبَارِ عَنِ الْوَاقِعِ۔	۳۸۹
	ن	
قاعدہ نمبر ۱۵۶	نُزُوْلُ الْقُرْآنِ تَارَةً يَكُوْنُ مَعَ تَقْرِيْرِ الْحُكْمِ وَ تَارَةً يَكُوْنُ قَبْلَهُ وَ الْعَكْسُ۔	۳۹۱
قاعدہ نمبر ۱۵۷	نَفْيُ الْأَدْنىٰ أَبْلَغُ مِنْ نَفْيِ الْأَعْلىٰ۔	۳۹۳
قاعدہ نمبر ۱۵۸	نَفْيُ الْإِسْتِطَاعَةِ قَدْ يُرَادُ بِهِ نَفْيُ الْقُدْرَةِ وَ الْإِمْكَانِ وَ قَدْ يُرَادُ بِهِ نَفْيُ الْإِمْتِنَاعِ وَقَدْ يُرَادُ بِهِ الْوُقُوْعُ بِمَشَقَّةٍ وَ كُلْفَةٍ۔	۳۹۴
قاعدہ نمبر ۱۵۹	نَفْيُ التَّفْضِيْلِ لَا يَسْتَلْزِمُ نَفْيَ الْمُسَاوَاةِ۔	۳۹۶
قاعدہ نمبر ۱۶۰	نَفْيُ الْحِلِّ يَسْتَلْزِمُ التَّحْرِيْمَ۔	۳۹۸
قاعدہ نمبر ۱۶۱	نَفْيُ الذَّاتِ الْمَوْصُوْفَةِ قَدْ يَكُوْنُ نَفْيًا لِلصِّفَةِ دُوْنَ الذَّاتِ وَ قَدْ يَكُوْنُ لِلذَّاتِ كَذٰلِكَ۔	۳۹۹

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
قاعدہ نمبر ۱۶۲	نَفْیُ الْعَامِّ أَحْسَنُ مِنْ نَفْیِ الْخَاصِّ وَ إِثْبَاتُ الْخَاصِّ أَحْسَنُ مِنْ إِثْبَاتِ الْعَامِّ۔	۴۰۰
	و	
قاعدہ نمبر ۱۶۳	وَضْعُ الظَّاهِرِ مَوْضِعَ الْمُضْمَرِ وَ عَكْسُهُ إِنَّمَا يَكُوْنُ لِنُكْتَةٍ۔	۴۰۱
	ی	
قاعدہ نمبر ۱۶۴	يَحْصُلُ بِمَجْمُوْعِ الْمُتَرَادِفَيْنِ مَعْنًى لَا يُوْجَدُ عِنْدَ إِنْفِرَادِهِمَا	۴۰۳
قاعدہ نمبر ۱۶۵	يُسْتَدَلُّ عَلَى إِفْتِرَاقِ مَعَانِي الْحُرُوْفِ بِإِفْتِرَاقِ الْأَجْوِبَةِ عَنْهَا۔	۴۰۳
قاعدہ نمبر ۱۶۶	يُقَلَّلُ الْمُقَدَّرُ مَهْمَا أَمْكَنَ لِتَقِلَّ مُخَالَفَةُ الْأَصْلِ۔	۴۰۴

۱۲۴۸۵۳

Marfat.com

موضوعات کی ترتیب پر قواعد ایک نظر میں

قواعد	صفحہ نمبر

نزول القرآن وما يتعلق به

قاعدة: لَا يَحِلُّ الْقَوْلُ فِيْ أَسْبَابِ النُّزُوْلِ إِلَّا بِالرِّوَايَةِ وَ السَّمَاعِ مِمَّنْ شَاهَدُوْا التَّنْزِيْلَ وَ وَقِفُوْا عَلَى الْأَسْبَابِ۔	۳۵۷
قاعدة: اَلْمُقَرَّرُ فِيْ عِلْمِ الْحَدِيْثِ أَنَّ تَفْسِيْرَ الصَّحَابِيِّ الْمُتَعَلِّقَ بِسَبَبِ النُّزُوْلِ لَهٗ حُكْمُ الرَّفْعِ۔	۳۶۵
قاعدة: نُزُوْلُ الْقُرْآنِ تَارَةً يَكُوْنُ مَعَ تَقْرِيْرِ الْحُكْمِ وَ تَارَةً يَكُوْنُ قَبْلَهٗ وَالْعَكْسُ۔	۳۹۱
قاعدة: اَلْأَصْلُ عَدَمُ تَكَرُّرِ النُّزُوْلِ۔	۱۱۵
قاعدة: قَدْ يَكُوْنُ سَبَبُ النُّزُوْلِ وَاحِدًا وَ الْآيَاتُ النَّازِلَةُ مُتَفَرِّقَةً وَالْعَكْسُ۔	۳۳۰
قاعدة: إِذَا تَعَدَّدَتِ الْمَرْوِيَّاتُ فِيْ سَبَبِ النُّزُوْلِ نُظِرَ إِلَى الثُّبُوْتِ، فَاقْتُصِرَ عَلَى الصَّحِيْحِ ثُمَّ الْعِبَارَةُ فَاقْتُصِرَ عَلَى الصَّرِيْحِ، فَإِنْ تَقَارَبَ الزَّمَانُ حُمِلَ عَلَى الْجَمِيْعِ وَإِنْ تَبَاعَدَ حُكِمَ بِتَكْرَارِ النُّزُوْلِ أَوِ التَّرْجِيْحِ۔	۱۲۲

Marfat.com

قواعد	صفحہ نمبر
قاعدة: اَلْعِبْرَةُ لِعُمُوْمِ اللَّفْظِ لَا لِخُصُوْصِ السَّبَبِ۔	۲۳۰

طريقة التفسير

قاعدة: اَلتَّفْسِيْرُ إِمَّا بِنَقْلٍ ثَابِتٍ أَوْ رَأْيٍ صَائِبٍ وَ مَا سِوَاهُمَا فَبَاطِلٌ۔	۲۱۰
قاعدة: إِنَّ الْأَلْفَاظَ الْمَوْجُوْدَةَ فِي الْقُرْآنِ وَ الْحَدِيْثِ إِذَا عُرِفَ تَفْسِيْرُهَا وَ مَا أُرِيْدَ مِنْ جِهَةِ النَّبِيِّ لَمْ يَحْتَجْ فِي ذٰلِكَ إِلَى الْإِسْتِدْلَالِ بِأَقْوَالِ أَهْلِ اللُّغَةِ وَ لَا غَيْرِهِمْ۔	۲۱۲
قاعدة: أَلْفَاظُ الشَّارِعِ مَحْمُوْلَةٌ عَلَى الْمَعَانِي الشَّرْعِيَّةِ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ فَالْعُرْفِيَّةُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ فَاللُّغَوِيَّةُ۔	۲۴۵
قاعدة: فِيْ تَفْسِيْرِ الْقُرْآنِ بِمُقْتَضَى اللُّغَةِ يُرَاعَى الْمَعْنَى الْأَغْلَبُ وَالْأَشْهَرُ وَالْأَفْصَحُ دُوْنَ الشَّاذِّ أَوِ الْقَلِيْلِ۔	۳۱۰
قاعدة: قَدْ يَتَجَاذَبُ اللَّفْظَةُ الْوَاحِدَةُ الْمَعْنَى وَالْإِعْرَابَ فَيُتَمَسَّكُ بِصِحَّةِ الْمَعْنَىٰ وَ يُؤَوَّلُ لِصِحَّةِ الْإِعْرَابِ۔	۳۱۳
قاعدة: تُحْمَلُ نُصُوْصُ الْكِتَابِ عَلَى مَعْهُوْدِ الْأُمِّيِّيْنَ فِي الْخِطَابِ۔	۲۷۲
قاعدة: كُلُّ مَعْنًى مُسْتَنْبَطٍ مِنَ الْقُرْآنِ غَيْرِ جَارٍ عَلَى اللِّسَانِ الْعَرَبِيِّ فَلَيْسَ مِنْ عُلُوْمِ الْقُرْآنِ فِيْ شَيْءٍ۔	۳۴۶

القواعد اللغوية

قاعدة: صِيْغَةُ الْمُضَارِعِ بَعْدَ لَفْظَةِ "كَانَ" تَدُلُّ عَلَى كَثْرَةِ التَّكْرَارِ وَالْمُدَاوَمَةِ عَلَى ذٰلِكَ الْفِعْلِ۔	۲۹۷

Marfat.com

صفحہ نمبر	قواعد
۲۲۰	قاعدة: اَلْجُمْلَةُ الْاِسْمِيَّةُ تَدُلُّ عَلَى الدَّوَامِ وَ الثُّبُوْتِ وَ الْفِعْلِيَّةُ تَدُلُّ عَلَى التَّجَدُّدِ۔
۲۹۵	قاعدة: صِيْغَةُ التَّفْضِيْلِ قَدْ تُطْلَقُ فِي الْقُرْآنِ وَ اللُّغَةِ مُرَاداً بِهَا اَلْاِتِّصَافُ لَا تَفْضِيْلَ شَيْئٍ عَلَى شَيْئٍ۔
۲۷۴	قاعدة: تُفْهَمُ مَعَانِي الْاَفْعَالِ عَلَى ضَوْءِ مَا تَتَعَدّٰى بِهٖ۔
۲۰۹	قاعدة: اَلتَّعْقِيْبُ بِالْمَصْدَرِ يُفِيْدُ التَّعْظِيْمَ اَوِ الذَّمَّ۔
۳۶۱	قاعدة: مَافِيْ جِسْمِ الْاِنْسَانِ مِنْ اَجْزَاءٍ مُفْرَدَةٍ لَا تَتَعَدَّدُ إِذَا ضُمَّ إِلَيْهَا مِثْلُهَا جَازَ فِيْهَا ثَلَاثَةُ اَوْجُهٍ، اَلْاَوَّلُ: اَلْجَمْعُ وَ هُوَ الْاَكْثَرُ وَ الْاَفْصَحُ اَلثَّانِيْ: اَلتَّثْنِيَةُ اَلثَّالِثُ: اَلْاِفْرَادُ۔

وجوه المخاطبات

صفحہ نمبر	قواعد
۳۷۴	قاعدة: مِنْ شَاْنِ الْعَرَبِ اَنْ تَبْتَدِئَ الْكَلَامَ فِيْ اُسْلُوْبٍ وَتَنْتَقِلَ إِلٰى اُسْلُوْبٍ آخَرَ تَجْدِيْدًا لِنَشَاطِهٖ وَ ذٰلِكَ يُسَمّٰى اِلْتِفَاتًا۔
۲۹۳	قاعدة: سَبِيْلُ الْوَاجِبَاتِ اَلْاِتْيَانُ بِالْمَصْدَرِ مَرْفُوْعًا وَسَبِيْلُ الْمَنْدُوْبَاتِ اَلْاِتْيَانُ بِالْمَصْدَرِ مَنْصُوْبًا۔
۲۳۸	قاعدة: اَلْعَرَبُ قَدْ تُعَلِّقُ الْاَمْرَ بِزَائِلٍ وَ الْمُرَادُ بِهِ التَّابِيْدُ۔
۳۲۵	قاعدة: قَدْ يَرِدُ الْخِطَابُ بِالشَّيْءِ فِي الْقُرْآنِ عَلَى اِعْتِقَادِ الْمُخَاطَبِ دُوْنَ مَا فِيْ نَفْسِ الْاَمْرِ۔

Marfat.com

قواعد	صفحہ نمبر
قاعدة: مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ التَّعْبِيْرُ عَنِ الْمَاضِيْ بِالْمُضَارِعِ لِإِفَادَةِ تَصْوِيْرِ الْحَالِ الْوَاقِعِ عِنْدَ حُدُوْثِ الْحَدَثِ۔	۳۷۲
قاعدة: مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ أَنْ تُعَبِّرَ بِالْمَاضِيْ عَنِ الْمُسْتَقْبَلِ تَنْبِيْهاً عَلَى تَحَقُّقِ الْوُقُوْعِ۔	۳۸۳
قاعدة: مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ إِذَا خَاطَبَتْ إِنْسَانًا وَ ضَمَّتْ إِلَيْهِ غَائِبًا فَأَرَادَتِ الْخَبَرَ عَنْهُ، إِنْ تُغَلِّبَ الْمُخَاطَبَ فَيَخْرُجُ الْخَبَرُ عَنْهُمَا عَلَى وَجْهِ الْخِطَابِ۔	۳۷۰
قاعدة: مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ إِضَافَةُ الْفِعْلِ إِلٰى مَنْ وُجِدَ مِنْهُ وَإِنْ كَانَ مُسَبِّبُهُ غَيْرَ الَّذِيْ وُجِدَ مِنْهُ أَحْيَانًا وَ أَحْيَانًا إِلٰى مُسَبِّبِهِ وَإِنْ كَانَ الَّذِيْ وُجِدَ مِنْهُ الْفِعْلُ غَيْرَهُ۔	۳۸۷
قاعدة: مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ تَحْوِيْلُ الْفِعْلِ عَنْ مَوْضِعِهِ إِذَا كَانَ الْمُرَادُ بِهِ مَعْلُوْمًا۔	۳۸۵
قاعدة: مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ أَنْ تُخْبِرَ عَنْ غَيْرِ الْعَاقِلِ بِخَبَرِ الْعَاقِلِ إِذَا نَسَبَتْ إِلَيْهِ شَيْئًا مِنْ أَفْعَالِ الْعُقَلَاءِ۔	۳۷۸
قاعدة: مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ أَنْ تُدْخِلَ الْأَلِفَ وَاللَّامَ فِيْ خَبَرِ مَا وَالَّذِيْ إِذَا كَانَ الْخَبَرُ عَنْ مَعْهُوْدٍ قَدْ عَرَفَهُ الْمُخَاطِبُ وَ الْمُخَاطَبُ وَ إِنَّمَا يَأْتِيْ بِغَيْرِ الْأَلِفِ وَ اللَّامِ إِذَا كَانَ الْخَبَرُ عَنْ مَجْهُوْلٍ غَيْرِ مَعْهُوْدٍ وَ لَا مَقْصُوْدٍ قَصْدَ شَيْءٍ بِعَيْنِهِ۔	۳۷۹

Marfat.com

قواعد	صفحہ نمبر
قاعدة: اَلْعَرَبُ قَدْ تُخْرِجُ الْكَلَامَ مَخْرَجَ الْأَمْرِ ومَعْنَاهُ الْجَزَاءُ۔	۲۳۸
قاعدة: قَدْ يَرِدُ اللَّفْظُ فِي الْقُرْآنِ مُتَّصِلاً بِالْآخَرِ وَالْمَعْنىٰ عَلَى خِلَافٍ۔	۳۳۴
قاعدة: اَلْعَرَبُ إِذَا افْتَخَرَتْ قَدْ تُخْرِجُ الْخَبَرَ مَخْرَجَ الْخَبَرِ عَنِ الْجَمَاعَةِ وَإِنْ كَانَ مَا افْتَخَرَتْ بِهِ مِنْ فِعْلِ وَاحِدٍ مِنْهُمْ۔	۲۳۵
قاعدة: مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ إِضَافَةُ أَفْعَالِ الْأَسْلَافِ إِلَى الْأَبْنَاءِ وَخِطَابِ الْأَبْنَاءِ وَإِضَافَةُ الْفِعْلِ إِلَيْهِمْ وَهُوَ لِآبَائِهِمْ۔	۳۷۱
قاعدة: مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ إِذَا تَطَاوَلَتْ صِفَةُ الْوَاحِدِ الْاِعْتِرَاضُ بِالْمَدْحِ وَ الذَّمِ بِالنَّصْبِ أَحْيَانًا وَ بِالرَّفْعِ أَحْيَانًا۔	۳۲۹
قاعدة: مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ أَنْ تَذْكُرَ شَيْئًا مِنَ الْوَاحِدِ أَوِ التَّثْنِيَةِ أَوِ الْجَمْعِ وَ الْمُرادُ غَيْرُه كَمَا تُخَاطِبُ الْوَاحِدَ وَ تُرِيْدُ غَيْرَهُ۔	۳۸۵
قاعدة: مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ إِذَا أَرَادَتْ بَيَانَ الْوَعْدِ أَوِ الْوَعِيْدِ عَلَى فِعْلٍ أَنْ تُخْرِجَ أَسْمَاءَ أَهْلِهِ بِذِكْرِ الْجَمِيْعِ أَوِ الْوَاحِدِ دُوْنَ الْاِثْنَيْنِ إِلَّا إِذَا كَانَ الْفِعْلُ إِنَّمَا يَقَعُ مِنِ اثْنَيْنِ۔	۳۶۸
قاعدة: مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ أَنْ تَسْتَكْرِهَ الْجَمْعَ بَيْنَ ثِنْتَيْنِ فِي لَفْظٍ وَاحِدٍ۔	۳۸۲

Marfat.com

قواعد	صفحہ نمبر
الإظهار والإضمار	
قاعدة: وَضْعُ الظَّاهِرِ مَوْضِعَ الْمُضْمَرِ وَعَكْسُهُ إِنَّمَا يَكُوْنُ لِنُكْتَةٍ۔	۴۰۱
قاعدة: إِعَادَةُ الظَّاهِرِ بِمَعْنَاهُ أَحْسَنُ مِنْ إِعَادَتِهِ بِلَفْظِهِ وَإِعَادَتُهُ ظَاهِرًا بَعْدَ الطُّوْلِ أَحْسَنُ مِنَ الْإِضْمَارِ۔	۱۶۸
قاعدة: مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ أَنْ يُضْمِرُوْا لِكُلِّ مُعَايَنٍ نَكِرَةً كَانَ أَوْ مَعْرِفَةً هٰذَا وَهٰذِهِ۔	۳۸۵
قاعدة: كُلُّ فِعْلٍ لِلّٰهِ تَعَالٰى مَذْكُوْرٌ فِي الْقُرْآنِ فَإِنَّهُ يَصِحُّ فِيْهِ إِضْمَارُ لَفْظِ الْجَلَالَةِ "الله" وَإِنْ لَمْ يَسْبِقْ ذِكْرُهُ لِتَعَيُّنِهِ فِي الْعُقُوْلِ۔	۳۴۳
قاعدة: إِذَا اسْتُدِلَّ بِالْفِعْلِ لِشَيْئَيْنِ وَهُوَ فِي الْحَقِيْقَةِ لِأَحَدِهِمَا يُقَدَّرُ لِلْآخَرِ فِعْلٌ يُنَاسِبُهُ عَلَى الْأَصَحِّ۔	۱۳۶
الزيادة والحذف والتقرير	
قاعدة: لَا زَائِدَ فِي الْقُرْآنِ۔	۳۵۰
قاعدة: زِيَادَةُ الْمَبْنٰى تَدُلُّ عَلٰى زِيَادَةِ الْمَعْنٰى (قُوَّةُ اللَّفْظِ لِقُوَّةِ الْمَعْنٰى)۔	۲۸۷
قاعدة: يَحْصُلُ بِمَجْمُوْعِ الْمُتَرَادِفَيْنِ مَعْنًى لَا يُوْجَدُ عِنْدَ اِنْفِرَادِهِمَا	۴۰۳
قاعدة: كُلُّ حَرْفٍ زِيْدَ فِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ لِلتَّاكِيْدِ فَهُوَ قَائِمٌ مَقَامَ إِعَادَةِ الْجُمْلَةِ مَرَّةً أُخْرٰى۔	۳۴۱

Marfat.com

قواعد	صفحہ نمبر
قاعدة: اَلْعَرَبُ تَحْذِفُ مَا كَفَى مِنْهُ الظَّاهِرُ فِي الْكَلَامِ إِذَا لَمْ تَشُكَّ فِي مَعْرِفَةِ السَّامِعِ مَكَانَ الْحَذْفِ۔	۲۳۶
قاعدة: اَلْغَالِبُ فِي الْقُرْآنِ وَ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ أَنَّ الْجَوَابَ الْمَحْذُوفَ يُذْكَرُ قَبْلَهُ مَا يَدُلُّ عَلَيْهِ۔	۲۴۴
قاعدة: مَتٰى جَاءَتْ "بَلٰى أَوْ نَعَمْ" بَعْدَ كَلَامٍ يَتَعَلَّقُ بِهَا الْجَوَابُ وَلَيْسَ قَبْلَهَا مَا يَصْلَحُ أَنْ يَكُوْنَ جَوَابًا لَهُ فَاعْلَمْ أَنَّ هُنَاكَ سُوَالًا مُقَدَّراً لَفْظُهُ لَفْظُ الْجَوَابِ۔	۳۶۲
قاعدة: إِذَا كَانَ ثُبُوْتُ شَيْءٍ أَوْ نَفْيُهُ يَدُلُّ عَلَى ثُبُوْتِ آخَرَ أَوْ نَفْيِهِ فَالْأَوْلىٰ اَلْاِقْتِصَارُ عَلَى الدَّالِ مِنْهَا فَإِنْ ذُكِرَا فَالْأَوْلىٰ تَأْخِيْرُ الدَّالِ۔	۱۵۶
قاعدة: حَذْفُ جَوَابِ الشَّرْطِ يَدُلُّ عَلَى تَعْظِيْمِ الْأَمْرِ وَ شِدَّتِهِ فِي مَقَامَاتِ الْوَعِيْدِ۔	۲۸۴
قاعدة: قَدْيَقْتَضِي الْكَلَامُ ذِكْرَ شَيْئَيْنِ فَيُقْتَصَرُ عَلَى أَحَدِهِمَا لِأَنَّهُ هُوَ الْمَقْصُوْدُ۔	۳۳۵
قاعدة: قَدْ يَقْتَضِي الْمَقَامُ ذِكْرَ شَيْئَيْنِ بَيْنَهُمَا تَلَازُمٌ وَ اِرْتِبَاطٌ فَيُكْتَفىٰ بِأَحَدِهِمَا عَنِ الْآخَرِ۔	۳۲۷
قاعدة: لَا يُقَدَّرُ مِنَ الْمَحْذُوْفَاتِ إِلَّا أَفْصَحُهَا أَوْ أَشَدُّهَا مُوَافَقَةً لِلْغَرَضِ۔	۳۵۴

Marfat.com

قواعد	صفحہ نمبر
قاعدة: يُقَلَّلُ الْمُقَدَّرُ مَهْمَا أَمْكَنَ لِتَقِلَّ مُخَالَفَةُ الْأَصْلِ۔	۴۰۴

التقديم والتأخير

قاعدة: اَلتَّقَدُّمُ فِي الذِّكْرِ لَا يَعْنِي التَّقَدُّمَ فِي الْوُقُوْعِ وَ الْحُكْمِ۔	۲۱۳

الأدوات التي يحتاج إليها المفسر

قاعدة: كُلُّ حَرْفٍ لَهُ مَعْنًى مُتَبَادِرٌ ثُمَّ اسْتُعْمِلَ فِي غَيْرِهٖ فَإِنَّهُ لَا يُتْرَكُ ذٰلِكَ الْمَعْنَى الْمُتَبَادِرُ بِالْكُلِّيَّةِ بَلْ يَبْقٰى فِيْهِ رَائِحَةٌ مِنْهُ وَيُلَاحَظُ مَعَهُ۔	۳۴۲
قاعدة: يُسْتَدَلُّ عَلَى اِفْتِرَاقِ مَعَانِي الْحُرُوْفِ بِافْتِرَاقِ الْأَجْوِبَةِ عَنْهَا۔	۴۰۳
قاعدة: لِكُلِّ حَرْفٍ مِنْ حُرُوْفِ الْمَعَانِيْ وَجْهٌ هُوَ أَوْلٰى بِهٖ مِنْ غَيْرِهٖ فَلَا يَجُوْزُ تَحْوِيْلُ ذٰلِكَ عَنْهُ إِلٰى غَيْرِهٖ إِلَّا بِحُجَّةٍ۔	۳۵۸
قاعدة: إِذَا جَاءَتْ "مِنْ" قَبْلَ الْمُبْتَدَاءِ أَوِ الْفَاعِلِ أَوِ الْمَفْعُوْلِ فَهِيَ لِتَاكِيْدِ النَّفْيِ وَ زِيَادَةِ التَّنْكِيْرِ وَالتَّنْصِيْصِ فِي الْعُمُوْمِ۔	۱۴۱
قاعدة: إِذَا دَخَلَتْ "قَدْ" عَلَى الْمُضَارِعِ الْمُسْنَدِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَهِيَ لِلتَّحْقِيْقِ دَائِمًا۔	۱۵۱
قاعدة: إِذَا دَخَلَتِ الْأَلِفُ وَاللَّامُ عَلَى اسْمٍ مَوْصُوْفٍ اقْتَضَتْ أَنَّهُ أَحَقُّ بِتِلْكَ الصِّفَةِ مِنْ غَيْرِهٖ۔	۱۴۹

Marfat.com

قواعد	صفحہ نمبر
قاعدة: اَلْاِسْمُ الْمَوْصُوْلُ يُفِيْدُ عِلِّيَّةَ الْحُكْمِ۔	۱۷۳
الضمائر	
قاعدة: إِذَا كَانَ فِيْ الْآيَةِ ضَمِيْرٌ يُحْتَمَلُ عَوْدُه إِلىٰ أَكْثَرَ مِنْ مَذْكُوْرٍ وَ أَمْكَنَ الْحَمْلُ عَلَى الْجَمِيْعِ حُمِلَ عَلَيْهِ۔	۱۵۶
قاعدة: إِذَا وَرَدَ مُضَافٌ وَ مُضَافٌ إِلَيْهِ وَ جَاءَ بَعْدَهُمَا ضَمِيْرٌ فَالْأَصْلُ عَوْدُهُ لِلْمُضَافِ۔	۱۶۲
قاعدة: قَدْ يَجِيْءُ الضَّمِيْرُ مُتَّصِلاً بِشَيْءٍ وَهُوَ لِغَيْرِهٖ عَائِدًا عَلَى مُلَابِسِ مَا هُوَ لَهٗ۔	۳۱۶
قاعدة: إِذَا اجْتَمَعَ فِي الضَّمَائِرِ مُرَاعَاةُ اللَّفْظِ وَالْمَعْنَى بُدِءَ بِاللَّفْظِ ثُمَّ بِالْمَعْنَى۔	۱۳۳
قاعدة: قَدْ يُذْكَرُ شَيْئَانِ وَ يَعُوْدُ الضَّمِيْرُ عَلَى أَحَدِهِمَا إِكْتِفَاءً بِذِكْرِهٖ عَنِ الآخَرِ مَعَ كَوْنِ الْجَمِيْعِ مَقْصُوْدًا۔	۳۲۱
قاعدة: قَدْ يُثَنَّى الضَّمِيْرُ مَعَ كَوْنِهٖ عَائِدًا عَلَى أَحَدِ الْمَذْكُوْرَيْنِ دُوْنَ الْآخَرِ۔	۳۱۵
قاعدة: ضَمِيْرُ الْغَائِبِ قَدْ يَعُوْدُ عَلَى غَيْرِ مَلْفُوْظٍ بِهٖ كَالَّذِيْ يُفَسِّرُهٗ سِيَاقُ الْكَلَامِ۔	۲۹۸
قاعدة: إِذَا تَعَدَّدَتِ الْجُمَلُ وَ جَاءَ بَعْدَهَا ضَمِيْرُ جَمْعٍ فَهُوَ رَاجِعٌ إِلىٰ جَمِيْعِهَا فَإِنْ كَانَ مُفْرَدًا اُخْتُصَّ بِالْأَخِيْرَةِ۔	۱۳۹

Marfat.com

قواعد	صفحہ نمبر
قاعدة: إِذَا تَعَاقَبَتِ الضَّمَائِرُ فَالْأَصْلُ أَنْ يَتَّحِدَ مَرْجِعُهَا۔	۱۴۷

الأسماء فی القرآن

قاعدة: إِذَا كَانَ لِلْإِسْمِ الْوَاحِدِ عِدَّةُ مَعَانٍ حُمِلَ فِيْ كُلِّ مَوْضِعٍ مَا يَقْتَضِيْهِ ذٰلِكَ السِّيَاقُ۔	۱۵۷
قاعدة: بَعْضُ الْأَسْمَاءِ الْوَارِدَةِ فِي الْقُرْآنِ إِذَا أُفْرِدَ دَلَّ عَلَى الْمَعْنَى الْعَامِّ الْمُنَاسِبِ لَه وَإِذَا قُرِنَ مَعَ غَيْرِهِ دَلَّ عَلَى بَعْضِ الْمَعْنَى وَ دَلَّ مَا قُرِنَ مَعَهُ عَلَى بَاقِيْهِ۔	۲۶۷

العطف

قاعدة: عَطْفُ الْعَامِّ عَلَى الْخَاصِّ يَدُلُّ عَلَى التَّعْمِيْمِ وَعَلَى أَهَمِّيَّةِ الْأَوَّلِ۔	۳۰۲
قاعدة: عَطْفُ الْخَاصِّ عَلَى الْعَامِّ التَّنْبِيْهُ عَلَى فَضْلِهِ حَتّٰى كَأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ جِنْسِ الْعَامِّ تَنْزِيْلًا لِلتَّغَايُرِ فِي الْوَصْفِ مَنْزِلَةَ التَّغَايُرِ فِي الذَّاتِ۔	۳۰۰
قاعدة: عِنْدَ عَطْفِ صِفَةٍ عَلَى صِفَةٍ لِمَوْصُوْفٍ وَاحِدٍ فَالْأَفْصَحُ فِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ تَرْكُ إِدْخَالِ الْوَاوِ وَإِذَا أُرِيْدَ بِالْوَصْفِ الثَّانِيْ مَوْصُوْفٌ آخَرُ غَيْرُ الْأَوَّلِ أُدْخِلَتِ الْوَاوُ۔	۳۰۸

Marfat.com

قواعد	صفحہ نمبر
قاعدة: اَلشَّیْءُ الْوَاحِدُ إِذَا ذُکِرَ بِصِفَتَیْنِ مُخْتَلِفَتَیْنِ جَازَ عَطْفُ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى تَنْزِیْلاً لِتَغَایُرِ الصِّفَاتِ بِمَنْزِلَةِ تَغَایُرِ الذَّوَاتِ۔	۲۲۴
قاعدة: اَلْعَطْفُ یَقْتَضِیْ الْمُغَایَرَةَ بَیْنَ الْمَعْطُوْفِ وَ الْمَعْطُوْفِ عَلَیْهِ مَعَ اِشْتِرَاکِهِمَا فِی الْحُکْمِ الَّذِیْ ذُکِرَ لَهُمَا۔	۲۴۰
قاعدة: عَطْفُ الْجُمْلَةِ الْإِسْمِیَّةِ عَلَى الْفِعْلِیَّةِ یُفِیْدُ الدَّوَامَ وَ الثُّبَاتَ۔	۲۹۹
قاعدة: مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ اَلْعَطْفُ بِالْکَلَامِ عَلَى مَعْنًى نَظِیْرٌ لَهُ قَدْ تَقَدَّمَهُ وَإِنْ خَالَفَ لَفْظُهُ لَفْظَهُ۔	۳۷۳
والوصف	
قاعدة: کُلُّ مَا کَانَ مِنَ الْأَوْصَافِ أَبْعَدَ مِنْ بِنْیَةِ الْفِعْلِ فَهُوَ أَبْلَغُ۔	۳۴۵
قاعدة: اَلصِّفَةُ إِذَا وَقَعَتْ لِلنَّکِرَةِ فَهِیَ مُخَصِّصَةٌ وَإِنْ جَاءَتْ لِلْمَعْرِفَةِ فَهِیَ مُوَضِّحَةٌ۔	۲۲۸
قاعدة: اَلْأَوْصَافُ الْمُخْتَصَّةُ بِالْإِنَاثِ إِنْ أُرِیْدَ بِهَا الْفِعْلُ لَحِقَهَا اَلتَّاءُ وَإِنْ أُرِیْدَ بِهَا الْقُوَّةُ جُرِّدَتْ مِنَ التَّاءِ۔	۲۰۳
قاعدة: جَمِیْعُ أَوْزَانِ الصِّفَةِ الْمُشَبَّهَةِ بِاسْمِ الْفَاعِلِ إِنْ قُصِدَ بِهَا الْحُدُوْثُ وَالتَّجَدُّدُ جَاءَتْ عَلَى وَزْنِ "فَاعِلٌ" مُطْلَقًا وَإِنْ لَمْ یُقْصَدِ الْحُدُوْثُ وَالتَّجَدُّدُ بَقِیَ عَلَى أَصْلِهِ۔	۲۷۹

Marfat.com

قواعد	صفحہ نمبر
قاعدة: اَلْاَصْلُ فِیْ صِفَاتِ الْمَدْحِ اَنْ یُنْقَلَ فِیْهَا مِنَ الْاَدْنیٰ اِلیٰ الْاَعْلیٰ وَ صِفَاتُ الذَّمِ بِعَکْسِ ذٰلِكَ۔	۱۹۰
التوکید	
قاعدة: اَلتَّوْکِیْدُ یَنْفِیْ اِحْتِمَالَ الْمَجَازِ۔	۲۱۹
قاعدة: کُلَّمَا عَظُمَ الْاِهْتِمَامُ کَثُرَ التَّاکِیْدُ۔	۳۴۹
قاعدة: اَلْاَصْلُ اَنَّ الْکَلَامَ یُؤَکَّدُ اِذَا کَانَ الْمُخَاطَبُ مُنْکِرًا اَوْ مُتَرَدِّداً وَ یَتَفَاوَتُ التَّاکِیْدُ بِحَسْبِ قُوَّةِ الْاِنْکَارِ وَ ضُعْفِهٖ۔۔۔ وَ قَدْ یُؤَکَّدُ وَالْمُخَاطَبُ غَیْرُ مُنْکِرٍ لِعَدَمِ جَرْیِهٖ عَلٰی مُقْتَضیٰ اِقْرَارِهٖ فَیُنَزَّلُ مَنْزِلَةَ الْمُنْکِرِ۔۔۔ وَ قَدْ یُتْرَكُ التَّاکِیْدُ مَعَ اِنْکَارِ الْمُخَاطَبِ لِوُجُوْدِ اَدِلَّةٍ ظَاهِرَةٍ لَوْ تَاَمَّلَهَا لَرَجَعَ عَنِ الْاِنْکَارِ۔	۱۸۱
الترادف	
قاعدة: مَهْمَا اَمْکَنَ حَمْلُ اَلْفَاظِ الْقُرْآنِ عَلٰی عَدَمِ التَّرَادُفِ فَهُوَ الْمَطْلُوْبُ۔	۳۸۸
قاعدة: قَدْ یَخْتَلِفُ اللَّفْظَانِ الْمُعَبَّرُ بِهِمَا عَنِ الشَّیْءِ الْوَاحِدِ فَیُسْتَمْلَحُ ذِکْرُهُمَا عَلٰی وَجْهِ التَّاکِیْدِ۔	۳۲۰
القسم فی القرآن	
قاعدة: لَا یَکُوْنُ الْقَسَمُ اِلَّا بِاِسْمٍ مُعَظَّمٍ۔	۳۵۴

Marfat.com

قواعد	صفحہ نمبر

الأمر والنهی

قاعدة: اَلْاَمْرُ الْمُطْلَقُ يَقْتَضِى الْوُجُوْبَ إِلَّا لِصَارِفٍ۔ ۱۹۵
قاعدة: اَلْاَمْرُ بِالشَّيْءِ يَسْتَلْزِمُ النَّهْىَ عَنْ ضِدِّهٖ۔ ۱۹۸
قاعدة: إِذَا عُلِّقَ الْاَمْرُ عَلَى شَرْطٍ أَوْ صِفَةٍ فَإِنَّه يَقْتَضِى التَّكْرَارَ۔ ۱۵۴
قاعدة: اَلْاَمْرُ الْوَارِدُ بَعْدَ الْحَظْرِ يَعُوْدُ حُكْمُه إِلٰى حُكْمِهٖ قَبْلَ الْحَظْرِ۔ ۱۱۹
قاعدة: اَلْاَمْرُ الْمُعَلَّقُ عَلَى اِسْمٍ هَلْ يَقْتَضِى الْاِقْتِصَارَ عَلَى أَوَّلِهٖ۔ ۱۹۶
قاعدة: اَلْاَمْرُ بِوَاحِدٍ مُبْهَمٍ مِنْ أَشْيَاءٍ مُخْتَلِفَةٍ مُعَيَّنَةٍ هَلْ يُوْجِبُ وَاحِدًا مِنْهَا عَلَى اِسْتِوَاءٍ۔ ۱۹۹
قاعدة: اَلْاَمْرُ لِجَمَاعَةٍ يَقْتَضِى وُجُوْبَه عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ إِلَّا لِدَلِيْلٍ۔ ۲۰۱
قاعدة: جِنْسُ فِعْلِ الْمَامُوْرِ بِهٖ أَعْظَمُ مِنْ جِنْسِ تَرْكِ الْمَنْهِىِّ عَنْهُ وَجِنْسُ تَرْكِ الْمَامُوْرِ بِهٖ أَعْظَمُ مِنْ جِنْسِ فِعْلِ الْمَنْهِىِّ عَنْهُ كَمَا أَنَّ مَثُوْبَةَ أَدَاءِ الْوَاجِبَاتِ أَعْظَمُ مِنْ مَثُوْبَةِ تَرْكِ الْمُحَرَّمَاتِ وَ الْعُقُوْبَةَ عَلَى تَرْكِ الْوَاجِبَاتِ أَعْظَمُ مِنَ الْعُقُوْبَةِ عَلَى فِعْلِ الْمُحَرَّمَاتِ۔ ۲۸۳

Marfat.com

قواعد	صفحہ نمبر
قاعدة: اَلنَّهْيُ عَنِ اللَّازِمِ أَبْلَغُ فِى الدَّلَالَةِ عَلَى النَّهْى عَنِ الْمَلْزُوْمِ فِى النَّهْى عَنْهُ اِبْتِدَاء۔	۲۶۴
قاعدة: اِيْرَادُ الْاِنْشَاءِ بِصِيْغَةِ الْخَبرِ اَبْلَغُ مِنْ اِيْرَادِهٖ بِصِيْغَةِ الْاِنْشَاءِ۔	۲۶۶

النفی

قواعد	صفحہ نمبر
قاعدة: نَفْيُ الْعَامِّ أَحْسَنُ مِنْ نَفْيِ الْخَاصِّ وَ اِثْبَاتُ الْخَاصِّ أَحْسَنُ مِنْ اِثْبَاتِ الْعَامِّ۔	۴۰۰
قاعدة: نَفْيُ الْاَدْنىٰ اَبْلَغُ مِنْ نَفْيِ الْاَعْلىٰ۔	۳۹۳
قاعدة: اَلْعَرَبُ إِذَا جَاءَتْ بَيْنَ الْكَلَامَيْنِ بِجَحْدَيْنِ كَانَ الْكَلَامُ إِخْبَارًا۔	۲۳۵
قاعدة: نَفْيُ الْاِسْتِطَاعَةِ قَدْ يُرَادُ بِهٖ نَفْيُ الْقُدْرَةِ وَ الْاِمْكَانِ وَ قَدْ يُرَادُ بِهٖ نَفْيُ الْاِمْتِنَاعِ وَقَدْ يُرَادُ بِهٖ الْوُقُوْعُ بِمَشَقَّةٍ وَ كُلْفَةٍ۔	۳۹۴
قاعدة: كُلُّ أَمْرٍ قَدْ عُلِّقَ بِمَا لَا يَكُوْنُ فَقَدْ نُفِيَ كَوْنُه عَلَى أَبْعَدِ الْوُجُوْهِ۔	۳۴۰
قاعدة: قَدْ يَرِدُ نَفْيُ الشَّيْءِ مُقَيَّدًا وَالْمُرَادُ نَفْيُهُ مُطْلَقًا مُبَالَغَةً فِي النَّفْيِ وَتَاكِيْدًا لَهُ۔	۳۲۶
قاعدة: نَفْيُ التَّفْضِيْلِ لَا يَسْتَلْزِمُ نَفْيَ الْمُسَاوَاةِ۔	۳۹۶

Marfat.com

قواعد	صفحہ نمبر
قاعدة: نَفْيُ الْحِلِّ يَسْتَلْزِمُ التَّحْرِيْمَ۔	۳۹۸
قاعدة: قَدْ يُنْفَى الشَّيْءُ فِي الْقُرْآنِ رَأْسًا وَ إِنْ كَانَتْ صُوْرَتُهُ مَوْجُوْدَةً لِعَدَمِ كَمَالِ وَصْفِهِ أَوْ لِانْتِفَاءِ ثَمْرَتِهِ۔	۳۳۲
قاعدة: نَفْيُ الذَّاتِ الْمَوْصُوْفَةِ قَدْ يَكُوْنُ نَفْيًا لِلصِّفَةِ دُوْنَ الذَّاتِ وَ قَدْ يَكُوْنُ لِلذَّاتِ كَذٰلِكَ۔	۳۹۹
قاعدة: اَلنَّفْيُ الْمَقْصُوْدُ بِهِ الْمَدْحُ لَا بُدَّ مِنْ أَنْ يَكُوْنَ مُتَضَمِّنًا لِإِثْبَاتِ كَمَالِ ضِدِّهِ۔	۲۵۴
الاستفهام	
قاعدة: اَلْإِسْتِفْهَامُ عَقِيْبَ ذِكْرِ الْمَعَايِبِ أَبْلَغُ مِنَ الْأَمْرِ بِتَرْكِهَا۔	۱۷۰
قاعدة: إِسْتِفْهَامُ الْإِنْكَارِ يَكُوْنُ مُضَمَّنًا مَعْنَى النَّفْيِ۔	۱۶۸
قاعدة: كُلَّمَا أَخْبَرَ اللّٰهُ بِلَفْظِ كَيْفَ عَنْ نَفْسِهِ فَهُوَ اسْتِخْبَارٌ عَلَى طَرِيْقِ التَّنْبِيْهِ لِلْمُخَاطَبِ أَوِ التَّوْبِيْخِ۔	۱۳۵
قاعدة: إِذَا دَخَلَتْ هَمْزَةُ الْإِسْتِفْهَامِ عَلَى رَأَيْتَ إِمْتَنَعَ أَنْ تَكُوْنَ مِنْ رُؤْيَةِ الْبَصَرِ أَوْ رُؤْيَةِ الْقَلْبِ وَ صَارَ بِمَعْنَى أَخْبِرْنِيْ۔	۱۵۲
قاعدة: إِذَا دَخَلَ حَرْفُ الْإِسْتِفْهَامِ عَلَى فِعْلِ التَّرَجِّيْ أَفَادَ تَقْرِيْرَ مَا هُوَ مُتَوَقَّعٌ وَأَشْعَرَ بِأَنَّهُ كَائِنٌ۔	۱۴۸

Marfat.com

قواعد	صفحہ نمبر
قاعدۃ: جَمِيْعُ الْأَسْئِلَةِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِتَوْحِيْدِ الرُّبُوْبِيَّةِ اِسْتِفْهَامَاتُ تَقْرِيْرٍ۔	۲۷۶
العام والخاص	
قاعدۃ: كُلُّ اِسْمٍ مَعْرِفَةٍ ذِيْ أَفْرَادٍ يُفِيْدُ الْعُمُوْمَ۔	۳۳۸
قاعدۃ: إِذَا وَقَعَتِ النَّكِرَةُ فِيْ سِيَاقِ النَّفْيِ أَوِ النَّهْيِ أَوِ الشَّرْطِ أَوِ الْاِسْتِفْهَامِ دَلَّتْ عَلَى الْعُمُوْمِ۔	۱۶۳
قاعدۃ: اَلنَّكِرَةُ فِيْ سِيَاقِ الْاِثْبَاتِ لَا تَعُمُّ إِلَّا إِذَا أُضِيْفَ إِلَيْهَا كُلٌّ أَوْ كَانَتْ فِيْ سِيَاقِ الْاِمْتِنَانِ۔	۲۶۲
قاعدۃ: اَلْفِعْلُ فِيْ سِيَاقِ النَّفْيِ وَ مَا فِيْ مَعْنَاهُ يُفِيْدُ الْعُمُوْمَ۔	۲۴۷
المطلق والمقید	
قاعدۃ: اَلْأَصْلُ إِبْقَاءُ الْمُطْلَقِ عَلَى إِطْلَاقِهٖ حَتّٰى يَرِدَ مَا يُقَيِّدُهُ۔	۱۸۰
قاعدۃ: اَلْمُطْلَقُ يُحْمَلُ عَلَى الْكَامِلِ۔	۲۵۴
قاعدۃ: اَلْإِطْلَاقُ يَقْتَضِي الْمُسَاوَاةَ۔	۱۹۱
المنطوق والمفہوم	
قاعدۃ: إِذَا رَتَّبَ الشَّارِعُ الْحُكْمَ عَلَى وَصْفٍ مُنَاسِبٍ فَإِنَّ ذٰلِكَ يَدُلُّ عَلَى أَنَّ ثُبُوْتَهُ لِأَجْلِهٖ۔	۱۵۳

Marfat.com

صفحہ نمبر	قواعد
۲۲۱	قاعدة: اَلْحُكْمُ الْمُعَلَّقُ عَلَى وَصْفٍ يَقْوَىٰ بِقُوَّتِهِ وَ يَنْقُصُ بِنَقْصِهٖ۔
۲۸۵	قاعدة: حَيْثُ وَقَعَتْ "إِذْ" بَعْدَ "أُذْكُرْ" فَالْمُرَادُ بِهٖ الْأَمْرُ بِالنَّظْرِ إِلَىٰ مَا اشْتَمَلَ عَلَيْهِ ذٰلِكَ الزَّمَانُ لِغَرَابَةِ مَا وَقَعَ فِيْهِ فَهُوَ جَدِيْرٌ بِأَنْ يُنْظَرَ فِيْهِ۔
۲۲۲	قاعدة: اَلشَّرْطُ لَا يَقْتَضِيْ جَوَازَ الْوُقُوْعِ۔
۲۱۸	قاعدة: اَلتَّنْصِيْصُ عَلَى الشَّيْءِ لَا يَلْزَمُ مِنْهُ النَّفْيُ عَمَّا عَدَاهُ۔
۱۹۲	قاعدة: اَلْاِقْتِرَانُ الْوَارِدُ فِي الْقُرْآنِ بَيْنَ بَعْضِ الْأَسْمَاءِ الْحُسْنٰى يَدُلُّ عَلَى مَزِيْدٍ مِّنَ الْكَمَالَاتِ۔

المجمل والمبين

صفحہ نمبر	قواعد
۲۴۹	قاعدة: اَلْقُرْآنُ مُشْتَمِلٌ عَلَى أُصُوْلِ الدِّيْنِ دَلَائِلِهٖ وَ مَسَائِلِهٖ أَمَّا تَعْرِيْفُهٗ لِلْأَحْكَامِ فَأَكْثَرُهٗ كُلِّيٌّ لَا جُزْئِيٌّ۔
۲۱۱	قاعدة: اَلتَّفْسِيْرُ بَعْدَ الْإِبْهَامِ يَدُلُّ عَلَى التَّهْوِيْلِ وَ التَّعْظِيْمِ۔

موهم الاختلاف والتعارض

صفحہ نمبر	قواعد
۱۴۷	قاعدة: إِذَا اخْتَلَفَتِ الْأَلْفَاظُ وَكَانَ مَرْجِعُهَا إِلَى أَمْرٍ وَاحِدٍ لَمْ يُوجِبْ ذٰلِكَ اخْتِلَافًا۔

Marfat.com

قواعد	صفحہ نمبر
قاعدۃ: إِنَّمَا يَتَنَاقَضُ الْخَبَرَانِ اللَّذَانِ أَحَدُهُمَا نَفْيٌ وَ الْآخَرُ إِثْبَاتٌ إِذَا اسْتَوَيَا فِي الْخَبَرِ وَ الْمُخْبَرِ عَنْهُ وَ فِي الْمُتَعَلَّقِ بِهِمَا وَفِي الزَّمَانِ وَ الْمَكَانِ و فِي الْحَقِيقَةِ وَ الْمَجَازِ۔	۲۱۲
قاعدۃ: اَلْآيَاتُ الَّتِي تُوهِمُ التَّعَارُضَ يُحْمَلُ كُلُّ نَوْعٍ مِنْهَا عَلَى مَا يَلِيقُ بِهٖ وَ يُنَاسِبُ الْمَقَامَ كُلٌّ بِحَسْبِهٖ۔	۲۰۴
التکرار	
قاعدۃ: قَدْ يَرِدُ التَّكْرَارُ لِتَعَدُّدِ الْمُتَعَلَّقِ۔	۳۲۳
قاعدۃ: لَمْ يَقَعْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ تَكْرَارٌ بَيْنَ مُتَجَاوِرَيْنِ۔	۲۳۷
قاعدۃ: اَلْعَرَبُ تُكَرِّرُ الشَّيْءَ فِي الْإِسْتِفْهَامِ إِسْتِبْعَادًا لَهُ۔	۲۳۷
قاعدۃ: اَلتَّكْرِيرُ يَدُلُّ عَلَى الْإِعْتِنَاءِ۔	۲۱۵
قاعدۃ: اَلنَّكِرَةُ إِذَا تَكَرَّرَتْ دَلَّتْ عَلَى التَّعَدُّدِ بِخِلَافِ الْمَعْرِفَةِ۔	۲۵۶
قاعدۃ: إِذَا اتَّحَدَا الشَّرْطُ وَالْجَزَاءُ لَفْظًا دَلَّ عَلَى الْفَخَامَةِ۔	۱۲۰
مبهمات القرآن	
قاعدۃ: لَا يُبْحَثُ عَنْ مُبْهَمٍ أَخْبَرَ اللّٰهُ بِاسْتِئْثَارِهٖ بِعِلْمِهٖ۔	۳۵۱
قاعدۃ: اَلْأَصْلُ أَنَّ مَا أُبْهِمَ فِي الْقُرْآنِ فَلَا طَائِلَ فِي مَعْرِفَتِهٖ۔	۱۸۴

Marfat.com

قواعد	صفحہ نمبر
قاعدة: عِلْمُ الْمُبْهَمَاتِ مَوْقُوْفٌ عَلَى النَّقْلِ الْمَحْضِ وَلَا مَجَالَ لِلرَّاى فِيْهِ۔	۳۰۴

القواعد العامّة

قاعدة: كَثِيْرًا مَا تُخْتَمُ الآيَاتُ الْقُرْآنِيَّةُ بِبَعْضِ الْأَسْمَاءِ الْحُسْنىٰ لِلتَّدْلِيْلِ عَلَى أَنَّ الْحُكْمَ الْمَذْكُوْرَ لَه تَعَلُّقٌ بِذٰلِكَ الْإِسْمِ الْكَرِيْمِ۔ ۳۳۶

قاعدة: مَتىٰ عَلَّقَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عِلْمَه بِالْأُمُوْرِ بَعْدَ وُجُوْدِ ها كَانَ الْمُرَادُ بِذٰلِكَ الْعِلْمِ الَّذِىْ يَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ الْجَزَاءُ۔ ۳۶۳

قاعدة: اَلْمُحْتَرَزَاتُ فِىْ الْقُرْآنِ تَقَعُ فِىْ كُلِّ الْمَوَاضِعِ عِنْدَ الْحَاجَةِ إِلَيْهَا۔ ۲۵۲

قاعدة: جَمِيْع مَا وَرَدَ فِىْ الْقُرْآنِ حِكَايَةً عَنْ غَيْرِ أَهْلِ اللِّسَانِ مِنَ الْقُرُوْنِ الْخَالِيَةِ إِنَّمَا هُوَ مِنْ مَعْرُوْفِ مَعَانِيْهِمْ وَ لَيْسَ بِحَقِيْقَةِ أَلْفَاظِهِمْ۔ ۲۸۰

قاعدة: سَبْعَةُ أُمُوْرٍ يَنْدَفِعُ بِهَا الْإِشْكَالُ عَنِ التَّفْسِيْرِ ۲۸۸

قاعدة: إِذَا كَانَ مُتَعَلِّقُ الْخِطَابِ مَقْدُوْراً حُمِلَ عَلَيْهِ وَ إِنْ كَانَ غَيْرُ ذٰلِكَ صُرِفَ الْخِطَابُ لِثَمَرَتِهِ أَوْ سَبَبِهٖ۔ ۱۵۹

قاعدة: مَهْمَا أَمْكَنَ حَمْلُ كَلَامِ الشَّارِعِ عَلَى التَّشْرِيْعِ لَمْ يُحْمَلْ عَلَى مُجَرَّدِ الْإِخْبَارِ عَنِ الْوَاقِعِ۔ ۳۸۹

Marfat.com

قواعد	صفحہ نمبر
قاعدة: اَلتَّعَجُّبُ كَمَا يَدُلُّ عَلَى مَحَبَّةِ اللهِ الْفِعْلَ فَإِنَّه قَدْ يَدُلُّ عَلَى بُغْضِهِ أَوْ اِمْتِنَاعِهِ وَ عَدَمِ حُسْنِهِ أَوْ يَدُلُّ عَلَى حُسْنِ الْمَنْعِ مِنْهُ وَأَنَّهُ لَا يَلِيْقُ فِعْلُهُ۔	۲۰۸
قاعدة: اَلْكَلِمَةُ إِذَا اِحْتَمَلَتْ وُجُوْهًا لَمْ يَكُنْ لِأَحَدٍ صَرْفُ مَعْنَاهَا إِلٰى بَعْضِ وُجُوْهِهَا دُوْنَ بَعْضٍ إِلَّا بِحُجَّةٍ۔	۲۵۱
قاعدة: قَدْ يَحْتَمِلُ اللَّفْظُ عِدَّةَ مَعَانٍ وَ يَكُوْنُ أَحَدُهَا هُوَ الْغَالِبُ اِسْتِعْمَالًا فِي الْقُرْآنِ فَيُقَدَّمُ۔	۳۱۸
قاعدة: قَدْ يَكُوْنُ اللَّفْظُ مُحْتَمَلًا لِمَعْنَيَيْنِ فِيْ مَوْضِعٍ وَ يُعَيَّنُ فِيْ مَوْضِعٍ آخَرَ۔	۳۲۸
قاعدة: تُحْمَلُ الْآيَةُ عَلَى الْمَعْنَى الَّذِيْ اِسْتَفَاضَ النَّقْلُ فِيْهِ عَنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَإِنْ كَانَ غَيْرُهُ مُحْتَمَلًا۔	۲۷۰
قاعدة: كُلُّ مَا أَضَافَهُ اللهُ تَعَالٰى إِلٰى نَفْسِهِ فَلَهُ مِنَ الْمَزِيَّةِ وَ الْاِخْتِصَاصِ عَلٰى غَيْرِهِ مَا أَوْجَبَ لَهُ الْاِصْطِفَاءَ وَالْاِجْتِبَاءَ۔	۳۴۳
قاعدة: تَقْدِيْمُ الْعِتَابِ عَلَى الْفِعْلِ مِنَ اللهِ تَعَالٰى لَا يَدُلُّ عَلٰى تَحْرِيْمِهِ۔	۲۷۴
قاعدة: لَا يُمْتَنُّ بِمَمْنُوْعٍ۔	۳۵۶

Marfat.com

قواعد	صفحہ نمبر
قـاعـدة: اَلْاَصْلُ حَمْلُ نُصُوْصِ الْوَحْي عَلَى ظَوَاهِرِهَا إِلَّا لِدَلِيْلٍ۔	۱۸۶
قاعدة: اَلْاِيْمَانُ بِظَاهِرِ التَّنْزِيْلِ فَرْضٌ وَ مَاعَدَاهُ فَمَوْضُوْعٌ عَنَّا تَكَلُّفُ عَمَلِهِ إِذَا لَمْ تَأْتِ بِالْبَيَانِ عَنْهُ دَلَالَةٌ مِنْ كِتَابٍ أَوْخَبَرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔	۲۰۶
قـاعـدة: إِذَا جَاءَ ذِكْرُ الطَّيِّبَاتِ فِيْ مَعْرِضِ الْإِنْعَامِ فَالْمُرَادُ اَلْمُسْتَلَذَّاتُ وَ إِذَا جَاءَ فِيْ مَعْرِضِ التَّحْلِيْلِ وَ التَّحْرِيْمِ فَالْمُرَادُ اَلْحَلَالُ وَ الْحَرَامُ۔	۱۴۳

Marfat.com

Marfat.com

انتساب

میں اپنی اس حقیر سے کاوش کو اپنی والدہ محترمہ کی طرف منسوب کرتا ہوں جنہیں خدا تعالیٰ نے چاند سے اس کا حسن، پھول کی پنکھڑی سے اس کی نزاکت، بلبل سے اس کی چہکار، پائل سے اس کی جھنکار، باغوں سے اس کی بہار، مور سے اس کی چال، قدرت سے اس کا پیار، ندیوں سے اس کا سکون، آبشاروں سے ان کا ترنم، فرشتوں سے اس کی محبت، ستاروں سے ان کی ٹھنڈک، چمن سے اس کی مہک، پہاڑوں سے ان کی سختی، سمندر سے اس کی وسعت، ہیرے سے اس کی چمک، قوس وقزح سے اس کا رنگ، موسموں سے ان کا تغیر، بارش سے اس کی نغمگی لے کر ان تمام چیزوں کو جب شفقت کے کھرل میں ڈال کر پیار و محبت کے دستے سے رگڑا جو مرکب حاصل ہوا، اس کو تخلیق کے مراحل سے گذارا یوں ماں کی تکمیل ہوئی۔

اور ان تمام اساتذہ کرام کے نام جن کی تعلیم و تربیت کی بدولت اللہ سبحانہ نے مجھے لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔

اور اپنے محسن بھائیوں کی طرف جنہوں نے زندگی کے ہر موڑ پر میری خصوصی معاونت فرمائی۔

Marfat.com

تبصرہ

از ماہنامہ ''بینات''

زیر نظر کتاب فاضل نوجوان مولانا محمد نعمان صاحب کی ایک شاہکار علمی کاوش ہے۔ انہوں نے بڑی عرق ریزی اور ہزاروں صفحات کے مطالعہ کے بعد تفسیر قرآن کے سمجھنے میں ممد و معاون قواعد کو یکجا جمع کر دیا ہے۔

یہ ۱۶۶ تفسیری قواعد مختلف کتابوں میں منتشر تھے۔ سب سے زیادہ یکجا قواعد عربی کی ایک کتاب ''القواعد الحسان لتفسیر القرآن'' میں ہیں، جن کی تعداد ۷۱ تک پہنچتی ہے۔ جبکہ مؤلف موصوف نے اس موضوع کی تمام کتابوں کے مطالعہ کے بعد ۱۶۶ قواعد کو یکجا جمع کر دیا ہے۔ قواعد اکٹھے کرنے کے ساتھ ایک ایک قاعدہ کی وضاحت اور تفہیم کے لئے کئی کئی مثالیں دیں، علاوہ ازیں مثالوں کی قواعد سے تطبیق بھی دی گئی ہے، جس سے قاعدہ کا سمجھنا نہایت آسان ہو گیا ہے۔ نیز تمام قواعد باحوالہ ذکر کئے گئے ہیں۔ بلاشبہ اپنے موضوع پر اردو میں یہ پہلی کتاب ہے۔ مؤلف کا اردو دان طبقہ پر بہت بڑا احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ کتاب کا ٹائٹل اور کاغذ عمدہ ہے۔ علم دوست حضرات سے امید ہے کہ وہ اس کتاب کی قدردانی فرمائیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ/نومبر ۲۰۱۲ء)

Marfat.com

عرضِ مؤلف

بندے نے اپنی اس کاوش میں ایک سو چیاسٹھ (۱۶۶) قواعد کو جمع کیا ہے۔ ان قواعد کے لئے کس قدر محنت اور عرق ریزی کی گئی اس کا اندازہ پڑھنے سے ہوگا۔ بندے نے ان قواعد کو جمع کرنے کے لئے بیسوں کتابوں کے ہزاروں اُوراق کا مطالعہ کیا، تب جا کر یہ گوہر نایاب دستیاب ہوئے۔ ان میں سے بعض قواعد ایسے بھی ہیں جو بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ موجود نہیں تھے بلکہ وہ طویل عبارت کی صورت میں تھے، یا مبہم اور غیر واضح الفاظ میں تھے، جن میں جامعیت اور اختصار نہیں تھا، تو بندے نے اسے اپنے الفاظ میں ایک قاعدے کی صورت میں بیان کیا۔ ہر قاعدے کو اعراب شدہ نقل کر کے پھر اس کا خلاصہ، تشریح اور قرآنی اَمثلہ پر اس کی تطبیق ذکر کی، ہر قاعدے کے لئے کوشش رہی کہ کم از کم قرآن کریم سے تین مثالیں نقل کی جائیں، ہر قاعدے کے لئے قرآنی آیات کی صورت میں اَمثلہ تلاش کرنا یہ بھی ایک نہایت دُشوار کن مرحلہ تھا، اس کے لئے کئی مرتبہ قرآن کریم کو تلاوت کیا، اور ہر آیت تلاوت کرتے وقت ان قواعد کو مستحضر رکھا کہ یہ کس قاعدے کی مثال بن سکتے ہیں، اس طرح یہ امثلہ تلاش کی گئیں۔ اور ترجمہ زیادہ تر شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کے ''آسان ترجمہ'' سے نقل کیا جو نہایت عام فہم، معتمد اور مستند ہے۔ ہماری فنون اور درسِ نظامی کی کتابوں میں تعریفات اور قواعد کی تطبیق میں قرآنی آیات اور احادیث کو بطورِ مثال بہت کم پیش کیا جاتا ہے، کاش کوئی صاحبِ قلم اصولِ فقہ، صرف ونحو، منطق وبلاغت میں اَمثلہ قرآن وحدیث سے ذکر کرے تو یہ ایک اچھی کاوش ہوگی۔ بندے کی ایک کاوش ''قواعد الفقہ'' جس میں سو (۱۰۰) فقہی قواعد، ماخذ اور ہر قاعدے کے ساتھ

Marfat.com

باحوالہ تفریعات ذکر کی گئی ہیں، اگر ان دونوں کتابوں کے قواعد مدارس میں طلبہ کو زبانی یاد کروا کر اَمثلہ میں اجراء کروا دیا جائے تو یہ فہمِ تفسیر اور دیگر علومِ عربیت میں نہایت معاون ومفید ہوں گے۔ چونکہ اکثر قواعد کا تعلق فنِ تفسیر سے ہے اور امثلہ بھی قرآنی نقل کی ہیں اس لئے کتاب کا نام ''قواعد التفسیر'' رکھا۔ الحمدللہ اردو زبان میں اس موضوع پر یہ سب سے پہلی کاوش ہے۔

اس ایڈیشن میں پوری کتاب پر دوبارہ نظرِ ثانی کی گئی اور از سرِ نو دوبارہ اس پر کام کیا، اور کئی جگہ اضافات اور ترمیمات بھی کیں۔ بندے نے اپنی بساط کے وقت اسے خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش کی لیکن ''الإنسان من النسیان'' کے پیشِ نظر اس بات کا قوی امکان ہے کہ کئی قابلِ اصلاح امور رہ گئے ہوں، قارئینِ کرام سے گذارش ہے کہ اگر کوئی بات قابلِ اصلاح رہ گئی ہو تو نشاندہی فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

آخر میں مفتی عبدالحق عثمانی اور مفتی عبدالمتین صاحب کا نہایت ممنون ہوں جو بندے کی حوصلہ افزائی کرتے رہے اور اپنے مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دست بدست دعا ہے کہ پروردگارِ عالم اس کاوش کو قبول فرمائے اور قارئین کے لئے مفید اور بندے کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

محمد نعمان

فاضل جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

استاذ جامعہ انوار العلوم مہران ٹاؤن کورنگی کراچی

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ/ ۰۳۳۲ ۲۵۵۶۷۵ ۲

Marfat.com

مقدمہ

قرآن پاک نوع انسانی کے لئے مکمل ضابطہ حیات ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دائمی معجزہ ہے، اس نے اپنے نزول کے ساتھ تاریخِ عالم کا دھارا بدل دیا اور پھر اپنی جامعیت اور گہرائی کے اعتبار سے، ہر دور میں انسانی عقل وفکر کے لئے رہنما ہے۔ اس کی زبان معجزانہ ہے اور اندازِ بیان اچھوتا، اس کی تفسیر وتاویل، اعجاز واِعراب، تاریخ وجغرافیہ، اُسلوبِ بیان وغیرہ پر جس قدر لکھا جاچکا ہے وہ بھی معجزہ سے کم نہیں۔

مفسرین کرام رحمہم اللہ نے ہر دور میں اپنے خصوصی ذوق اور ماحول کے مطابق اس کی خدمت کی ہے اور تفسیر کے لئے مخصوص مناہج اور اُصول اپنے سامنے رکھے ہیں۔ دوسری صدی کے علماء کی تفاسیر پر نظر ڈالیں تو وہ قرآن پاک کی قرآن وسنت کی تفسیر کے ساتھ ساتھ اکثر طور پر صرف صحابہ وتابعین کے اقوال پر مشتمل نظر آئیں گی مگر اس کے بعد ہر دور میں علومِ تفسیر میں اضافہ ہی نظر آتا ہے حتی کہ فی زمانہ یہ علوم اس قدر پھیل چکے ہیں کہ کسی ایک علم پر اِحاطہ بھی مشکل ہے، اور علومِ تفسیر نے اس قدر ارتقائی شکل اختیار کر لی ہے کہ ان کا تاریخی جائزہ بھی بجائے خود ایک اہم موضوع بن چکا ہے۔ ان علوم کے ارتقاء اور ان کی تفصیل سے قطع نظر، غور طلب معاملہ یہ ہے کہ وہ کون سے عناصر اور وسائل ہیں جو تفسیرِ قرآن میں ممد ومعاون ہوسکتے ہیں اور جن کو ملحوظ نہ رکھنے سے قرآن فہمی مشکل ہے۔

جمہور علمائے تفسیر نے قرآن کی تفسیر کے سلسلہ میں عموماً درج ذیل اصولوں سے استفادہ کیا ہے اور ان میں ترتیب دیتے ہوئے یہ بھی واضح کیا ہے کہ ان عناصر کی ترتیبی حیثیت سے صرفِ نظر کرنا بہت سے گمراہیوں اور لغزشوں کا موجب بن سکتا ہے، دورِ حاضر

Marfat.com

میں بھی ان کی اہمیت میں اضافہ ہی ہوا ہے، اور متاخرین کے لئے ضروری ہے کہ قرآن کا مطالعہ انہی بنیادی اصولوں کی روشنی میں کریں تا کہ قرآن فہمی کا دُشوار راستہ سہل ہو جائے۔

قرآن کی تلاوت اور اس کے مطالعہ سے یہ حقیقت بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن نے بعض حقائق کو ذہن نشین کرانے کے لئے متعدد مقامات پر ان کا اِعادہ کیا ہے لیکن ہر مقام پر اندازِ بیان جداگانہ ہے۔ ایک مقام پر اگر اجمال ہے تو دوسرے مقام پر اسی کو تفصیل سے بیان فرمادیا ہے اور پھر مقصد و استدلال کے اعتبار سے بھی نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ تفسیر القرآن بالقرآن کے سلسلہ میں اختلافِ قراءت کو بھی خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ بعض آیات کی تفسیر میں اختلافِ قراءت سے استفادہ کرتے رہے ہیں، خصوصاً سیدنا عبداللہ بن مسعود اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہما کی قراءات تو تفسیر کے سلسلہ میں بہت زیادہ اہمیت کی حامل رہی ہیں۔ امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءات کو اختیار کرتا تو میرے بہت سے سوالات ابن عباس رضی اللہ عنہ سے استفسار کئے بغیر ہی حل ہو جاتے۔

قرآن فہمی کے سلسلہ میں سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (جو کہ مرادِ الٰہی ہے) کو دوسرے مرجع کی حیثیت حاصل رہی ہے بلکہ ائمہ نے حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کے شارح کی حیثیت سے تسلیم کیا ہے اور کیوں نہ ہو جب کہ آیت ''﴿ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ '' (النحل: ۴۴) میں قرآن کی تبیین کو اہم ترین فریضۂ رسالت بتلادیا گیا ہے۔ اس بنا پر علمائے اسلام رحمہم اللہ نے حدیثِ نبوی کی تدوین میں بھی خصوصاً دلچسپی کا اظہار کیا ہے، اس کی حجیت سے انکار دراصل تفسیر بالرّائے مذموم کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے، محقق علماء نے ان لوگوں کی تردید کرتے ہوئے سنت کی اہمیت کو واضح کیا ہے اور قرآن فہمی کے لئے اس کو لازم قرار دیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی فیصلہ صادر فرمایا ہے، وہ قرآن کریم سے سمجھ کر ہی صادر فرمایا ہے۔

اگر قرآنِ کریم کی کوئی مشکل خود قرآن اور حدیث سے حل نہ ہو رہی ہو تو اقوالِ صحابہ

Marfat.com

رضی اللہ عنہم کی طرف رجوع لازمی ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جاہلی ادب، اہلِ کتاب کے عادات واَطوار اور لغت کے اَوضاع واَسرار سے بخوبی واقف تھے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جن احوال وظروف میں قرآن نازل ہو رہا تھا وہ ان کی نظروں کے سامنے تھے اور وہ آیات کے پسِ منظر سے آگاہ تھے، پھر ان کے اَذہان بھی صاف ستھرے اور گردوپیش کی آلائشوں سے منزہ تھے۔ خصوصاً ان صحابہ کرام میں سے خلفائے اربعہ، سیدنا ابن مسعود، ابن عباس اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کے اقوال سے بے اعتنائی ناممکن سی ہے۔

جب تفسیر نہ قرآن میں ملے، نہ سنت میں، نہ اقوال صحابہ میں، تو بہت سے ائمہ ایسی صورت میں کبار تابعین مثلاً مجاہد بن جبر، سعید بن جبیر، عکرمہ، عطاء، حسن بصری، مسروق، سعید بن مسیب، ابوالعالیہ، ربیع، قتادہ اور ضحاک رحمہم اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ امام مجاہد رحمہ اللہ تو علمِ تفسیر میں اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی تھے۔ فرمایا کرتے تھے: میں نے مصحفِ قرآنی شروع سے آخر تک تین مرتبہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے پیش کیا، ہر آیت پر انہیں ٹھہراتا اور تفسیر پوچھتا تھا:

عرضت المصحف علی ابن عباس ثلاث عرضات من فاتحة إلی خاتمته، أوقفه عند کل آیة منه وأسأله عنها۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ جب مجاہد رحمہ اللہ سے تفسیر ملے تو یہ تمہارے لئے کافی ہے:

إذا جاءك التفسیر عن مجاهد فحسبك به۔[1]

اگر کسی آیت کے مفہوم پر کتاب وسنت اور اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی روشنی پڑتی ہو اور تابعین بھی اس کی تاویل میں مختلف ہوں تو پھر لغتِ عرب اور محاورات کی طرف رجوع ہوگا، تاہم یہ ایسا ذریعہ اور عنصر نہیں ہے کہ تفسیر کے دوسرے سرچشموں سے بے نیاز کر

---

(۱) تفسیر الطبری: مقدمة المولف، ذکر الأخبار عن بعض السلف فیمن کان من قدماء المفسرین، ج۱ ص۹۰، ۹۱

Marfat.com

سکے، یہی وجہ ہے کہ جن علماء نے تفاسیر میں لغت ومحاورات سے استفادہ کیا ہے اور لغوی تشریحات کے لئے شواہد تک کو چھان مارا ہے انہوں نے بھی اپنی تفسیروں میں سنت اور اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اعتنا کیا ہے بلکہ ان کو مقدم رکھا ہے، اور باوجود اعتزال اور عقل پرست ہونے کے احادیث اور اقوالِ صحابہ سے مدد حاصل کی ہے۔ یہ وہ عناصر یا بنیادی اُصول ہیں جن سے قرآن فہمی کے سلسلے میں بالترتیب استفادہ ضروری ہے، ان کے علاوہ اسبابِ نزول، تاریخِ جاہلیت، نظمِ قرآنی اور اسرائیلیات پر عبور بھی قرآن فہمی میں معاون ہیں۔

علمِ تفسیر کی تدوین

شروع کے اَدوار میں تفسیری اقوال کو بطریقِ روایت نقل کیا جاتا تھا۔ صحابہ کرام رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ اقوال نقل کرتے تھے اور باہم ایک دوسرے سے بھی۔ اسی طرح تابعینِ عظام صحابہ کرام سے بھی کسبِ فیض کرتے تھے اور آپس میں بھی۔ یہ تفسیر کا پہلا مرحلہ تھا۔

عصرِ صحابہ وتابعین کے بعد تفسیر کے دوسرے مرحلے کا آغاز تب ہوا جب تدوینِ حدیث کی داغ بیل پڑی۔ حدیثِ نبوی مختلف ابواب میں منقسم تھی اور ان میں ایک باب تفسیر پر بھی مشتمل تھا، اس دور میں ایسی تالیف نہیں ہوئی تھی جس میں ہر ہر سورت اور آیت کی الگ الگ تفسیر کی گئی ہو، ایسے علماء موجود تھے جو مختلف شہروں میں گھوم پھر کر احادیث مبارکہ کے ساتھ ساتھ تفسیری اقوال بھی جمع کرتے جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ وتابعین کی طرف منسوب تھے۔

ان حضرات میں درج ذیل اکابر قابل ذکر ہیں:

شعبہ بن حجاج (متوفی ۱۶۰ھ)، وکیع بن جراح (متوفی ۱۹۷ھ)، سفیان بن عیینہ (متوفی ۱۹۸ھ)، روح بن عبادہ بصری (متوفی ۲۰۵ھ)، یزید بن ہارون (متوفی ۲۰۶ھ) عبدالرزاق بن ہمام (متوفی ۲۱۱ھ)، آدم بن ابی ایاس (متوفی ۲۲۱ھ)، اور عبد بن حمید (متوفی ۲۴۹ھ) رحمہم اللہ وغیرہم۔

Marfat.com

یہ تمام علماء محدثین میں سے تھے اور تفسیری اقوال کو الگ طور پر نہیں بلکہ احادیث کی حیثیت سے جمع کرتے تھے، انہوں نے اپنے پیش رَو ائمہ تفسیر سے جو کچھ بھی نقل کیا تھا اس کو ان کی جانب منسوب کردیا تھا۔ لیکن گردش زمانہ سے ان میں سے بعض مجموعے ہم تک نہ پہنچ سکے۔

تیسرے مرحلے پر پہنچ کر تفسیر قرآن نے حدیثِ نبوی سے الگ ہو کر ایک جداگانہ علم کی حیثیت اختیار کرلی۔ اب قرآنی ترتیب کے مطابق ہر ہر آیت کی تفسیر مرتب کی جانے لگی۔ اس میں حسبِ ذیل علماء نے حصہ لیا۔

امام ابن ماجہ (متوفی ۲۷۳ھ)، بقی بن مخلد قرطبی (متوفی ۲۷۶ھ)، ابن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)، ابوبکر بن منذر نیشاپوری (متوفی ۳۱۸ھ)، ابن ابی حاتم (متوفی ۳۲۷ھ)، ابوالشیخ اصبہانی (متوفی ۳۶۹ھ)، امام حاکم (متوفی ۴۰۵ھ) اور ابوبکر بن مردویہ (متوفی ۴۱۰ھ) رحمہم اللہ وغیرہم۔

یہ تمام تفاسیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ، تابعین واتباع تابعین سے بالاسناد منقول ہیں، ان میں تفسیر بالماثور کے سوا کچھ نہیں۔ البتہ اس دور کی جس تفسیر کو شہرت عام اور بقائے دوام حاصل ہوا وہ امام المفسرین ابن جریر طبری رحمہ اللہ کی تفسیر "جامع البیان فی تاویل القرآن" ہے، جو تفسیر بالماثور کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۰ھ) نے اس میں تفسیری اقوال ذکر کر کے ان کی توجیہ کی اور بعض کو راجح اور دوسروں کو مرجوح قرار دیا ہے، جہاں ضرورت پڑی وہاں بعض کلمات کی اعرابی حالت بھی بتائی ہے، جن آیاتِ مبارکہ سے احکام کا استنباط ممکن تھا ان سے شرعی احکام اخذ کیے ہیں۔

اس دور میں امام ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۴ھ) نے لغوی اور عقلی زاویہ نظر سے، امام علی بن حسن بن فضال رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۴ھ) نے شیعی نقطۂ نظر سے، امام ابوسہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ (متوفی ۲۸۳ھ) نے متصوفانہ اسلوب سے، امام ابوعلی جبائی رحمہ اللہ (متوفی ۳۰۳ھ) نے معتزلی نقطۂ نظر سے، امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۴ھ)، امام ابومنصور ماتریدی رحمہ اللہ (متوفی ۳۳۳ھ) نے اہل سنت والجماعت

Marfat.com

کے نقطۂ نظر سے تفسیریں لکھیں۔

پانچویں صدی ہجری میں علامہ ابن فورک رحمہ اللہ (متوفی ۴۰۶ھ) نے کلامیہ انداز میں "معانی القرآن" ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ (متوفی ۴۱۲ھ) صوفیانہ اسلوب سے "حقائق التفسیر" ابواسحٰق بن احمد بن محمد ثعلبی رحمہ اللہ (متوفی ۴۲۷ھ) نے لغوی وفقہی طریقے سے "الکشف والبیان فی تفسیر القرآن" اور ابوجعفر طوسی (متوفی ۴۶۰ھ) نے شیعی نقطۂ نظر کے موافق "البیان فی تفسیر القرآن" کے نام سے کتبِ تفسیر لکھیں۔ ان میں مؤخر الذکر کتاب خاصی ضخیم ہے۔

اس مرحلے میں تفسیر کے حدیث نبوی سے جدا ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اس سے قبل تفسیر کے سلسلہ میں قبل ازیں جو مساعی انجام دی گئی تھیں وہ سب رائیگاں ہوگئیں۔ بلکہ تفسیر کا تدریجی سلسلہ جاری رہا، ابتدائی مرحلہ میں تفسیری اقوال بطریقِ اخذ و روایت نقل کئے جاتے تھے، دوسرے مرحلہ میں تفسیر کی تدوین ابوابِ حدیث کے ایک باب کے اعتبار سے کی جانے لگی۔ جبکہ تیسرے مرحلے میں ایک مستقل علم کی حیثیت سے جداگانہ طور پر تفسیر کا تدوین کا آغاز ہوا۔ مگر ایسے محدثین بھی تھے جو اس مرحلہ میں بھی تفسیری اقوال کو حدیث کے ایک باب ہی کے ضمن میں جمع کرتے رہے، اس میں ان کا دار و مدار فقط نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین سے منقول احادیث و آثار پر تھا۔

اولین تفسیر

یہ آسان سوال نہیں کہ اولین مفسر کون تھا جس نے مکمل قرآنِ کریم کی تفسیر قرآنی ترتیب کے مطابق مدوّن کی۔ مشہور مؤرخ ابن الندیم (متوفی ۴۳۸ھ) کے مطابق امام فراء نحوی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۷ھ) نے ابوالعباس ثعلب کے ایماء پر "کتاب المعانی" کے نام سے قرآن کی تفسیر مرتب کی۔ (۱)

(۱) الفهرست: الفن الثاني: في أخبار العلماء من النحويين واللغويين، ص ۹۱

Marfat.com

لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امام فراء رحمہ اللہ سے قبل مفسرین نے صرف حلِ مشکلات پر اکتفاء کیا تھا اور تفصیلاً قرآن کریم کی تفسیر نہیں لکھی تھی، اور نہ ہی امام ابن الندیم کی عبارت سے حتمی طور پر یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ ویسے بھی ''معانی القرآن'' ترتیب وتہذیب کے اعتبار سے امام ابوعبیدہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۸ھ) کی ''مجاز القرآن'' سے بڑی حد تک ملتی جلتی ہے۔

علمائے سلف کے اقوال سے محسوس ہوتا ہے کہ جملہ آیات وسور کی بالاستیعاب تفسیر کا کام تیسری صدی کے اوائل میں نہیں بلکہ بہت پہلے شروع ہوا۔ سیدنا ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۷ھ) فرماتے ہیں:

رایت مجاهدا یسأل ابن عباس عن تفسیر القرآن ومعه ألواحه، فیقول له ابن عباس: اکتب، قال: حتی سأله عن التفسیر کله۔[1]

کہ میں نے دیکھا کہ امام مجاہد رحمہ اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تفسیرِ قرآن کے بارے میں سوال کر رہے تھے اور ان کے پاس تختیاں تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے کہ لکھتے جاؤ حتی کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پورے قرآن کی تفسیر معلوم کر لی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) امام عطاء بن دینار رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۶ھ) کے حالات کے بارے میں لکھتے ہیں:

قال علی بن الحسن الهسنجانی عن أحمد بن صالح: عطاء بن دینار من ثقات المصریین، وتفسیره فیما یروی عن سعید بن جبیر صحیفة، ولیس له دلالة علی أنه سمع من سعید بن جبیر، وقال أبو حاتم: صالح الحدیث إلا أن التفسیر أخذه من الدیوان، وکان

(۱) تفسیر الطبری: مقدمة المؤلف، ذکر الأخبار عن بعض السلف فیمن کان من قدماء المفسرین، ج۱ ص۹۰

Marfat.com

عبد الملك بن مروان سأل سعيد بن جبير أن يكتب إليه بتفسير القرآن، فكتب سعيد بهذا التفسير، فوجده عطاء بن دينار في الديوان فأخذه فأرسله عن سعيد بن جبير۔[1]

کہ علی بن حسن، احمد بن صالح سے نقل کرتے ہیں کہ عطاء بن دینار صلحائے مصر میں سے ہیں۔ تفسیر کے سلسلہ میں عطاء جو اقوال نقل کرتے ہیں وہ سعید بن جبیر کی کتاب سے ماخوذ ہیں، انہوں نے براہِ راست سعید بن جبیر سے نہیں سنا۔ ابو حاتم فرماتے ہیں کہ عطاء یوں تو ثقہ ہیں مگر تفسیری اقوال انہوں نے سعید بن جبیر کی کتاب سے لئے ہیں۔ عبد الملک بن مروان نے سعید بن جبیر کو قرآن کی تفسیر لکھنے پر مامور کیا تھا۔ تو سعید بن جبیر نے یہ تفسیر لکھی، عطاء بن دینار کو یہ تفسیر کہیں سے مل گئی، چنانچہ انہوں نے اس تفسیر کو سعید بن جبیر سے ارسال کے ساتھ روایت کر دیا۔

عمرو بن عبید رحمہ اللہ نے بھی حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کر کے ایک تفسیر مرتب کی تھی۔ حسن بصری رحمہ اللہ کا انتقال ۱۱۰ھ میں ہوا۔[2]

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۰ھ) کے بارے میں بھی معروف ہے کہ انہوں نے تین ضخیم اجزاء پر مشتمل ایک تفسیر لکھی تھی جس کو محمد بن ثور (متوفی ۱۹۰ھ) نے ان سے روایت کیا ہے۔[3]

جب ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی زندگی کے ساتھ قرآنِ کریم کا کس قدر گہرا ربط و تعلق ہے۔ مسلمان قرآن کریم سے شرعی احکام کا استنباط کرنے کے کس قدر دلدادہ تھے۔ اور اس کی کس قدر شدید ضرورت بھی تھی تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آتی ہے کہ تفسیر نویسی میں امام فراء

---

(۱) تهذيب التهذيب: حرف العين، ترجمة: عطاء بن دينار الهذلي، ج۷ ص۱۹۸

(۲) وفيات الأعيان: ترجمة: عمرو بن عبيد، ج۳ ص۴۶۲

(۳) التفسير والمفسرون: المفسرون من الصحابة، ج۱ ص۶۰

Marfat.com

نحوی رحمہ اللہ کو سبقت واوّلیت کا شرف حاصل نہیں ہوا، بلکہ اس سے قبل اس کام کی داغ بیل پڑ چکی تھی۔ لیکن یقینی طور پر پہلے مفسر کے طور پر کسی کا تعین مشکل ہے۔ عصرِ تدوین سے لے کر تفسیر پر جو کام ہوا تھا، اگر ہم تک پہنچ جاتا تو بآسانی اس بات کا تعین ہوسکتا تھا کہ وہ سعادت مند شخص کون ہے جس نے اس انداز پر سب سے پہلے تفسیر قرآن پر مشتمل کتاب لکھی۔

ان ادوار کے بعد تفسیر بالماثور کے ساتھ ساتھ تفسیر بالرائے مذموم کی آمیزش شروع ہوگئی۔ تفسیر میں بکثرت تصانیف منظر عام پر آنے لگیں، اسناد میں اختصار کیا جانے لگا، روایت بالاسناد کی قید باقی نہ رہی۔ جو تفسیری اقوال مفسرین سلف سے منقول تھے ان کی جانب منسوب کئے بغیر ان کو نقل وروایت کیا جانے لگا۔ جس کے نتیجے میں تفسیر میں وضع واختراع کا عمل دخل شروع ہوا، صحیح اور ضعیف اقوال میں فرق وامتیاز نہ رہا۔ ان کتب تفسیر کو پڑھنے والا اس غلط فہمی کا شکار ہوجاتا کہ ان میں جو کچھ بھی ہے، صحیح ہے۔ چنانچہ متاخرین بلا جھجک اسرائیلیات کو ایک حقیقت سمجھ کر نقل کرنے لگے۔ اس سے تفسیر میں موضوعات اور اسرائیلیات کا دروازہ کھل گیا۔

آہستہ آہستہ عقل ونقل میں باہم آمیزش واختلاط کا آغاز ہوا، ان مفسرین میں وہ بھی تھے جن کا مقصدِ وحید مختلف اقوال وآثار کو جمع کرنا تھا۔ ان کی حالت یہ تھی کہ جب بھی انہیں کسی قول کا پتہ چلتا یا کوئی نئی بات سوجھتی تو فوراً اسے ضبطِ تحریر میں لے آتے۔ ان کے بعد آنے والے ان اقوال کو بلاسوچے سمجھے نقل کر دیتے اور مطلقاً اس جانب توجہ نہ دیتے کہ مفسرین صحابہ وتابعین نے اس ضمن میں کیا لکھا ہے؟ اس کا محرک یہ حسن ظن تھا کہ ان کتب میں جو کچھ بھی مرقوم ہے، وہ صحیح اور درست ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ بعض مفسرین نے ''غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ'' کی تفسیر میں دس اقوال نقل کئے ہیں، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی جو تفسیر منقول ہے وہ یہود ونصاریٰ ہے۔ امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۷ھ) فرماتے ہیں کہ اس میں سرے سے مفسرین کے مابین کوئی اختلاف

Marfat.com

موجود ہی نہیں۔[1]

عقلی تفسیر کا آغاز شروع میں انفرادی فہم وادراک سے ہوا اور اس کی روشنی میں بعض اقوال کو بعض کے مقابلہ میں ترجیح دی جانے لگی۔ شروع میں اسے اچھی نظر سے دیکھا گیا بشرطیکہ اس کا انحصار قرآنی کلمات کے معنی ومفہوم اور عربی لغت پر ہو۔ پھر مختلف ومتنوع علم ومعارف اور متضاد افکار کے زیر اثر اس کے دائرہ میں وسعت آتی چلی گئی۔ نتیجہ کے طور پر ایسی کتبِ تفسیر بھی منظر عام پر آئیں جن میں تفسیر کے سوا اور سب کچھ موجود تھا۔ عصر حاضر میں بھی ایسے مفسر موجود ہیں جن کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ قرآن کو ظاہری وباطنی طور پر عصری علوم کا گنجینہ ثابت کردیں۔ ان کے نزدیک گویا قرآن کے وجوہ اعجاز میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ زمانہ کے ساتھ چل سکے۔ حق بات یہ ہے کہ یہ قرآن کریم کے ساتھ زیادتی ہے جس سے قرآن اپنے ہدف ونصب العین سے نکل جاتا ہے جس کے لئے اسے اُتارا گیا ہے۔

لیکن اس عقلی تفسیر کے باوجود بھی تفسیر بالمنقول کا تصور بالکل ختم نہ ہوسکا۔ مختلف ازمنہ میں ایسے علمائے ربانی موجود رہے جو اس طوفان کا مقابلہ کرنے کے لئے سینہ سپر ہوگئے۔ چنانچہ انہوں نے خالص نقلی انداز میں قرآن کی تفسیریں لکھیں، ان میں سے بعض اس سلسلے میں صحیح وسقیم روایات میں امتیاز بھی نہ کرسکے۔

تدوین اصولِ تفسیر

حب علمائے کرام نے تفسیروں میں وضع واختراع، صحیح وسقیم، اسرائیلیات کی بہتات، اور غیر متعلقہ مباحث کی یہ صورتحال دیکھی، تو متاخرین کی تفسیروں کا تقابل متقدمین کی تفسیروں سے کیا، تولامحالہ ان میں یہ فکر پیدا ہوئی کہ ان اصول وقواعد کو مدوّن کیا جائے جو قرآنِ کریم کے فہم اور تفسیر میں ممد ومعاون ثابت ہوسکیں، جنہیں صحابہ وتابعین تفسیر قرآن میں مدنظر رکھتے تھے، تاکہ تفسیر بالمنقول والمعقول میں حق اور باطل کے درمیان امتیاز ہو

(۱) الإتقان في علوم القرآن: النوع الثمانون في طبقات المفسرين، ج۴ ص ۲۴۳

Marfat.com

سکے اور صحیح تفسیری اقوال کو باطل سے جدا کیا جا سکے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) ''مقدمة فی أصول التفسیر'' کا سببِ تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اما بعد! فقد سألنی بعض الإخوان أن أکتب له مقدمة تتضمن قواعد کلیة تعین علی فهم القرآن ومعرفة تفسیره ومعانیه والتمییز فی منقول ذلك ومعقوله بین الحق وأنواع الأباطیل والتنبیه علی الدلیل الفاصل بین الأقاویل۔

(مقدمة فی أصول التفسیر: مقدمة، ص۷)

اگر اصول تفسیر کی تدوین کے حوالے سے پچھلے علماء کی علمی کاوشوں کا جائزہ لیا جائے تو چار قسم کی کتب سامنے آتی ہیں:

۱...... کتب اصولِ فقہ: جن میں فقہاء کرام نے قرآن وسنت سے استدلال واستنباط کرنے کے اصول واضح کیے، ان کتابوں میں اصولِ تفسیر کو بھی مفصل طور پر واضح کیا گیا۔ اس سلسلے کی پہلی جامع کتاب امام شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ) کی کتاب ''الرسالة'' ہے، جس میں انہوں نے کتاب وسنت کی بنیادی مباحث، مراتب بیان، ناسخ ومنسوخ، عموم خصوص، مجمل مفصل اور امر و نہی وغیرہ کے متعلق تفصیلی بحث کی، اور یہ تمام علوم اصولِ تفسیر اور اصولِ فقہ میں مشترک ہیں۔

۲...... کتبِ تفسیر: جن کے مقدمات میں مفسرین نے مصادر تفسیر ذکر کیے یا بعض آیات کی تفسیر کے دوران اصولِ تفسیر کی بعض جزئیات پر بحث کی، ان میں سے بعض کتب حسب ذیل ہیں:

۱...... جامع البیان لابن جریر (المتوفی ۳۱۰ھ)

۲...... النکت والعیون للماوردی (المتوفی ۴۵۰ھ)

۳...... جامع التفاسیر للراغب الأصفهانی (المتوفی ۵۰۲ھ)

Marfat.com

۴..... المحرر الوجيز لابن عطية (المتوفى ۵۴۲ھ)

۵..... الجامع لأحكام القرآن لمحمد بن أحمد القرطبي (المتوفى ٦٧١ھ)

٦..... تفسير القرآن العظيم لابن كثير الدمشقي (المتوفى ۷۷۴ھ)

۷..... التحرير والتنوير للطاهر ابن عاشور (المتوفى ١٣٩٣ھ)

۸..... أضواء البيان لمحمد الأمين الشنقيطي (المتوفى ١٣٩٣ھ)

۳.....کتب علوم القرآن: ان کتابوں میں شاید کوئی ایسی کتاب ہو جس میں مصادر تفسیر جیسے اہم ترین موضوع پر گفتگو نہ کی گئی ہو۔ان میں سے بعض اہم کتب یہ ہیں:

١..... البرهان للزركشي (المتوفى ۷۹۴ھ)

۲..... الإتقان للسيوطي (المتوفى ۹۱۱ھ)

۳..... مناهل العرفان للزرقاني (المتوفى ١٣٦٧ھ)

۴.....مباحث في علوم القرآن لمنّاع القطّان (المتوفى ١٤٢٠ھ)

۴.....وہ کتب جو اصولِ تفسیر یا مناہجِ تفسیر کا نام سے لکھی گئیں، اس طرز پر با قاعدہ تدوین آٹھویں صدی ہجری میں ہوئی۔اس حوالے سے پہلی کتاب علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ہے۔اصولِ تفسیر کے حوالے سے معروف کتب کے نام حسب ذیل ہیں:

١.....مقدّمة في أصول التفسير لابن تيمية (المتوفى ۷۲۸ھ)

۲..... أصول التفسير لابن قيم الجوزية (المتوفى ۷۵۱ھ) غير مطبوع

۳..... التيسير في قواعد علم التفسير لمحمد بن سليمان الكافيجي (المتوفى ۸۷۹ھ)

۴..... الفوز الكبير في أصول التفسير شاه ولي الله الدهلوي (المتوفى ١١٧٦ھ)

۵..... فتح الخبير في أصول التفسير لشاه ولي الله الدهلوي (المتوفى ١١٧٦ھ)

٦..... الإكسير في أصول التفسير لصديق حسن خان (المتوفى ١٣٠٧ھ)

Marfat.com

٧..... التكميل فی أصول التأويل لعبد الحميد الفراهی (المتوفی ١٣٤٩هـ)

٨..... القواعد الحسان لتفسير القرآن لعبد الرحمن بن ناصر السعدی (المتوفی ١٣٧٦هـ)

٩..... التفسير والمفسرون للدكتور محمد حسين الذهبی (المتوفی ١٣٩٧هـ)

١٠..... التفسير ورجاله للفاضل بن عاشور (المتوفی ١٣٩٠هـ)

١١..... أصولٌ فی التفسير للشيخ محمد بن صالح العُثيمين (المتوفی ١٤٢١هـ)

١٢..... قواعد التفسير للدكتور خالد بن عثمان السبت

١٣..... أصول التفسير وقواعده لخالد بن عبد الرحمن

١٤..... أصول التفسير وبحوث فی أصول التفسير كلاهما للدكتور محمد لطفی الصّباغ

١٥..... دراسات فی أصول التفسير لمحسن عبد الحميد

١٦..... أصول التفسير ومناهجه للدكتور فهد الرومی

١٧..... فصول فی أصول التفسير للدكتور مساعد بن سليمان الطيار

١٨..... مفهوم التّفسير والتأويل والاستنباط والتدبّر والمفسّر للدكتور مساعد بن سليمان الطيار

١٩..... مناهج المفسرين للدكتور محمود النقراشی السّيدعلی

٢٠.....مناهج المفسرين للدكتور أحمد بن محمد الشّرقاوی

٢١..... العرفان من أصول القرآن للشيخ محمد طاهر بنج بير صوابی

٢٢..... القول المنير فی علم أصول التفسير للشيخ إسماعيل عنان زين اليمنی المكی .

Marfat.com

قرآنِ مجید کی تفسیر کے بنیادی مآخذ دو ہیں: نقلِ صحیح، عقلِ سلیم، پھر نقلِ صحیح کے تحت درج ذیل مآخذ داخل ہیں:

۱.....کتاب اللہ ۲.....سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳.....اقوالِ صحابہ ۴.....اقوالِ تابعین ۵.....لغت

اس طرح ان پانچ کے ساتھ عقلِ سلیم کو ملا کر کل تفسیری مآخذ چھ ہوئے۔

پہلا ماخذ: کتاب اللہ

(یعنی تفسیر القرآن بالقرآن)

تفسیر القرآن بالقرآن کی دس (۱۰) قسمیں ہیں:

۱... بیان مجمل ۲....تقیید مطلق

۳...تخصیص عام ۴... بیان بالمنطوق أو المفهوم

۵...تفسير اللفظ باللفظ ۶...تفسير المعنى بالمعنى

۷...تفسير الأسلوب بالأسلوب ۸... تفسير الموجز بالمفصل

۹... تفسير بجميع القرائات ۱۰... جمع بين المتعارضات

پہلی قسم: بیان المجمل

یعنی ایک آیت کے اجمال کو دوسری آیت بیان کر دے، اس کی دو صورتیں ہیں:

۱.....بیان بالمتصل ۲.....بیان بالمنفصل

بیان بالمتصل: یعنی مجمل کا بیان اسی مضمون میں متصلاً وارد ہو:

مثال.....وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (البقرة: ۱۸۷)

ترجمہ: اور اس وقت تک کھاؤ پیو جب تک صبح کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے ممتاز ہو کر تم پر واضح (نہ) ہو جائے۔

Marfat.com

یہاں ''اَلْخَیْطُ الْاَبْیَضُ'' اور ''اَلْخَیْطِ الْاَسْوَدِ'' کا بیان ''مِنَ الْفَجْرِ'' کے ذریعہ متصلاً آ گیا ہے۔

بیان بالمنفصل: یعنی بیان کسی دوسری آیت میں ہو:

مثال..... اُحِلَّتْ لَکُمْ بَھِیْمَۃُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ۔ (المائدۃ: ۱)

ترجمہ: تمہارے لئے وہ چوپائے حلال کر دیئے گئے ہیں جو مویشیوں میں داخل (یا ان کے مشابہ) ہوں، سوائے اُن کے جن کے بارے میں تمہیں پڑھ کر سنایا جائے گا۔

''مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ'' کا بیان آگے کی آیت ''حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃُ وَالدَّمُ... اِلــــخ'' (المائدۃ: ۳) میں مذکور ہے۔

دوسری قسم: تقیید مطلق

ایک آیت کے حکم مطلق کو دوسری آیت کے ذریعہ کسی قید کے ساتھ مقید کرنا۔

مثال..... اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِھِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُھُمْ۔ (آل عمران: ۹۰)

ترجمہ: (اس کے برخلاف) جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا پھر کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے، ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی۔

وَ لَیْسَتِ التَّوْبَۃُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰۤی اِذَا حَضَرَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَ لَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَھُمْ کُفَّارٌ (النساء: ۱۸)

ترجمہ: توبہ کی قبولیت ان کے لئے نہیں جو برے کام کئے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی پر موت کا وقت آ کھڑا ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں نے اب توبہ کر لی ہے، اور نہ ان کے لئے ہے جو کفر ہی کی حالت میں مر جاتے ہیں۔

ان دونوں آیتوں میں سے پہلی آیت مطلق ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کفار کی

Marfat.com

توبہ علی الاطلاق کسی بھی حالت میں مقبول نہیں، مگر دوسری آیت نے اس کو مقید کر دیا کہ عدمِ قبولیتِ توبہ کی بات اس وقت کے ساتھ مقید ہے جب کہ کافر کفر پر برقرار رہتے رہتے نزع کی حالت میں پہنچ جائے، پھر توبہ کرے تو یہ توبہ مقبول نہیں۔

تیسری قسم: تخصیص عام

مثال: فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ (النساء: ۳)

ترجمہ: پس نکاح کرو جو تمہیں پسند آئیں عورتوں میں سے۔

اس آیت سے ہر پسندیدہ عورت سے نکاح کی اجازت معلوم ہوتی ہے، خواہ وہ محرم ہو یا غیر محرم۔ مگر دوسری آیت سے چند عورتوں کی تخصیص کر دی گئی ہے، جن سے نکاح کی اجازت نہیں۔ وہ آیت یہ ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ ...... الخ۔ (النساء: ۲۳)

ترجمہ: تم پر حرام کر دی گئی ہیں تمہارے مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں۔

چوتھی قسم: بیان بالمنطوق أو بالمفهوم

اس کی چار صورتیں ہیں:

۱...... بیان المنطوق بالمنطوق: جیسے: اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ کو حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ نے صراحتاً بیان کر دیا۔

۲...... بیان المفهوم بالمنطوق: یعنی آیت سے نکلنے والے مفہوم اور مقتضا کو کوئی دوسری آیت لفظوں میں بیان کر دے۔ مثلاً: ''هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ'' اس آیت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ قرآن صرف اہلِ تقوی کے لئے ہدایت ہے، یہی مفہوم دوسری جگہ صراحتاً مذکور ہے، سورۂ فصلت میں ہے:

وَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّ هُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى (حم السجدة: ۴۴)

ترجمہ: جو لوگ ایمان نہیں لاتے اُن کے کانوں میں ڈاٹ لگی ہوئی ہے، اور یہ

Marfat.com

ان کے لئے اندھیرے میں بھٹکنے کا سامان ہے۔

اسی طرح بنی اسرائیل میں ہے:

وَ لَا یَزِیۡدُ الظّٰلِمِیۡنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ (الاسراء)

ترجمہ: البتہ ظالموں کے حصے میں اس سے نقصان کے سوا کسی اور چیز کا اضافہ نہیں ہوتا۔

۳..... بیان المنطوق بالمفہوم: حُرِّمَتۡ عَلَیۡکُمُ الۡمَیۡتَۃُ وَ الدَّمُ (المائدۃ: ۹۳)

یہاں دم کی حرمت منطوقاً وارد ہے، مگر دم کا بیان دوسری آیت کے مفہوم سے ہوتا ہے، وہ آیت یہ ہے:

قُلۡ لَّاۤ اَجِدُ فِیۡ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطۡعَمُہٗۤ اِلَّاۤ اَنۡ یَّکُوۡنَ مَیۡتَۃً اَوۡ دَمًا مَّسۡفُوۡحًا (الأنعام: ۱۴۵)

ترجمہ: (اے پیغمبر! ان سے) کہو کہ جو وحی مجھ پر نازل کی گئی ہے اس میں تو میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جس کا کھانا کسی کھانے والے کے لئے حرام ہو، اِلّا یہ کہ وہ مردار ہو، یا بہتا ہوا خون ہو۔

یہاں دم کے ساتھ مسفوح کی قید لگائی گئی ہے، اس سے مفہوم یہ ہوا کہ دم غیر مسفوح حرام نہیں ہے۔

۴..... بیان المفہوم بالمفہوم

وَ الۡمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِہِنَّ ثَلٰثَۃَ قُرُوۡٓءٍ (البقرۃ: ۲۲۸)

ترجمہ: اور جن عورتوں کو طلاق دے دی گئی ہے وہ تین مرتبہ حیض آنے تک اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں۔

یہاں ''ثَلٰثَۃَ'' سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ قروء سے مراد حیض ہے، کیوں کہ حیض مراد لینے کی صورت ہی میں ''ثَلٰثَۃَ'' کے مقتضا پر عمل ہو سکتا ہے، یہی مفہوم سورۂ طلاق کی آیت سے بھی نکلتا ہے ''فَطَلِّقُوۡہُنَّ لِعِدَّتِہِنَّ'' (الطلاق: ۱)

Marfat.com

ترجمہ: تو انہیں ان کی عدت کے وقت طلاق دو۔

اس آیت میں زمانۂ طہر میں طلاق دینے کا امر ہے، تاکہ تین حیض عدت کے مکمل ہوسکیں، تو گویا دونوں آیتوں میں سے ایک آیت کا مفہوم دوسری آیت کے مفہوم کو واضح کرتا ہے۔

پانچویں قسم: تفسير اللفظ باللفظ

اس کی دو صورتیں ہیں:

ا..... تفسير اللفظ الغريب بالمشهور ۲..... تفسير اللفظ بسياق الآية۔

ا..... تفسير اللفظ الغريب بالمشهور (یعنی غیر مشہور لفظ کی مشہور لفظ سے تفسیر کرنا) کی مثال:

وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ (الحجر)

ترجمہ: اور ہم نے ان پر پکی مٹی کے پتھروں کی بارش برسادی۔

یہاں ''سِجِّيْلٍ'' ایک غریب (غیر مشہور) لفظ ہے، جس کی تفسیر دوسری آیت میں یوں آئی ہے:

لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ (الذاريات)

ترجمہ: تاکہ ہم ان پر پکی مٹی کے پتھر برسائیں۔

۲..... تفسير اللفظ بسياق الآية: (یعنی آیت کے سیاق وسباق سے لفظ کی مراد واضح کرنا) کی مثال:

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا (الأنبياء: ۳۰)

ترجمہ: جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے انہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ سارے آسمان اور زمین بند تھے، پھر ہم نے انہیں کھول دیا۔

یہاں لفظ ''فَفَتَقْنٰهُمَا'' کی تفسیر دوسری آیات کے سیاق سے ہوتی ہے، اور وہ یہ ہیں:

وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَ الْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝ (الطارق)

Marfat.com

ترجمہ: قسم ہے بارش بھرے آسمانوں کی، اور پھوٹ پڑنے والی زمین کی۔

اور

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ۝ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۝ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۝ (العبس)

ترجمہ: پھر ذرا انسان اپنے کھانے ہی کو دیکھ لے کہ ہم نے اوپر سے خوب پانی برسایا، پھر ہم نے زمین کو عجیب طرح پھاڑا۔

اس مثال میں ''ارض وسمٰوٰت'' کے لئے جو ''فتق'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، وہ پھاڑنے کی معنی میں قلیل الاستعمال اور غیر مشہور ہے۔ تو اس کی تفسیر مذکورہ بالا آیات کے مضمون اور سیاق سے ہو رہی ہے، بایں طور کہ ان آیات میں رجع، صدع، شق کے الفاظ استعمال کیے گئے جو پھاڑنے کے معنی کو ادا کرتے ہیں، اس طرح ایک لفظِ غریب کی، دوسری آیات کے سیاق کے ذریعہ تفسیر ہوئی۔

چھٹی قسم: تفسیر المعنی بالمعنی

تفسیر المعنی بالمعنی: (ایک آیت کے مفہوم سے دوسری آیت کے مفہوم کو واضح کرنا)

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ عَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۝ (النساء)

ترجمہ: جن لوگوں نے کفر اپنا رکھا ہے اور رسول کے ساتھ نافرمانی کا رویہ اختیار کیا ہے، اس دن وہ یہ تمنا کریں گے کہ کاش انہیں زمین (میں دھنسا کر اُس) کے برابر کر دیا جائے، اور وہ اللہ سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے۔

اس مضمون کو دوسری آیت میں یوں بیان کیا گیا ہے:

وَ يَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ۝ (النبا)

ترجمہ: اور کافر یہ کہے گا کہ کاش! میں مٹی ہو جاتا۔

Marfat.com

ساتویں قسم: تفسیر الأسلوب بالأسلوب

(اسلوب کی یکسانیت سے ایک جگہ کی مدد سے دوسری جگہ کی مراد کو سمجھنا)

ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ (البقرة: ۵۸) أی دخولنا حطة۔

ترجمہ: اور (بستی کے) دروازے میں جھکے سروں کے ساتھ داخل ہونا، اور یہ کہتے جانا کہ (یا اللہ!) ہم آپ کی بخشش کے طلب گار ہیں۔

یہ بنی اسرائیل کو قومِ عمالقہ کی بستی میں داخل ہونے کے وقت حکم دیا گیا تھا کہ "حِطَّةٌ" کہہ کر داخل ہونا، "حِطَّةٌ" کا مطلب یہ ہوگا "دخولنا حطة" ہمارا اس شہر میں داخل ہونا گناہوں کے "حِطَّةٌ" یعنی مغفرت کا ذریعہ بن جائے، "حِطَّةٌ" کی تفسیر "دخولنا حطة" سے جو کی گئی ہے، ایک دوسری آیت کے اسلوب سے ماخوذ ہے، وہ آیت ہے: قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰی رَبِّكُمْ۔ (الأعراف: ۱۶۴) "أی موعظتنا معذرة إلی ربکم" دونوں آیتوں کا اسلوب ایک جیسا ہے، اور یہاں "مَعْذِرَةً اِلٰی رَبِّكُمْ" کا مطلب یہ ہے کہ ہماری نصیحت تمہارے رب کی دربار میں عذر کرنے کے لئے ہے۔ پس یہیں سے "قُوْلُوْا حِطَّةٌ" کا مطلب بھی سمجھ میں آگیا کہ ہمارا شہر میں دخول گناہوں کی مغفرت کے لئے ہے۔

آٹھویں قسم: تفسیر الموجز بالمفصل

(مختصر کی تفسیر مفصل کے ذریعہ) اس کی بھی چند صورتیں ہیں:

(الف) ایک جگہ کوئی مضمون اخبار کی شکل میں ہو اور دوسری جگہ استخبار کی شکل میں، یعنی سوال و جواب کی شکل میں ہو، اس سے بھی مضمون کی تبیین و توضیح ہو جاتی ہے۔

مثال: مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ (الفاتحة) ترجمہ: جو روزِ جزا کا مالک ہے۔

سورۂ انفطار میں یہ مضمون استخبار کی صورت میں آیا ہے:

وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ ثُمَّ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ يَوْمَ

Marfat.com

لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۖ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾ (الانفطار)

ترجمہ: اور تمہیں کیا پتہ کہ جزاوسزا کا دن کیا چیز ہے؟ ہاں تمہیں کیا پتہ کہ جزا وسزا کا دن کیا چیز ہے؟ یہ وہ دن ہوگا جس میں کسی دوسرے کے لئے کچھ کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوگا، اور تمام تر حکم اُس دن اللہ ہی کا چلے گا۔

(ب) ایک جگہ نفسِ واقعہ کا ذکر ہو، دوسری جگہ کیفیت واقعہ بھی مذکور ہو:

مثال: وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾

(البقرۃ)

ترجمہ: اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کا وعدہ ٹھہرایا تھا، پھر تم نے ان کے پیچھے (اپنی جانوں پر) ظلم کرکے بچھڑے کو معبود بنالیا۔

یہاں موسیٰ علیہ السلام سے صرف وعدہ کا ذکر ہے، صورتِ وعدہ مذکور نہیں ہے یعنی چالیس راتوں کا وعدہ ایک ساتھ کیا تھا یا متعدد اوقات میں، اس کو دوسری آیت میں بیان کیا گیا:

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ (الاعراف: ۱۴۲)

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ ٹھہرایا (کہ ان راتوں میں کوہِ طور پر آکر اعتکاف کریں) پھر دس راتیں مزید بڑھا کر ان کی تکمیل کی، اور اس طرح ان کے رب کی ٹھہرائی ہوئی میعاد کل چالیس راتیں ہوگئیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ پہلے تیس راتوں کا وعدہ کیا گیا، پھر دس راتوں کا اضافہ کیا گیا تھا۔

(ج) ایک جگہ مطلق امر ہو، دوسری جگہ صورتِ امر بھی مذکور ہو (یعنی یہ امر تنجیزاً کیا گیا یا تعلیقاً اس کا بیان ہو)

مثال: وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ (الکھف: ۵۰)

ترجمہ: اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو۔

یہاں سجدہ کا امر مطلق ہے یعنی یہ بیان نہیں کیا گیا کہ امر بالسجود علی الفور بلا تعلیق ہے یا

Marfat.com

تعلیق کے ساتھ ہے، دوسری جگہ اس کی وضاحت آئی ہے:

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۲۹﴾ (الحجر)

ترجمہ: اور وہ وقت یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا تھا میں گارے کی کھنکھناتی ہوئی مٹی سے ایک بشر کو پیدا کرنے والا ہوں۔ لہذا جب میں اس کو پوری طرح بنالوں، اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔

اور سورہ ص میں ہے:

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ﴿۷۱﴾ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۷۲﴾ (ص)

ترجمہ: یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں گارے سے ایک انسان پیدا کرنے والا ہوں، چنانچہ جب میں اُسے پوری طرح بنا دوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ سجدہ کا حکم تعلیقاً تھا نہ کہ تنجیزاً، یعنی تخلیقِ آدم کی تکمیل اور نفخِ روح پر معلق تھا کہ جب آدم علیہ السلام مکمل بنا دیے جائیں اور روح پھونک دی جائے تو اے ملائکہ! ان کو سجدہ کرو۔

(د) ایک جگہ صرف طلب کا ذکر ہو، دوسری جگہ غرض طلب کا بھی بیان ہو:

وَ قَالُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ مَلَكٌ (الانعام:۸)

ترجمہ: اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا۔

یہاں ''انزال ملك'' سے مشرکین کی کیا غرض تھی نہیں بیان کیا گیا۔ سورہ فرقان میں اس کی وضاحت آئی ہے:

وَ قَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ یَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ

Marfat.com

اِلَيۡهِ مَلَكٌ فَيَكُوۡنَ مَعَهٗ نَذِيۡرًا ۙ (الفرقان)

ترجمہ: اور یہ کہتے ہیں کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا بھی کھاتا ہے، اور بازاروں میں بھی چلتا پھرتا ہے؟ اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا جو اس کے ساتھ رہ کر لوگوں کو ڈراتا؟

یہاں غرض انزال بتلائی گئی کہ رسول کے ساتھ وہ بھی انذار کا کام کرے۔

(ہ) ایک جگہ خود شئ مذکور ہو، دوسری جگہ اس کا متعلق مذکور ہو، اس کی بھی چند شکلیں ہیں:

(۱) ایک جگہ شئ مذکور ہو، دوسری جگہ اس کا سبب مذکور ہو:

ثُمَّ قَسَتۡ قُلُوۡبُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ فَهِىَ كَالۡحِجَارَةِ اَوۡ اَشَدُّ قَسۡوَةً ؕ (البقرۃ: ۷۴)

ترجمہ: اس کے بعد تمہارے دل پھر سخت ہو گئے، یہاں تک کہ وہ ایسے ہو گئے جیسے پتھر بلکہ سختی میں کچھ ان سے بھی زیادہ۔

یہاں قساوتِ قلبی کا ذکر ہے، دوسری جگہ اس کا سبب بھی بیان کیا گیا ہے:

فَبِمَا نَقۡضِهِمۡ مِّيۡثَاقَهُمۡ لَعَنّٰهُمۡ وَ جَعَلۡنَا قُلُوۡبَهُمۡ قٰسِيَةً ۚ (المائدۃ: ۱۳)

ترجمہ: پھر یہ ان کی عہد شکنی ہی تو تھی جس کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور کیا اور ان کے دلوں کو سخت بنا دیا۔

فَطَالَ عَلَيۡهِمُ الۡاَمَدُ فَقَسَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ ؕ (الحدید: ۱۶)

ترجمہ: پھر ان کی ایک لمبی مدت گزر گئی، اور ان کے دل سخت ہو گئے۔

اس میں نقضِ میثاق کو لعنت اور قساوت کا سبب بتلایا گیا ہے۔

(۲) ایک جگہ شئ کا ذکر ہو، دوسری جگہ اس کا مفعول مذکور ہو، اگر متعدی بیک مفعول ہو، تو ایک مفعول محذوف ہو، متعدی بدو مفعول ہو، تو ایک مفعول کا ذکر ہو دوسرا محذوف ہو۔

متعدی بیک مفعول کی مثال

اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَعِبۡرَةً لِّمَنۡ يَّخۡشٰى ؕ (النازعات)

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ اس واقعے میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو

Marfat.com

اللہ کا خوف دل میں رکھتا ہو۔

اور دوسری جگہ اس کا مفعول مذکور ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَۃِ (ھود: ۱۰۳)

ترجمہ: ان ساری باتوں میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہو۔

اس دوسری آیت کے مفعول سے معلوم ہوا کہ پہلی آیت میں ''یَخْشٰی'' کا مفعول بھی ''عَذَابَ الْاٰخِرَۃِ'' ہی ہے۔

متعدی بدو مفعول کی مثال

ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِہٖ (البقرۃ: ۵۱)

ترجمہ: پھر تم نے ان کے پیچھے بچھڑے کو معبود بنالیا۔

دوسرے مقام پر مفعول ثانی کی طرف اشارہ ہے:

فَکَذٰلِکَ اَلْقَی السَّامِرِیُّ ﴿۸۷﴾ فَاَخْرَجَ لَھُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّہٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا ھٰذَآ اِلٰھُکُمْ وَ اِلٰہُ مُوْسٰی فَنَسِیَ ﴿۸۸﴾ (طہ)

ترجمہ: پھر اس طرح سامری نے کچھ ڈالا اور لوگوں کے سامنے ایک بچھڑا بنا کر نکال لیا، ایک جسم تھا جس میں سے آواز نکلتی تھی، لوگ کہنے لگے کہ یہ تمہارا معبود ہے اور موسیٰ کا معبود ہے، مگر موسیٰ بھول گئے ہیں۔

(۳) ایک جگہ شئ کا ذکر ہو، دوسری جگہ اس کا ظرف مذکور ہو، زمانی یا مکانی۔

ظرفِ زمانی کی مثال

لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَ یَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا (البقرۃ: ۱۴۳)

ترجمہ: تاکہ تم دوسرے لوگوں پر گواہ بنو، اور رسول تم پر گواہ بنے۔

یہاں شہادت کا ظرفِ زمان موجود نہیں ہے، سورۂ نساء کی آیت میں اس کی طرف

Marfat.com

اشارہ ہے:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝ (النساء)

ترجمہ: پھر (یہ لوگ سوچ رکھیں کہ) اس وقت (ان کا) کیا حال ہوگا جب کہ ہم ہر امت میں ایک گواہ لے کر آئیں گے، اور (اے پیغمبر!) ہم تم کو ان لوگوں کے خلاف گواہ کے طور پر پیش کریں گے۔

اس آیت میں ''اِذَا جِئْنَا'' کے ذریعہ ظرفِ زمان کا ذکر ہے۔

ظرفِ مکانی کی مثال

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الفاتحة)

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

اس مقام پر حمد کا ظرفِ مکانی مذکور نہیں ہے، دوسری آیت میں اس کا بیان آیا ہے۔

وَ لَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (الروم: ۱۸)

ترجمہ: اور اُسی کی حمد ہوتی ہے آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی۔

(۴) ایک جگہ شیٔ کا متعلق مذکور نہ ہو، دوسری جگہ مذکور ہو۔

مثال..... وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ (النساء: ۸۴)

ترجمہ: مؤمنوں کو ترغیب دیتے رہو، کچھ بعید نہیں کہ اللہ کافروں کی جنگ کا زور توڑ دے۔

یہاں متعلق تحریض مذکور نہیں ہے کہ کس پر تحریض کا امر کیا گیا ہے، دوسری جگہ اس کی وضاحت آئی ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۚ (الأنفال: ٦٥)

ترجمہ: اے نبی! مؤمنوں کو جنگ پر اُبھارو۔

(و) ایک مقام پر مخلوقات میں سے کسی مخلوق کی بعض حکمتوں کا ذکر ہو، دوسری جگہ دوسری حکمتوں کا ذکر ہو:

Marfat.com

مثال..... وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا۔ (الأنعام: ۹۷)

ترجمہ: اور اس نے تمہارے لئے ستارے بنائے ہیں، تاکہ تم ان کے ذریعے راستے معلوم کرسکو۔

یہاں ستاروں کی ایک حکمت یعنی اہتداء کا بیان ہے، دوسری جگہوں پر اس کے علاوہ دوسری حکمتیں بیان کی گئی ہیں۔

وَ لَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ۔ (الملك: ۵)

ترجمہ: اور ہم نے آسمانِ دنیا کو روشن چراغوں سے سجا رکھا ہے۔

اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ ِ الْکَوَاکِبِ ۝۶ وَ حِفْظًا مِّنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝۷ (صافات)

ترجمہ: بے شک ہم نے آسمانِ دنیا کو ستاروں کی شکل میں ایک سجاوٹ عطا کی ہے، اور ہر شریر شیطان سے حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے۔

(ز) کسی مقام پر امر، نہی یا شرط کا ذکر ہو، دوسرے مقام پر امر ونہی کے امتثال، یا شرط کے حصول کو بیان کیا گیا۔

امر کی مثال

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا۔ (البقرة: ۱۳۶)

ترجمہ: (مسلمانو!) کہہ دو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اس کلام پر بھی جو ہم پر اتارا گیا۔

یہاں امر کے امتثال اور تحقق نہیں بتایا گیا، دوسری جگہ اس کا بیان آیا ہے:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ .... (البقرة: ۲۸۵)

نہی کی مثال

وَّ قُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِی السَّبْتِ (النساء: ۱۵۴)

ترجمہ: اور ان سے کہا تھا کہ تم سنیچر کے دن کے بارے میں حد سے نا گزرنا۔

Marfat.com

یہاں امتثال کے متعلق بیان نہیں ہے دوسری جگہ بیان آیا ہے کہ انہوں نے امتثال نہیں کیا تھا، چنانچہ اللہ نے فرمایا:

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ ۔ (البقرة:٦٥)

ترجمہ: اور تم اپنے ان لوگوں کو اچھی طرح جانتے ہو جو سنیچر کے معاملے میں حد سے گزر گئے تھے۔

شرط کی مثال

وَ لَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ (البقرة:٢١٧)

ترجمہ: اور یہ (کافر) تم لوگوں سے برابر جنگ کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو یہ تم کو تمہارا دین چھوڑنے پر آمادہ کردیں۔

یہاں یہ بتایا گیا کہ اگر کافروں کو ممکن ہو، تو تم کو دین سے پھیر کر رہیں گے۔ اس آیت میں شرط کے تحقق اور وقوع کے متعلق کوئی بات نہیں کہی گئی، دوسری آیت میں بتایا گیا ہے کہ شرط کا تحقق نہیں ہوا ہے، وہ آیت یہ ہے:

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ (المائدة:٣)

ترجمہ: آج کافر لوگ تمہارے دین (کے مغلوب ہونے) سے ناامید ہو گئے ہیں۔

(ح) ایک مقام پر کسی شیٔ کے مستقبل میں وقوع پذیر ہونے کو بتایا گیا، دوسری جگہ یہ بتایا گیا ہو کہ واقع ہو چکا ہے:

مثال: سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا۔ (الأنعام: ١٤٨)

ترجمہ: جن لوگوں نے شرک اپنایا ہوا ہے وہ یہ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے، نہ ہمارے باپ دادا۔

وَ قَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ (النحل: ٣٥)

ترجمہ: اور جن لوگوں نے شرک اختیار کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم

Marfat.com

اس کے سوا کسی اور چیز کی عبادت نہ کرتے۔

(ط) ایک مقام پر شئ کا ذکر ہو، دوسری جگہ اس کی صفات کا ذکر ہو:

مثال: وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا (النساء)

ترجمہ: اور ہم انہیں گھنی چھاؤں میں داخل کریں گے۔

یہاں جنت کے سایوں کا بیان ہے۔ دوسری آیات میں سایوں کی صفت آئی ہے:

اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّ ظِلُّهَا (الرعد: ۳۵)

ترجمہ: اور اس کے پھل بھی سدا بہار ہیں اور اس کی چھاؤں بھی۔

وَّ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ (الواقعة: ۳۰)

ترجمہ: اور دُور تک پھیلے ہوئے سائے ہیں۔

(ی) ایک جگہ عام وارد ہوا ہو، دوسری جگہ اس عام کے کسی فرد کا صراحتاً ذکر کیا گیا ہو:

مثال: ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ (الحج: ۳۲)

ترجمہ: یہ ساری باتیں یاد رکھو، اور جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے۔

یہاں شعائر اللہ عام ہے، دوسری جگہ بدنہ کو منجملہ شعائر اللہ میں ہونا بتلایا گیا ہے:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۔ (الحج: ۳۶)

ترجمہ: اور قربانی کے اونٹ اور گائے کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کے شعائر میں شامل کیا ہے۔

(ک) کوئی قصہ کسی جگہ اجمالاً ہو، دوسری جگہ تفصیلاً ہو:

انبیائے کرام کے قصوں میں قرآنِ عزیز میں ایسا بہت ہوا ہے، اسی طرح آسمان وزمین کی تخلیق کا بیان کہیں اجمالاً آیا ہے، کہیں بسط وتفصیل کے ساتھ آیا ہے۔

یہ صورتیں آٹھویں قسم (تفسير الموجز بالمفصل) کی تھیں، اس کے علاوہ اور بھی اس کی صورتیں ہیں، طوالت کے خوف سے انہیں ترک کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

نویں قسم: جمع القراء ات الصحیحة

یعنی مراد آیت کی تفسیر وتوضیح کے لئے تمام قراءاتِ صحیحہ کو جمع کرنا۔ مثلاً:

وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا (المائدة: ۳۸)

ترجمہ: اور جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔

اس میں قطعِ ید کا امر ہے، مگر ''یــد'' کی تعیین نہیں کی گئی، مگر اس کی تفسیر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت سے ہوتی ہے، ان کی قراءت یہ ہے: ''والسارقون والسارقات فاقطعوا ایمانھم'' اس سے معلوم ہوا کہ داہنا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

دسویں قسم: جمع بین المتعارضات والمتشابهات

یعنی ایک ہی مضمون پر مشتمل متعدد آیات جن میں تعارض نظر آتا ہو، ان سب کو جمع کیا جائے، مثلاً: اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کے مادۂ تخلیق کے بارے میں کہیں ''تُرَابٍ'' کہا، کہیں ''طِيْنٍ'' کو بتلایا، کہیں ''صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ'' بتلایا ہے اور کہیں ''صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ'' کہا ہے۔

ان میں کوئی تعارض نہیں، مطلب یہ ہے مختلف اطوار ومراحل کے اعتبار سے کہا گیا ہے، اول مرحلہ میں ''تُرَابٍ'' پھر اس مٹی کو پانی سے مخلوط کر دیا گیا، تو ''طِيْنٍ''، اور ''صَلْصَالٍ'' ہوگئی (صَلْصَالٍ: ایک مخصوص قسم کی مٹی کا نام ہے) پھر وہی مٹی جب سوکھ جاتی ہے تو مثل ''فخار'' ہو جاتی ہے۔

دوسرا ماخذ: حدیث

(تفسیر القرآن بالسنة)

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وارشادات سے قرآنِ مجید کی تفسیر۔

اس کی آٹھ قسمیں ہیں:

۱..... تفسیر بالقرآن ۲..... تفسیر بتنصیص الآية

Marfat.com

۳.....تفسیر المشکل
۴.....تفسیر بلا تنصیص الآیة
۵.....تفسیر بالجواب
۶.....تفسیر فی الاختلاف
۷.....تفسیر بالتلاوة
۸.....تفسیر بالعمل

پہلی قسم: تفسیر بالقرآن

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی آیت کی تفسیر دوسری آیت سے فرمادیں، جیسے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ (الأنعام: ۸۲)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ کسی ظلم کا شائبہ بھی آنے نہیں دیا۔

یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم کی تفسیر شرک سے فرمائی، سورۂ لقمان کی آیت:

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ۝۱۳ (لقمان)

ترجمہ: یقین جانو کہ شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔

دوسری قسم: تنصیص علی تفسیر الآیة

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کی تصریح کر کے اس کی تفسیر فرمائی ہو، اس کی دو صورتیں ہیں:

۱..... پہلے تفسیر ذکر فرمائی ہو، پھر آیت کی تصریح کی ہو، جیسے کہ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت مذکور ہے:

لَیْسَ الْمِسْكِیْنُ الَّذِیْ تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلَا اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، اِنَّمَا الْمِسْكِیْنُ الَّذِیْ یَتَعَفَّفُ، وَاقْرَئُوْا اِنْ شِئْتُمْ، یَعْنِیْ

Marfat.com

قَوْلَهٗ: لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا. (البقرة: ۲۷۳)(۱)

۲.....آیت کے بعد تفسیر فرمائی ہو، جیسا کہ صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝ - (الانشقاق) حالاً بعد حال، قال: هذا نبيكم صلى الله عليه وسلم-(۲)

تیسری قسم: تفسیر المشکل

یعنی صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر کسی آیت کی تفسیر مخفی رہ گئی ہو، اس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی ہو، جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مروی ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھتے تھے، آپ پر سورۂ جمعہ کی آیت ''وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ'' (الجمعة: ۳) نازل ہوئی، تو میں نے پوچھا آخرین سے کون سی قوم کے لوگ مراد ہیں؟ آپ خاموش رہے تین مرتبہ میں نے پوچھا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے، آپ علیہ السلام نے ان پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا: لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ۔ اگر ایمان روئے زمین سے اٹھ کر ثریا پر بھی پہنچ جائے، پھر بھی ان کی قوم کے لوگ اسے حاصل کرلیں گے۔(۳)

(۱) صحيح البخاري: كتاب تفسير القرآن، باب: لا يسألون الناس إلحافا، ج۶ ص۳۲، رقم الحديث: ۴۵۳۹/ صحيح مسلم: كتاب الزكاة، باب المسكين الذى لا يجد غنى .... إلخ، ج۲ ص۷۱۹، رقم الحديث: ۱۰۳۹

(۲) صحيح البخاري: كتاب تفسير القرآن، باب: لتركبن طبقا عن طبق، ج۶ ص۱۶۸، رقم الحديث: ۴۹۴۰

(۳) صحيح البخاري: كتاب تفسير القرآن، باب: وآخرين منهم لما يلحقوا بهم، ج۶ ص۱۵۱، رقم الحديث:۴۸۹۷/ صحيح مسلم: كتاب فضائل الصحابة، باب فضل فارس، ج۴ ص۱۹۷۲، رقم الحديث: ۲۵۴۶

Marfat.com

چوتھی قسم: تفسیر بلا تنصیص آیۃ

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ذکر نہ فرمائی ہو، مگر آپ کے بیان سے کسی آیت کی تفسیر ہو جاتی ہو، جیسے کہ غزوۂ خندق کے موقع پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عصر کی نماز قضا ہوگئی تھی اس وقت آپ نے فرمایا تھا:

حبسونا عن صلاة الوسطى حتى غابت الشمس، ملأ الله قبورهم وبيوتهم نارًا۔ (۱)

اس حدیث سے آیت: حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی ۔(البقرۃ: ۲۳۸) میں وارد صلاۃِ وسطی کی تفسیر ہو جاتی ہے کہ اس سے نمازِ عصر مراد ہے۔

پانچویں قسم: تفسیر بالجواب

اس کا حاصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے سامنے کسی آیت کے متعلق کوئی سوال پیش کریں، پھر خود ہی اس کا جواب دیں۔

جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سورۂ کوثر نازل ہوئی، تو آپ علیہ السلام نے صحابۂ کرام کے سامنے سورت پڑھی، اور پھر ان سے پوچھا: أَتَدْرُوْنَ مَا الْكَوْثَرُ؟ جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: ''اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ'' اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''فَإِنَّهُ نَهْرٌ وَعَدَنِيْهِ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ، عَلَيْهِ خَيْرٌ كَثِيْرٌ، هُوَ حَوْضٌ تَرِدُ عَلَيْهِ أُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، آنِيَتُهُ عَدَدُ النُّجُوْمِ'' (۲)

---

(۱) صحيح البخاري: كتاب تفسير القرآن، باب: حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى، ج۶ ص۳۰، رقم الحديث: ۴۵۳۳

(۲) صحيح مسلم: كتاب الصلاة، باب حجة من قال: البسملة آية من أول كل سورة..... إلخ، ج۱ ص۳۰۰، رقم الحديث: ۴۰۰

Marfat.com

چھٹی قسم: تفسیر فی الاختلاف

یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان کسی آیت کے اندر اختلاف ہو گیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفسیر فرما کر اس کو دور کیا ہو۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، بنو خُدرہ اور بنو عمرو بن عوف کے دو آدمیوں کے درمیان اختلاف ہوا کہ "لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى" سے کونسی مسجد مراد ہے، قبیلۂ خدرہ کے آدمی نے کہا: اس سے مراد مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اور بنو عمرو کے آدمی نے کہا: نہیں! اس سے مراد مسجد قباء ہے، دونوں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آپ سے دریافت فرمایا: آپ نے مسجد نبوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: هو هذا يعني مسجده إلخ۔[1]

ساتویں قسم: تفسیر بالتلاوۃ

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف آیت کی تلاوت فرمادیں۔

مثال: صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمے میں الحاح اور آہ وزاری کے ساتھ دعا فرما رہے تھے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ، اَللّٰهُمَّ إِنْ تَشَأْ لَا تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور کہا: حَسْبُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اللہ کے رسول! بس کیجئے، آپ نے اپنے رب کو منا لیا ہے، آپ اپنی زرہ پہنے ہوئے نکلے اور یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۝ (القمر)[2]

---

(۱) سنن الترمذي: أبواب الصلاة، باب ما جاء في المسجد الذي أسّس على التقوى، ج۲ ص۱۴۴، رقم الحديث: ۳۲۳

(۲) صحيح البخاري: كتاب تفسير القرآن، باب: سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ، ج۶ ص۱۶۸، رقم الحديث: ۴۸۷۵

Marfat.com

آپ کی تلاوت کرنے سے تفسیر ہوگئی کہ یہ آیت غزوہ بدر کے متعلق نازل ہوئی ہے، جس میں مشرکین کی شکست کے متعلق پیشین گوئی وارد ہے۔

آٹھویں قسم: تفسیر بالعمل

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے آیت کی تفسیر ہو جائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت "وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ" (الشعراء) نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی پر چڑھے اور ندا لگائی: يَا بَنِي فِهْرٍ، يَا بَنِي عَدِيٍّ ... إلخ۔[1]

أحوال السنة مع القرآن

یعنی احادیثِ مبارکہ سے آیاتِ قرآنیہ کی کس کس شکل میں تفسیر ہوئی ہے۔

حدیث شریف میں یا تو قرآن کے کسی مضمون کی تاکید ہوئی ہے، یا اس سے زائد کوئی بات مذکور ہوئی ہے، یا صرف توضیح وتبیین ہوئی ہے۔

اگر حدیث کو اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ وہ قرآن کے لئے بیان ہے تو اس کی سات قسمیں بنتی ہیں:

۱..... تخصیصِ عام: مثلاً: الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ (الأنعام: ۸۲)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ کسی ظلم کا شائبہ بھی آنے نہیں دیا۔

اس میں ظلم عام ہے، مگر حدیث میں اس کی تفسیر شرک سے کی گئی ہے، جو ظلم کا ایک فردِ خاص ہے۔

۲..... تقیید مطلق: مثلاً: وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا (المائدة: ۳۸)

ترجمہ: اور جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔

---

(۱) صحيح البخاري: كتاب الوصايا، باب إذا وقف أو أوصى لأقاربه، ج۴ ص۶، رقم الحديث: ۲۷۵۲

Marfat.com

اس میں ''ایدی'' کا لفظ مطلق وارد ہے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے معلوم ہوا کہ اس سے مراد ''رُسْغَین'' ہیں نہ کہ مرافق ومناکب۔

۳..... تعریفِ مبہم: مثلاً: عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ ۔(الاسراء)

ترجمہ: امید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہیں مقامِ محمود تک پہنچائے گا۔

اس میں مقامِ محمود کی مراد مبہم تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الشفاعۃ۔

۴..... بیانِ مجمل: مثلاً ''اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ'' مجملاً نماز اور زکوۃ کا حکم ہے، مگر حدیث شریف سے اس کی تفصیلات، شرائط، ارکان، فرائض، آداب وسنن وغیرہ کا علم ہوتا ہے۔

۵..... بیانِ الفاظ: مثلاً: وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا ۔(البقرۃ: ۱۴۳) ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وسط کا معنی ہے ''العدل''

۶..... تفصیلِ قصص: مثلاً حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا واقعہ، اسی طرح ''اصحابِ اخدود'' کا واقعہ قرآن مجید میں مختصراً آیا ہے، پھر احادیث میں اس کو مفصل بیان فرمایا گیا ہے۔

۷..... بیانِ نسخ: مثلاً قرآن میں ایک آیت تھی جو خمس رضعات پر مشتمل تھی جو منسوخ ہوگئی، اِن کی منسوخیت کا علم حدیث کے ذریعے ہوا۔

تیسرا ماخذ: اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اہلِ زبان تھے، نیز وہ نزولِ قرآن کے وقت موجود تھے، آیت کے پس وپیش اور زمانِ نزول کے احوال وکوائف سے واقف تھے۔ نیز صحبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے انہیں فہم وفراست اعلیٰ درجہ کی ملی تھی، اس لئے ان کے اقوال تفسیر کے باب میں حجت ہیں۔

Marfat.com

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے تفسیری مآخذ، درجِ ذیل سات مصادر تھے:

۱... کتاب اللہ ۲... سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم

۳... لغت ۴... نقل عن أهل الكتاب

۵... فهم واجتهاد ۶... أخذ عن الصحابى

۷... تفسير بالأحوال

پہلا مصدر: قرآنِ کریم

مثال: صحیح بخاری میں روایت ہے کہ عوام بن حوشب نے حضرت مجاہد سے پوچھا، سورۂ ص میں ''وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّأَنَابَ ۩'' پر سجدہ ہے یا نہیں؟ تو فرمایا کہ یہی سوال حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کیا گیا تھا، تو آپ نے سورۂ انعام کی ایک آیت ''أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ'' کی تلاوت فرمادی، گویا آپ نے پہلی آیت کی دوسری آیت سے تفسیر فرمادی، چوں کہ پہلی آیت میں حضرت داود علیہ السلام کے سجدے کا ذکر ہے، اور دوسری آیت میں تمام انبیائے کرام علیہم الصلوات والسلام کی اتباع کا حکم دیا جا رہا ہے، لہٰذا سورۂ ص کی آیت کی تلاوت کے وقت سجدہ کرنا چاہیے، یہی وجہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت پر سجدہ کیا کرتے تھے۔[1]

دوسرا مصدر: سنتِ نبویہ

اس کی تین صورتیں ہیں:

پہلی صورت: صحابی حدیثِ قولی مرفوع صریح سے تفسیر کرے جس میں تفسیر کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صراحتاً مذکور ہو۔

(۱) صحيح البخاري: كتاب تفسير القرآن، باب: وإن يونس لمن المرسلين، ج۶ ص۱۲۴، رقم الحديث: ۴۸۰۶

Marfat.com

مثال: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث قدسی نقل کی: ''أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِينَ، مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ'' اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

اِقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ، فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ۔ (۱)

دوسری صورت: حدیثِ مرفوع حکمی غیر صریح سے صحابی آیت کی تفسیر کرے، جس میں تفسیر کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صراحتاً نہ کی گئی ہو۔

مثال: لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝۱۸ -(النجم)

ترجمہ: سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بہت کچھ دیکھا۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر فرمائی ہے: ''رَأَى رَفْرَفًا أَخْضَرَ قَدْ سَدَّ الْأُفُقَ'' اس تفسیر میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت نہیں کی تاہم چوں کہ یہ امورِ غیبیہ کی قبیل سے ہے، جس پر اطلاع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خبر دیئے بغیر نہیں ہو سکتی، اس لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ تفسیر حدیثِ مرفوع حکمی کہلائے گی۔ (۲)

تیسری صورت: صحابی آیت کی تفسیر سنتِ فعلی سے کرے، اس کی دو شکلیں ہیں:

پہلی شکل یہ ہے کہ نسبت الی الرسول کی صراحت کر دے۔

دوسری شکل یہ ہے کہ نسبت کی صراحت نہ کرے، مگر حکماً وہ حدیثِ مرفوع ہو۔

نوعِ اول کی مثال: سننِ ترمذی میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے مذکور ہے:

---

(۱) صحیح البخاری: کتاب تفسیر القرآن، باب: فلا تعلم نفس ما أخفی لهم من قرة أعین، ج۶ ص۱۱۵، رقم الحدیث ۴۷۷۹

(۲) صحیح البخاری: کتاب تفسیر القرآن، باب: لقد رأی من آیات ربه الکبری، ج۶ ص۱۴۱، رقم الحدیث: ۴۸۵۸

Marfat.com

"كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَاحِلَتِهِ تَطَوُّعاً حَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ وَهُوَ جَاءَ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ"۔ (۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آیت "وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ" کی تفسیر فرمائی تھی۔

نوعِ ثانی کی مثال: صحیح بخاری میں روایت ہے، حضرت نافع حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ سے جب صلاۃ الخوف کے متعلق پوچھا جاتا تو آپ اس کا طریقہ بیان فرماتے:

يَتَقَدَّمُ الْإِمَامُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ النَّاسِ فَيُصَلِّي بِهِمُ الْإِمَامُ رَكْعَةً ..... الحديث۔ (۲)

اس کے بعد نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کر کے ہی بیان کیا ہوگا، اگر چہ یہاں انہوں نے طریقۂ صلاۃ کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں فرمائی، تاہم اس کا فعلِ رسول ہونا متعین ہے، کیوں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی رائے سے یہ طریقہ بیان نہیں کر سکتے۔

تیسرا مصدر: لغت

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی سند سے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے "وَكَأْسًا دِهَاقًا" کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے "دِهَاقًا" کی تفسیر "مَلْأَى مُتَتَابِعَةً" سے فرمائی ہے اور کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ میں نے اپنے والد کو زمانۂ جاہلیت میں یہ کہتے ہوئے سنا: "اِسْقِنَا كَأْسًا دِهَاقًا" جس کی مراد ہے "مَلْأَى مُتَتَابِعَةً" یعنی لبالب پیالہ۔ (۳)

(۱) سنن الترمذي: أبواب تفسير القرآن، باب: ومن سورة البقرة، ج۵ ص۲۰۵، رقم الحديث: ۲۹۵۸

(۲) صحيح البخاري: كتاب تفسير القرآن، باب: فإن خفتم فرجالا أو ركبانا... إلخ، ج۶ ص۳۰، رقم الحديث: ۴۵۳۵

(۳) صحيح البخاري: كتاب المناقب، باب أيام الجاهلية، ج۵ ص۴۱، رقم الحديث: ۳۸۳۹

Marfat.com

چوتھا مصدر: نقل عن أهل الكتاب

یعنی اہلِ کتاب سے منقول اسرائیلی روایات بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تفسیری مآخذ میں ایک ماخذ رہی ہیں، مگر علی الاطلاق اسرائیلیات حجت نہیں ہیں بلکہ ان کی تین قسمیں ہیں:

اول: وہ روایات جن کی صحت پر کتاب وسنت سے شہادت ملتی ہو، ایسی اسرائیلیات کا بیان کرنا جائز ہے، مثلاً فرعون کا غرق ہو جانا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں سے مقابلہ، آپ کا کوہِ طور پر جانا۔

دوم: وہ روایات جن کے جھوٹ ہونے پر کتاب وسنت میں دلیل موجود ہو، اس کا بیان کرنا بالکل جائز نہیں، مثلاً یہ کہانی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام آخری عمر میں (معاذ اللہ) بت پرستی میں مبتلا ہو گئے تھے، اسی طرح داود علیہ السلام کے بارے میں یہ من گھڑت کہانی کہ آپ علیہ السلام (معاذ اللہ) اپنے سپہ سالار "اوریا" کی بیوی پر فریفتہ ہو گئے تھے۔

سوم: مسکوت عنہا یعنی وہ روایات جن کے صدق وکذب پر کتاب اللہ میں کوئی دلیل یا اشارہ نہ ہو، اس قسم کی روایات کا بیان کرنا تو جائز ہے، لیکن نہ ان پر کسی دینی مسئلہ کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے، نہ ان کی تصدیق یا تکذیب کی جا سکتی ہے۔ ایسی روایات کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَا تُصَدِّقُوا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ، وَقُولُوا: آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا۔ (۱)

---

(۱) صحيح البخاري: كتاب تفسير القرآن، باب قولوا أمنا بالله وما أنزل إلينا، ج۶ ص۲۰، رقم الحديث: ۴۴۸۵

کتبِ تفاسیر میں موجود موضوعات اور اسرائیلی روایات کی نشاندہی کے لئے اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں ''الإسرائیلیات والموضوعات فی کتب التفسیر''

پانچواں مصدر: فہم واجتہاد

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے نزولِ قرآن ہوا، نیز ان کی زبان میں قرآن نازل ہوا، مزید برآں صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے فہم وفراست انہیں اعلیٰ درجہ کی ملی تھی، اس لئے ان کے اجتہادات، تفسیر کے مآخذ میں ایک ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مثال: إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ﴿١﴾ (النصر)

ترجمہ: جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے۔

اس آیت کی تفسیر کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: یہاں ملکوں اور قلعوں کی فتح کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اجتہاد سے بتلایا کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر دی گئی ہے۔[1]

چھٹا مصدر: أخذ عن الصحابی

یعنی ایک صحابی کسی آیت کی تفسیر دوسرے صحابی سے معلوم کرے۔

مثال..... وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَوٰةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا (النساء: ۱۰۱)

ترجمہ: اور جب تم زمین میں سفر کرو اور تمہیں اس بات کا خوف ہو کہ کافر لوگ پریشان کریں گے، تو تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم نماز میں قصر کرلو۔

---

(۱) صحیح البخاری: کتاب تفسیر القرآن، باب: روأیت الناس یدخلون فی دین اللہ أفواجا، ج۶ ص۱۷۹، رقم الحدیث: ۴۹۶۹

Marfat.com

صحیح مسلم میں ہے کہ یعلی بن امیہ رضی اللہ تعالی عنہ نے امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ سے اس آیت کے متعلق پوچھا کہ اب تو لوگ پر امن ہو گئے (یعنی اب دشمن کا خوف نہ رہا، لہٰذا قصرِ صلاۃ کا حکم اب باقی نہ رہنا چاہئے کیوں کہ آیت میں قصر کی اجازت خوف پر معلق کی گئی ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے بھی اس بارے میں تعجب ہوا تھا جیسے کہ تمہیں تعجب ہوا ہے، تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا، تو آپ نے فرمایا:

"صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَهُ"

یعنی تمہارے اوپر اللہ تعالی کی طرف سے ایک عنایت ہے اس کو قبول کرلو۔ (1)

ساتواں مصدر: تفسیر بالأحوال

یعنی آیت جن احوال ووقائع کے پسِ منظر میں نازل ہوئی تھی، ان کی مدد سے صحابی آیت کی تفسیر کرے۔

مثال: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ (البقرة: ۱۹۸)

ترجمہ: تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم (حج کے دوران تجارت یا مزدوری کے ذریعے) اپنے پروردگار کا فضل تلاش کرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر میں منقول ہے کہ عُکاظ، مَجَنَّة اور ذُو المَجاز زمانۂ جاہلیت کے بازار تھے، حج کے مواقع پر لوگ تجارت کرنے کو گناہ سمجھتے تھے، اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ... إلخ۔ (2)

---

(۱) صحیح مسلم: کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب صلاۃ المسافرین، ج۱ ص۴۷۸، رقم الحدیث: ۶۸۶

(۲) صحیح البخاری: کتاب البیوع، باب ما جاء فی قول اللہ تعالی: فإذا قضیت الصلوة فانتشروا فی الأرض، ج۳ ص۵۲، رقم الحدیث: ۲۰۵۰

Marfat.com

صحابہ کے طرقِ تفسیر

یعنی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جو تفسیر فرماتے تھے، وہ چھ طرح کی ہوتی تھی:

۱.....بیانِ تخصیص ۲.....بیانِ تقیید ۳.....ایضاحِ مبہم

۴.....بیانِ مجمل ۵.....بیانِ نسخ ۶.....بیانِ سببِ نزول

چوتھا ماخذ: اقوالِ تابعین

تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ چوں کہ صحابۂ کرام کے فیض یافتہ تلامذہ ہیں، نیز تقویٰ و دیانت، علم و فضل کے اعتبار سے صحابہ کے بعد انہیں کا درجہ ہے، مزید یہ کہ زبانِ عربی کے مزاج و مذاق سے واقفیت، بعد کے لوگوں سے زیادہ ان کو حاصل تھی، اس لئے بابِ تفسیر میں ان کے اقوال بھی ایک ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

تابعین کے تفسیری مآخذ و مصادر بھی وہی ہیں جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے تھے البتہ ایک مصدر (اخذ عن التابعین) کے اضافہ کے ساتھ تابعین کے کل مصادر آٹھ ہوتے ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:

۱.....قرآنِ مجید ۲.....سنتِ رسول ۳.....اقوالِ صحابہ ۴.....اخذ عن التابعین

۵.....لغت ۶.....نقل عن اہلِ الکتاب ۷.....فہم و اجتہاد ۸.....احوال و وقائع کا علم

پہلا مصدر: قرآن

یعنی تابعی قرآن کی تفسیر قرآن سے کرے۔

مثال: کئی آیات میں لفظ ذکر وارد ہے اور مراد اس سے قرآن ہے، مثلاً:

۱.....قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ ۔(الطلاق)

ترجمہ: اللہ نے تمہارے پاس ایک سراپا نصیحت بھیجی ہے۔

۲.....اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ ۔(حم السجدة: ۴۱)

Marfat.com

ترجمہ: بے شک (ان لوگوں نے بہت برا کیا ہے) جنہوں نے نصیحت کی اس کتاب کا انکار کیا جب کہ وہ ان کے پاس آ چکی تھی۔

۳..... اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۝ (الحجر)

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ یہ ذکر (یعنی قرآن) ہم نے ہی اتارا ہے، اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

ان آیات میں ایک تابعی ابن زید رحمہ اللہ نے ''ذکر'' کی تفسیر قرآن سے فرمائی ہے، اور یہ تفسیر انہوں نے قرآنِ مجید کی ایک دوسری آیت سے اخذ کی ہے، وہ آیت یہ ہے:

وَكَذٰلِكَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ رُوۡحًا مِّنۡ اَمۡرِنَا ؕ ۔ (الشوری: ۵۲)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تمہارے پاس اپنے حکم سے ایک رُوح بطور وحی نازل کی ہے۔

اس آیت میں اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو شئ بذریعہ وحی نازل فرمائی ہے اس کو روح فرمایا، اور مذکورہ بالا آیات میں ان ہی نازل شدہ چیزوں کو ذکر فرمایا، اور ظاہر ہے کہ نازل ہونے والی شئ قرآنِ مجید ہے، پس اس طرح تابعی نے ایک آیت کی تفسیر دوسری آیت کی مدد سے کی ہے۔[۱]

دوسرا مصدر: سنتِ نبویہ
یعنی تابعی حدیث سے تفسیر کرے۔

مثال: وَّرَفَعۡنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝ ۔ (مریم: ۵۷)

ترجمہ: اور ہم نے انہیں رفعت دے کر ایک بلند مقام تک پہنچا دیا تھا۔

اس کی تفسیر میں قتادہ رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

---

(۱) تفسیر الطبری: سورۃ النحل آیت نمبر ۴۴ کے تحت، ج۱۷ ص۲۰۹، وفیہ أیضا: سورۃ البقرۃ: آیت نمبر ۸۷ کے تحت، ج۲ ص ۱۲۳

Marfat.com

معراج والی روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے (آسمان پر) لے جایا گیا، تو چوتھے آسمان پر ادریس علیہ اسلام کی زیارت ہوئی۔[۱]

قتادہ تابعی ہیں، انہوں نے حدیث شریف سے آیت کی تفسیر فرمائی۔

تیسرا مصدر: اقوالِ صحابہ

مثال: فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝۹ (النجم)

ترجمہ: یہاں تک کہ وہ دو کمانوں کے فاصلے کے برابر قریب آ گیا، بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیک۔

صحیحین میں ہے کہ ابو اسحٰق شیبانی رحمہ اللہ نے زِر بن حبیش رحمہ اللہ تعالی سے اس آیت کی تفسیر کی بابت پوچھا، تو انہوں نے فرمایا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو تھے۔ اس میں تابعی نے صحابی کے قول کو اپنی تفسیر کا مدار ٹھہرایا۔[۲]

چوتھا مصدر: اخذ عن التابعی

یعنی ایک تابعی دوسرے تابعی سے نقل کر کے کسی آیت کی تفسیر بیان کرے۔

مذکورہ بالا مثال میں ابو اسحاق شیبانی رحمہ اللہ نے زِر بن حُبیش رحمہ اللہ سے آیت کی تفسیر پوچھی، اور دونوں (ابو اسحٰق، زر بن حبیش رحمہما اللہ) تابعی ہیں، پس اس طرح کی یہ تفسیر تابعی عن التابعی ہوئی۔

---

(۱) سنن الترمذی: أبواب تفسیر القرآن، باب: ومن سورة مریم، ج۵ ص۳۱۵، رقم الحدیث: ۳۱۵۷

(۲) صحیح البخاری: کتب بدء الخلق، باب إذا قال أحدکم: آمین والملائکة فی السماء ... إلخ، ج۴ ص۱۱۵، رقم الحدیث: ۳۲۳۲

Marfat.com

پانچواں مصدر: لغت

یعنی تابعی لغت کا سہارا لے کر آیت کی تفسیر کرے۔

مثال: اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴿۲۹﴾ (الجاثية: ۲۹)

ترجمہ: تم جو کچھ کرتے تھے، ہم اُس سب کو لکھوالیا کرتے تھے۔

امام مجاہد رحمہ اللہ نے "نَسْتَنْسِخُ" کی تفسیر "نَكْتُبُ" سے کی ہے، مجاہد رحمہ اللہ تابعی ہیں، اور مذکورہ تفسیر لغت سے کی گئی ہے۔ (۱)

چھٹا مصدر: اخذ عن اہل الکتاب

مثال: ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ (المائدة: ۲۳)

ترجمہ: تم ان پر چڑھائی کر کے (شہر کے) دروازے میں گھس تو جاؤ، جب گھس جاؤ گے تو تم ہی غالب رہو گے۔

ابن اسحاق رحمہ اللہ نے اہلِ کتاب سے اس آیت کی تفسیر کے تحت نقل کیا ہے کہ بنی اسرائیل کو جب نقباء نے جبابرہ کے متعلق خبر دی تو موسیٰ اور ہارون علیہما السلام سجدہ میں گر پڑے اور بنی اسرائیل وہیں موجود تھے۔ (۲)

ساتوں مصدر: فہم واجتہاد

مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ (آل عمران: ۷)

ترجمہ: جس کی کچھ آیتیں تو محکم ہیں۔

امام التفسیر مجاہد رحمہ اللہ نے محکمات کی تفسیر "حلال وحرام" سے کی ہے، مجاہد رحمہ اللہ

---

(۱) صحيح البخاري: كتاب تفسير القرآن، باب: يوم نبطش البطشة الكبرى، ج۶ ص۱۳۳

(۲) تفسير الطبري: سورة المائدة: آیت نمبر ۲۳ کے تحت، ج۱۰ ص۱۸۲

Marfat.com

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد اور تابعی ہیں، آپ نے یہ تفسیر اپنے فہم واجتہاد سے کی ہے۔[1]

آٹھواں مصدر: احوال ووقائع کا علم

یعنی آیت کا نزول کن حالات کے تحت ہوا تھا ان کا جاننا۔

مثال: مَاجَعَلَ اللّٰہُ مِنۡۢ بَحِیۡرَۃٍ وَّلَا سَآئِبَۃٍ وَّلَا وَصِیۡلَۃٍ وَّلَا حَامٍ (المائدة: ١٠٣)

ترجمہ: اللہ نے کسی جانور کو نہ بحیرہ بنانا طے کیا ہے، نہ سائبہ، نہ وصیلہ اور نہ حام۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، اور حام کی تفسیر نقل فرمائی ہے کہ:

بحیرۃ: اس جانور کو کہا جاتا ہے جس کا دودھ بتوں کے لئے وقف کیا گیا ہو، اس کو کوئی شخص دوہتا نہیں تھا۔

سائبۃ: وہ جانور جو کفار اپنے معبودوں کے لئے آزاد چھوڑتے تھے، اس پر بار برداری نہیں کی جاتی تھی۔

وصیلۃ: وہ اونٹنی جو پہلے مادہ جنے، پھر دوسری مرتبہ میں بھی مادہ جنے، یعنی جو اونٹنی مسلسل دو مادہ جنے، اس کو اپنے اصنام کے لئے وقف کردیتے تھے۔

حام: نر اونٹ جس کے سبب بہت سے بچے ہو گئے ہوں، تو اس کو آزاد چھوڑ دیتے تھے کہ جہاں چاہے چرے اور اس کے اوپر سوار نہیں ہوتے تھے۔[2]

---

(١) صحيح البخاري: كتاب تفسير القرآن، باب: منه آيات محكمات، ج٦ ص٣٣

(٢) صحيح البخاري: كتاب تفسير القرآن، باب ما جعل الله من بحيرة ولا سائبة... إلخ، ج٦ ص٥٤، رقم الحديث: ٤٦٢٣

Marfat.com

تابعین کی تفسیروں کی صورتیں

۱.....بیانِ الفاظ ۲.....بیانِ تخصیص ۳.....بیانِ تقیید
۴.....بیانِ مجمل ۵.....بیانِ نسخ ۶.....ایضاحِ مبہم

پانچوں ماخذ: لغتِ عرب

قرآنِ کریم کی جس آیت کا مفہوم بدیہی طور پر واضح ہو اور جس کے مفہوم میں کوئی الجھن، اشتباہ یا ابہام واجمال نہ ہو، اور نہ اسے سمجھنے کے لئے کسی تاریخی پسِ منظر کو جاننے کی ضرورت ہو، وہاں تو عربی لغت ہی تفسیر کا واحد ماخذ ہے، لیکن جہاں کوئی ابہام واجمال پایا جارہا ہو، یا جو آیت کسی واقعاتی پس منظر سے وابستہ ہو، یا اس سے فقہی احکام مستنبط کئے جارہے ہوں، وہاں محض لغت کی بنیاد پر کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، ایسی صورت میں تفسیر کی اصل بنیاد، خود قرآنِ کریم، سنتِ نبوی اور آثارِ صحابہ وتابعین پر ہوگی، لیکن ان مآخذ کے بعد لغتِ عرب کو بھی سامنے رکھا جائے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ عربی ایک وسیع زبان ہے اور اس میں ایک ایک لفظ کئی معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور ایک ایک جملے کے متعدد معنی ہوسکتے ہیں، لہٰذا لغت کی بنیاد پر ان میں سے کوئی مفہوم متعین کرنا، مغالطوں کا سبب بن جاتا ہے، اسی بنا پر بعض حضرات نے مطلق لغت کو مستقل ماخذ ماننے سے ہی انکار کیا، بلکہ امام احمد رحمہ اللہ کی طرف یہ قول منسوب ہے کہ وہ لغت کے ذریعہ قرآن کریم کی تفسیر کو مکروہ قرار دیتے تھے، لیکن علامہ زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کا مقصد تفسیر میں لغت کو بالکلیہ نظر انداز کرنا نہیں تھا، بلکہ مقصد یہ تھا کہ کسی آیت کے ظاہر اور متبادر معنی کو چھوڑ کر ایسے معنی بیان کرنا ممنوع ہے جو قلیل الاستعمال ہو، ظاہر ہے کہ قرآنِ کریم عرب کے عام محاورات کے مطابق نازل ہوا ہے، لہٰذا جس جگہ قرآن وسنت یا آثارِ صحابہ میں سے کسی لفظ کی تفسیر موجود نہ ہو، وہاں آیت کی وہ تفسیر کی جائے گی جو اہلِ عرب کے عام محاورات میں متبادر طور پر سمجھی جاتی

Marfat.com

ہو، ایسے مواقع پر اشعارِ عرب سے استدلال کر کے کوئی ایسے قلیل الاستعمال معنی بیان کرنا بالکل غلط ہے، جو لغت کی کتاب میں تو لکھے ہوئے ہیں، اور عام بول چال میں استعمال نہیں ہوتے۔

اس کو ایک واضح مثال سے سمجھئے، قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم نے پانی کی فرمائش کی، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ ''اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ'' اور اپنی لاٹھی کو پتھر پر مارو، یہ جملہ کسی زبان جاننے والے کے سامنے بولا جائے گا، تو وہ صراحتاً اس کا یہی مطلب سمجھے گا کہ لاٹھی کو پتھر پر مارنے کا حکم دیا جارہا ہے، چنانچہ یہ جملے کی تفسیر صحیح و معتبر ہے، لیکن سرسید احمد خان نے کہا کہ اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ لاٹھی کے سہارے اس چٹان پر چلو، اس میں ''اضرب'' کے معنی (مارو) کہ بجائے چلو اور حجر کے معنی (پتھر) کے بجائے چٹان بیان کرنا، ایک ایسی زبردستی ہے، جس کی تائید میں لغت کی کتابوں کا کوئی ایک آدھا حوالہ مل بھی جائے، تو عام محاوراتِ عرب اس کی بالکلیہ تردید کرتے ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کی بیان کی ہوئی اس تشریح کی کسی لغت سے بھی تائید نہیں ہوتی، اور لغت کے اعتبار سے بھی اس میں کئی غلطیاں ہیں، مثلاً ''ضرب'' جب چلنے کے معنی میں آتا ہے تو اس کے ساتھ ''فی'' ضرور ہوتا ہے، جیسے ''وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ'' اور یہاں ''فی'' نہیں ہے، نیز یہ تفسیر سلفِ صالحین میں سے کسی سے منقول نہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے لغت کے ذریعہ اسی قسم کی تفسیر بیان کرنے کو ممنوع قرار دیا ہے، اور ظاہر ہے کہ لغت سے اس طرح کا کام لینے کو کوئی عقل وانصاف رکھنے والا شخص درست نہیں کہہ سکتا۔ (علوم القرآن: ص ۳۴۱، ۳۴۲)

چھٹا ماخذ: عقلِ سلیم

ماٰخذ تفسیر میں عقلِ سلیم کی حیثیت

اللہ تعالیٰ کی جانب سے انسان میں جو بنیادی خزانے ودیعت کئے گئے ہیں، ان میں

Marfat.com

ایک بہت بڑا نہایت قیمتی جوہر عقل وفہم ہے، دنیا کے ہر کام میں عقل کی ضرورت کا ہونا بالکل ظاہر ہے، قرآن کریم سے استفادہ میں عقل کی انتہائی ضرورت ہے، اور عقل کی رہنمائی معتبر بھی ہے، بشرطیکہ عقل، عقلِ سلیم ہو، عوارض خارجیہ کے گرد وغبار سے پاک ہو، اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ قرآنِ کریم علومِ ربانیہ اور اسرارِ الٰہیہ کا ایک بحر ناپید کنارہ ہے، کسی دور میں بھی یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ اب اس کی انتہا ہوگئی ہے، اور اب اس سلسلہ میں مزید کچھ کہنے کی گنجائش نہیں ہے کہ قرآن کریم کے ان اسرار وحقائق پر غور وفکر کرنے کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے، اور جس شخص کو بھی اللہ تعالیٰ نے علم وعقل اور خشیت وانابت کی دولت سے نوازا ہو، وہ تدبر کے ذریعہ نئے حقائق تک رسائی حاصل کرسکتا ہے، چنانچہ ہر دور کے مفسرین اپنی اپنی فہم کے مطابق اس باب میں اضافہ کرتے آئے ہیں، اور یہی وہ چیز ہے جس کی دعا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے فرمائی تھی:

"اَللّٰھُمَّ عَلِّمْهُ الْکِتَابَ"

اے اللہ! اس کو قرآنِ کریم کا علم عطا فرما۔ (۱)

چنانچہ اسی دعا کا ثمرہ تھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ترجمان القرآن، امام المفسرین اور حبر الامۃ جیسے القاب سے ملقب ہوئے، امام زرکشی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یوں تو مختلف صحابہ مختلف علوم میں ضرور ممتاز مقام رکھتے تھے مگر کسی کو سوائے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ''بحر'' (سمندر) نہیں کہا گیا، بحر العلوم تو آپ ہی کی شخصیت ثابت ہوئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو وہ بصیرت نصیب تھی کہ گویا آپ پسِ پردہ غیر منکشف علوم کو باریک عینک سے دیکھ لیا کرتے تھے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نعم ترجمان القرآن عبد اللہ بن عباس'' لیکن اس سلسلہ میں یہ

---

(۱) صحیح البخاری: کتاب العلم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اللّٰھم علمہ الکتاب، ج۱ ص۲۶، رقم الحدیث: ۷۵

Marfat.com

بات یاد رکھنے کی ہے کہ اس طرح عقل وفہم سے مستنبط کئے ہوئے وہی حقائق واسرار معتبر ہیں، جو دوسرے شرعی اصول اور مذکورہ بالا پانچ مآخذ سے متصادم نہ ہوں، اور اگر اصولِ شرعیہ کو توڑ کو کوئی نکتہ بیان کیا جائے، تو اس کی دین میں کوئی قدر وقیمت نہیں ہے اور اسی کو تفسیر بالرائے کہا جاتا ہے جو ممنوع ہے۔

تفسیر بالرائے کی حقیقت اور اس کا حکم

تفسیر بالرائے کا حاصل یہ ہے کہ قرآنِ کریم کی تفسیر کے لئے جو اصول، اجماعی طور پر مسلّم اور طے شدہ ہیں ان کو نظر انداز کر کے محض رائے کی بنیاد پر تفسیر کی جائے، اس طرح تفسیر کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ اس طرح رائے محض کو تفسیر کے معاملے میں دخل دے کر کوئی شخص اتفاقاً کسی صحیح نتیجہ پر بھی جائے تو وہ خطا کار ہوگا، کیوں کہ اس نے راستہ غلط اختیار کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ قَالَ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ بِرَأْیِهٖ فَأَصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ۔ (۱)

جو شخص قرآن کریم کے بارے میں اپنی رائے سے گفتگو کرے تو اگر صحیح بات بھی کہے تو اس نے غلطی کی۔

ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَالَ فِی الْقُرْآنِ بِغَیْرِ عِلْمٍ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔ (۲)

جو شخص قرآن کے معاملے میں علم کے بغیر کوئی بات کہے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ محض اپنی رائے کو بنیاد بنا کر قرآن کی تفسیر کرنا

---

(۱) سنن أبی داود: کتاب العلم، باب الکلام فی کتاب اللہ بغیر علم، ج۳ ص۳۲۰، رقم الحدیث: ۳۶۵۲

(۲) سنن الترمذی: أبواب تفسیر القرآن، باب ما جاء فی الذی یفسر القرآن برأیه، ج۵ ص۱۹۹، رقم الحدیث: ۲۹۵۰

Marfat.com

حرام ہے، البتہ تفسیر کے اصولوں اور اسلام کے اجماعی طور پر طے شدہ ضوابط کی پابندی کرتے ہوئے اگر تفسیر میں کسی ایسی رائے کا اظہار کیا جائے، جو قرآن وسنت کے خلاف نہ ہو تو وہ اس حدیث کی وعید میں داخل نہیں ہے۔

علامہ ماوردی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض غلو پسند لوگوں نے ان حدیثوں میں یہ مطلب سمجھا کہ قرآن کریم کے بارے میں کوئی بات فکر ورائے کی بنیاد پر کہنا جائز نہیں، یہاں تک کہ اجتہاد کے ذریعہ قرآن کریم سے ایسے معانی بھی مستنبط نہیں کیے جاسکتے جو اصولِ شرعیہ کے مطابق ہوں، لیکن یہ خیال درست نہیں، کیوں کہ خود قرآن کریم نے تدبر اور استنباط کو جا بجا مستحسن قرار دیا ہے، اور اگر فکر وتدبر پر بالکل پابندی لگا دی جائے، تو قرآن وسنت سے شرعی احکام وقوانین مستنبط کرنے کا دروازہ ہی سرے سے بند ہو جائے گا، لہٰذا ان حدیثوں کا مطلب ہر قسم کی رائے پر پابندی لگانا نہیں ہے، چنانچہ اس بات پر جمہور علماء متفق ہیں کہ خود قرآن وسنت کے دوسرے دلائل کی روشنی میں ان حدیثوں کا منشا ہرگز یہ نہیں ہے کہ قرآن کریم کے معاملے میں غور وفکر اور عقل ورائے کو بالکل استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

تفسیر بالرائے کی صورتیں

۱.....جو شخص تفسیرِ قرآن کے بارے میں گفتگو کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا، وہ محض اپنی رائے کے بل بوتے پر تفسیر شروع کردے۔

۲.....کسی آیت کی کوئی تفسیر صراحتاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ وتابعین سے ثابت ہوا، اور وہ اسے نظر انداز کر کے محض اپنی عقل سے کوئی معنی بیان کرنے لگے۔

۳.....جن آیات میں صحابہ وتابعین سے کوئی صریح تفسیر منقول نہیں، ان میں لغت اور زبان وادب کے اصولوں کو پامال کر کے کوئی تشریح بیان کرے۔

۴.....قرآن وسنت سے براہِ راست احکام وقوانین مستنبط کرنے کے لئے اجتہاد کی اہلیت نہ رکھتا ہو، اور پھر اجتہاد شروع کردے۔

Marfat.com

۵.....قرآن کریم کی متشابہ آیات (جن کے بارے میں قرآن نے خود کہہ دیا ہے کہ ان کی سو فی صد صحیح مراد سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا) ان کی جزم ووثوق کے ساتھ کوئی تفسیر بیان کرے اور اس پر مُصر ہو۔

۶.....قرآنِ کریم کی ایسی تفسیر بیان کرے جس سے اسلام کے دوسرے اجماعی طور پر مسلّم اور طے شدہ عقائد یا احکام مجروح ہوتے ہوں۔

۷.....تفسیر کے معاملہ میں جہاں عقل وفکر کا استعمال جائز ہے، وہاں کسی قطعی دلیل کے بغیر اپنی ذاتی رائے کو یقینی طور پر درست اور دوسرے مجتہدین کی آراء کو یقینی طور سے باطل قرار دے۔

یہ تمام صورتیں اس ''تفسیر بالرائے'' کی ہیں جن سے مذکورہ بالا حدیثوں میں منع کیا گیا ہے۔ (علوم القرآن بتغییر یسیر: ص ۳۵۸،۳۵۷)

قاعدے کا لغوی معنی

قاعدہ لغت میں اساس اور بنیاد کو کہا جاتا ہے، اور قاعدہ اس معنی میں قرآنِ کریم میں بھی استعمال ہوا ہے:

وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ ۔ (البقرۃ: ۱۲۷)

اور اس وقت کا تصور کرو جب ابراہیم بیت اللہ کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے۔

قاعدے کی اصطلاحی تعریف

علامہ سید شریف الجرجانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۱۶ھ) فرماتے ہیں: قاعدہ اس کلی اور جامع عبارت کا نام ہے جو اپنی تمام جزئیات کو محیط ہو:

القاعدۃ: ھی قضیۃ کلیۃ منطبقۃ علی جمیع جزئیّاتھا۔[1]

---

(۱) التعریفات: باب القاف، ج ۱ ص ۱۷۱

Marfat.com

تفسیر کی لغوی تعریف

تفسیر کا لغوی معنی ہے واضح کرنا، بیان کرنا۔

علامہ عبدالعظیم زرقانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۶۷ھ) فرماتے ہیں:

التفسیر فی اللغۃ: الإیضاح والتبیین۔[1]

اَلتَّفْسِیرُ تَفْعِیلٌ مِنَ الْفَسْرِ، وَهُوَ الْبَیَانُ وَالْکَشْفُ، وَیُقَالُ:هُوَ مَقْلُوبُ السَّفَرِ،وَقِیلَ مَأْخُوذٌ مِنَ التَّفْسِرَةِ، وَهِیَ اِسْمٌ لِمَا یَعْرِفُ بِهِ الطَّبِیبُ الْمَرَضَ۔

تفسیر مشتق ہے ''فَسر'' سے، جس کے معنی ہیں ''کھولنا'' تفسیر میں چونکہ مُغلقاتِ الفاظ اور قرآنِ کریم کے مفہوم کو کھول کر بیان کیا جاتا ہے اس لئے اسے تفسیر کہا جاتا ہے۔ تفسیر بابِ تفعیل کا مصدر ہے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ ماخوذ ہے ''سفر'' سے، اس کا قلب کر کے ''فسر'' بنایا گیا، پھر اس سے تفسیر مشتق ہے، سفر کے معنی بھی کھولنے کے آتے ہیں، سفر کو سفر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ بہت سے مخفی امور کے لئے کاشف ہوتا ہے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ ماخوذ ہے ''التفسرۃ'' سے، اور یہ اس صالحیت کا نام ہے جس کے ذریعے سے طبیب مرض کی شناخت کرتا ہے۔[2]

تفسیر کی اصطلاحی تعریف

علامہ بدرالدین زرکشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۹۴ھ) فرماتے ہیں کہ علمِ تفسیر وہ علم ہے جس سے قرآنِ کریم کا فہم حاصل ہو، اس کے معانی کی وضاحت اور اس کے احکام اور حکمتوں کا استنباط کیا جا سکے:

---

(۱) مناهل العرفان فی علوم القرآن: المبحث الثانی عشر فی التفسیر والمفسرین، ج۲ ص۳

(۱) الإتقان فی علوم القرآن: النوع السابع والسبعون، ج۴ ص۱۹۲/ البرهان فی علوم القرآن: النوع الحادی والأربعون، ج۲ ص۱۴۷

Marfat.com

التَّفْسِيرُ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهِ فَهْمُ كِتَابِ اللّٰهِ الْمُنَزَّلِ عَلَى نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيَانُ مَعَانِيهِ وَاسْتِخْرَاجُ أَحْكَامِهِ وَحِكَمِهِ.(۱)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں کہ علمِ تفسیر وہ علم ہے جس میں الفاظ قرآن کی ادائیگی کی کیفیت، ان کے مفہوم، ان کے افرادی اور ترکیبی احکام اور ان کے معانی سے بحث کی جاتی ہے، جو ان الفاظ سے ترکیبی حالت میں مراد لئے جاتے ہیں، نیز ان معانی کے تتمے سے بحث ہوتی ہے جیسے ناسخ منسوخ، شانِ نزول اور قرآن کے ان مبہم قصوں کی معرفت جن کی وضاحت کی گئی ہو:

علم يبحث فيه عن كيفية النطق بألفاظ القرآن ومدلولاتها وأحكامها الإفرادية والتركيبية ومعانيها التى تحمل عليها حالة التركيب وتتمات لذلك كمعرفة النسخ وسبب النزول وقصة توضح ما أبهم فى القرآن.(۲)

علامہ عبد العظیم زرقانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۶۷ھ) فرماتے ہیں کہ علمِ تفسیر وہ علم ہے جس کے اندر مراد باری تعالیٰ کو جاننے کے لئے بقدرِ طاقتِ بشریہ قرآنِ کریم کے احوال سے بحث کی جائے:

والتفسير فى الاصطلاح: علم يبحث فيه عن القرآن الكريم من حيث دلالته على مراد الله تعالى بقدر الطاقة البشرية.(۳)

قواعد التفسیر کی تعریف

هى الأحكام التى يتوصل بها إلى معرفة معانى القرآن العظيم ومعرفة كيفية الإستفادة منها.(۴)

---

(۱) البرهان فى علوم القرآن: مقدمة المؤلف، ج۱ ص۱۳

(۲) روح المعاني: مقدمة المؤلف، ج۱ ص۱۳

(۳) مناهل العرفان فى علوم القرآن: المبحث الثاني عشر فى التفسير والمفسرين، ج۲ ص۳

(۴) الخلاصة الجامعة لقواعد التفسير النافعة: مقدمة: ص۲

Marfat.com

قواعد التفسیر ان بنیادی اصولوں کو کہا جاتا ہے جن کے ذریعہ قرآنِ مجید کے معانی پہچاننے اور ان معانی سے استفادہ کی کیفیت کا علم ہو۔

موضوع

اس علم کا موضوع قرآنِ کریم ہے۔

غرض وغایت

مُرادات قرآنیہ کو سمجھنا تاکہ عمل کر کے سعادت دارین حاصل کر سکیں۔

استمداد

اس علم میں مندرجہ ذیل چیزوں سے مدد لی گئی ہے۔

۱.....قرآنِ کریم ۲.....احادیثِ نبویہ ۳.....آثارِ صحابہ

۴.....اصولِ فقہ ۵.....لغت، بیان، نحو، صرف، بلاغت

۶.....کتبِ علوم القرآن اور مقدماتِ کتبِ تفسیر

شرف وفضیلت

اس علم کی فضیلت کے کئی پہلو ہیں:

۱.....باعتبارِ موضوع ۲.....باعتبارِ مقصود ۳.....باعتبارِ ضرورت

باعتبارِ موضوع

اس کا موضوع قرآنِ کریم ہے جو اشرف الکتب ہے تو وہ علم بھی اسی مقیاس پر اپنے دامن میں شرف وفضل سمیٹے ہوئے ہے۔

باعتبارِ مقصود

ان قواعد سے مقصود مرادِ قرآنی کو سمجھ کر اس پر عمل کرنا ہے اور اس کی فضیلت وعظمت ظاہر ہے۔

Marfat.com

باعتبارِ ضرورت

ہر دینی و دنیوی کامیابی علومِ شرعیہ سے وابستہ ہے، اور علومِ شرعیہ کا سرچشمہ قرآن ہے، پس اس اعتبار سے بھی ان قواعد کی اہمیت ظاہر ہے۔

چند فروق

قاعدہ اور ضابطہ کا فرق

قاعدہ اور ضابطہ دونوں من وجہٍ متحد ہیں اور من وجہٍ مختلف ہیں۔ متحد بایں معنی کہ دونوں ایک عام قانونِ کلی کو کہا جاتا ہے جو اپنی جزئیات وافراد کو جامع ہو۔ اور مختلف بایں معنی کہ قاعدہ مختلف ابواب کی جزئیات پر مشتمل ہوتا ہے، اور ضابطہ کے تحت ایک ہی باب کی جزئیات پائی جاتی ہیں۔ علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

وَالْفَرْقُ بَيْنَ الضَّابِطِ وَالْقَاعِدَةِ أَنَّ الْقَاعِدَةَ تَجْمَعُ فُرُوعًا مِنْ أَبْوَابٍ شَتَّى، وَالضَّابِطُ يَجْمَعُهَا مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ. (۱)

قواعد التفسیر اور علوم القرآن کا فرق

دونوں کے درمیان فرق کل وجز کا سا ہے، علوم القرآن ان تمام علوم کو کہا جاتا ہے جن کا کسی بھی نوع سے قرآن سے تعلق ہو، اور قواعد التفسیر ان تمام علوم کا ایک جز ہے، کبھی کبھی مجازاً تسمیۃ الجزء باسم الکل کی قبیل سے قواعد التفسیر کو بھی علوم القرآن کہا جاتا ہے:

والنسبة بينهما هي نسبة الجزء إلى الكل، وقد تطلق قواعد التفسير على جملة علوم القرآن، وهذا إما أن يكون من باب إطلاق الجزء على الكل. (۲)

---

(۱) الأشباه والنظائر: الفن الثاني: الفوائد، ص۱۳۷

(۲) نشر العبير في منظومة قواعد التفسير: الفرق بين قواعد التفسير وعلوم القرآن، ص۵۰

Marfat.com

تفسیر اور قواعد التفسیر کا فرق

قواعد التفسیر: هي تلك الضوابط التي تُلتزم کَیْ یتوصل بواسطتها إلى المعنى المراد، أما التفسير: فهو إيضاح المعاني۔[1]

تفسیر کا حاصل مرادِ قرآنی کی وضاحت کرنا، اور قواعد التفسیر وہ اصول کہلاتے ہیں جن کا التزام کیا جائے تا کہ ان کے واسطے سے معنیٰ مراد تک پہنچا جا سکے، (یعنی یہ قواعد قرآنِ کریم کے معانی اور بلاغت کے سمجھنے میں نہایت معاون ومفید ہیں)۔

تفسیر اور تاویل کا فرق

قدیم زمانے میں تفسیر کے لئے ایک اور لفظ تاویل بھی بکثرت استعمال ہوتا تھا اور خود قرآنِ کریم نے بھی اپنی تفسیر کے لئے یہ لفظ استعمال فرمایا ہے:

''وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللهُ'' اس لئے بعد کے علماء میں یہ بحث چھڑ گئی کہ آیا یہ دونوں لفظ بالکل ہم معنیٰ ہیں یا ان میں کچھ فرق ہے؟

۱..... متقدمین کے ہاں یہ دونوں لفظ بالکل مترادف ہیں اور ان کے درمیان نسبت تساوی کی ہے۔

۲..... تفسیر اور تاویل کے درمیان نسبت عموم وخصوص مطلق کی ہے۔

۳..... ان کے درمیان نسبت تباین کی ہے، تفسیر کہتے ہیں یقینی طور پر معلوم ہو کہ یہی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے، اور تاویل تردد کے ساتھ تشریح کرنے کو کہتے ہیں۔

۴..... کسی لفظ کی وضاحت اگر روایت سے ہو تو تفسیر ہے، اور اگر درایت سے ہو تو تاویل ہے۔

۵..... تفسیر ایک ایک لفظ کی انفرادی تشریح کا نام ہے، اور تاویل جملے کی مجموعی تشریح کا نام ہے۔

---

(۱) نشر العبير في منظومة قواعد التفسير: الفرق بين التفسير وقواعد التفسير، ص ۵۰

Marfat.com

۶..... تفسیر الفاظ کے ظاہری معنی بیان کرنے کو کہتے ہیں، اور تاویل اصل مراد کی توضیح کو۔

۷..... تفسیر الفاظ کے مفہوم بیان کرنے کا نام ہے، اور تاویل اس مفہوم سے نکلنے والے سبق اور نتائج کی توضیح کا نام ہے۔

۸..... تفسیر نام ہے بیان المراد باللفظ کا، اور تاویل نام ہے بیان المراد بالمعنی کا۔

۹..... تفسیر اس لفظ کی تشریح کا نام ہے جس میں ایک سے زیادہ معنی کا احتمال نہ ہو، اور تاویل کہتے ہیں لفظ میں جو مختلف معانی محتمل ہیں قرائن اور دلائل کے ذریعہ ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا۔ (۱)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس معاملہ میں متقدمین ہی کی رائے درست معلوم ہوتی ہے کہ ان دونوں لفظوں میں استعمال کے لحاظ سے کوئی حقیقی فرق نہیں، جن حضرات نے فرق بیان کرنے کی کوشش کی ہے، ان کے شدید اختلاف و آراء پر غور کرنے سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ کوئی معین اور اتفاقی اصطلاح نہیں بن سکی، اگر ان میں حقیقتاً فرق ہوتا تو ایسے شدید اختلاف کے کوئی معنی نہیں تھے، واقعہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض اہلِ علم نے تفسیر اور تاویل کو الگ الگ اصطلاحات قرار دینے کی کوشش کی ہوگی، لیکن اس میں ایسا اختلاف رونما ہوا کہ کوئی بھی اصطلاح عالم گیر قبولیت حاصل نہ کرسکی، یہی وجہ ہے کہ قدیم زمانے سے لے کر آج تک کے مفسرین ان الفاظ کے ساتھ عموماً ہم معنی الفاظ کا سا معاملہ کرتے آئے ہیں اور ایک کو دوسرے کی جگہ بلا تکلف استعمال کیا جاتا رہا ہے۔

شانِ نزول

نزولِ قرآن کی دو قسمیں ہیں۔ ۱..... سببی ۲..... غیر سببی

سببی: اس سے مراد وہ نزول ہے جو کسی واقعہ یا سوال یا خاص ماحول کے سبب پیش آیا۔

غیر سببی: اس سے مراد وہ نزول ہے جو کسی سبب کے بغیر پیش آیا۔

---

(۱) الإتقان فی علوم القرآن: النوع السابع والسبعون، ج۴ ص۱۹۲/ مناهل العرفان فی علوم القرآن: المبحث الثانی عشر، ج۲ ص۵

Marfat.com

شانِ نزول کی تعریف

جس واقعہ یا سوال یا احوال و پس منظر کی وجہ سے آیت نازل ہوئی ہو، اس کو شانِ نزول یا سببِ نزول کہا جاتا ہے۔ مثلاً:

وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ (البقرة: ۲۲۱)

ترجمہ: اور مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں، یقیناً ایک مؤمن باندی کسی بھی مشرک عورت سے بہتر ہے، خواہ وہ مشرک عورت تمہیں پسند آ رہی ہو۔

یہ آیت ایک خاص واقعہ میں نازل ہوئی تھی، زمانہ جاہلیت میں حضرت مرثد بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہ کے عناق نامی ایک عورت سے تعلقات تھے، اسلام لانے کے بعد یہ مدینہ طیبہ چلے آئے اور عورت مکہ مکرمہ میں رہ گئی۔ ایک مرتبہ کسی کام سے حضرت مرثد رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو عناق نے انہیں گناہ کی دعوت دی، حضرت مرثد رضی اللہ عنہ نے صاف انکار کر کے فرمایا کہ اسلام میرے اور تمہارے درمیان حائل ہو چکا ہے، لیکن اگر تم چاہو تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بعد تم سے نکاح کر سکتا ہوں۔ مدینہ منورہ تشریف لا کر حضرت مرثد رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی اجازت طلب کی اور اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس نے مشرک عورتوں سے نکاح کی ممانعت کر دی۔[1]

---

(۱) أسباب النزول للواحدي: سورة البقرة آیت نمبر۲۲۱ کے تحت، ص ۴۷/ الدر المنثور في التفسير المأثور: سورة البقرة آیت نمبر۲۲۱ کے تحت، ج۱ ص ۶۱۴

Marfat.com

شانِ نزول کی اہمیت

شانِ نزول کا جاننا قرآنِ کریم کی صحیح مراد تک پہنچنے کے لئے ایک انتہائی ضروری اور اہم امر ہے، علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (متوفی ۷۰۲ھ) فرماتے ہیں کہ معانی قرآن کے سمجھنے میں ایک مضبوط ذریعہ شانِ نزول کی معرفت ہے:

بَیَانُ سَبَبِ النُّزُوْلِ طَرِیْقٌ قَوِیٌّ فِی فَھْمِ مَعَانِی الْقُرْآنِ۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) نے فرمایا کہ سببِ نزول کی معرفت آیات کے فہم میں مددگار ہوتی ہے کیونکہ سبب سے مسبب کے علم میں سہولت ہونا امرِ ضروری ہے:

مَعْرِفَةُ سَبَبِ النُّزُوْلِ یُعِیْنُ عَلَی فَھْمِ الْآیَةِ فَإِنَّ الْعِلْمَ بِالسَّبَبِ یُوْرِثُ الْعِلْمَ بِالْمُسَبَّبِ۔

علامہ واحدی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ جب تک آیت کا سببِ نزول اور متعلق معلوم نہ ہو اس وقت تک آیت کا مفہوم بیان کرنا ممکن نہیں:

لَا یُمْکِنُ تَفْسِیْرُ الْآیَةِ دُوْنَ الْوُقُوْفِ عَلَی قِصَّتِھَا وَبَیَانِ نُزُوْلِھَا۔ (۱)

اقوالِ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کا خیال درست نہیں جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن بذات خود اتنا واضح ہے کہ اس کی تشریح کے لئے اسبابِ نزول جاننے کی ضرورت نہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر میں اسبابِ نزول کا علم ایک لازمی شرط کی حیثیت رکھتا ہے۔

شانِ نزول کے فوائد

شانِ نزول کی معرفت کے بے شمار فوائد ہیں جن میں سے چند یہاں بیان کئے جاتے ہیں۔

۱.....اس سے احکام کی حکمتیں معلوم ہوتی ہیں، اور یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ حکم اللہ تعالیٰ نے کن حالات میں اور کیوں نازل فرمایا؟ مثلاً سورہ نساء میں ارشاد ہے:

---

(۱) الإتقان فی علوم القرآن: النوع التاسع، معرفة سبب النزول، ج۱ ص۱۰۸

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ۔ (النساء:۴۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو اس وقت تک نماز کے قریب بھی نہ جانا جب تک کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو اسے سمجھنے نہ لگو۔

اگر شانِ نزول کی روایات سامنے نہ ہوں تو قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ جب شراب اَز روئے قرآن بالکل حرام ہے تو کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی کہ نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ، اس سوال کا جواب صرف شانِ نزول ہی سے مل سکتا ہے، چناں چہ اس کے سببِ نزول میں یہ واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ شراب کی حرمت سے پہلے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دعوت کی، کھانے کے بعد وہاں شراب پی گئی اسی حالت میں نماز کا وقت ہو گیا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امامت کروائی، نشے کی وجہ سے نماز میں قرآنی آیت کی تلاوت میں غلطی کر گئے، اور اس سے آیت کا معنی بالکل تبدیل ہو گیا، اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی کہ نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔[1]

۲..... بسا اوقات سببِ نزول کے بغیر آیت کا صحیح مفہوم ہی سمجھ میں نہیں آتا، اور اگر سببِ نزول سامنے نہ ہو تو انسان آیت کا بالکل غلط مطلب سمجھ سکتا ہے۔ یہ بات چند مثالوں سے واضح ہوگی۔

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۭ (البقرة:۱۱۵)

ترجمہ: مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کی ہیں، لہذا جس طرف بھی تم رخ کرو گے وہیں اللہ کا رخ ہے۔

---

(۱) تفسیر الطبری: سورۃ النساء آیت نمبر ۴۳ کے تحت، ج۸ ص ۳۷۶/ تفسیر ابن ابی حاتم: سورۃ النساء آیت نمبر ۴۳ کے تحت، ج ۳ ص ۹۵۸

Marfat.com

اگر اس آیت کا شانِ نزول پیشِ نظر نہ ہو تو اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں کسی خاص جہت کی طرف رخ کرنا ضروری نہیں، مشرق و مغرب سب اللہ کی ملکیت میں ہیں اور وہ ہر سمت میں موجود ہے اس لئے جس طرف بھی رخ کر لیا جائے نماز ہو جائے گی، حالانکہ یہ مفہوم بدیہی طور پر غلط ہے خود قرآنِ کریم نے دوسرے مقام پر کعبہ کی طرف رخ کرنے کو ضروری قرار دیا ہے۔

یہ عقدہ صرف شانِ نزول کو دیکھ کر ہی حل ہوتا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف تبدیل ہوا تو یہودیوں نے اعتراض کیا کہ اس تبدیلی کی کیا وجہ ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر سمت اللہ کی بنائی ہوئی ہے اور اللہ ہر طرف موجود ہے۔ لہٰذا وہ جس طرف بھی رخ کرنے کا حکم دے دے ادھر رخ کرنا واجب ہے، اس میں قیاسات کو دخل دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (۱)

۳.....قرآنِ کریم بسا اوقات ایسے الفاظ استعمال فرماتا ہے جن کا شانِ نزول سے گہرا تعلق ہوتا ہے اور اگر ان کا صحیح پس منظر معلوم نہ ہو تو وہ الفاظ (معاذ اللہ) بے فائدہ اور بعض اوقات بے جوڑ معلوم ہونے لگتے ہیں، جس سے قرآنِ کریم کی فصاحت و بلاغت پر حرف آتا ہے۔ مثلاً:

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ (البقرۃ:۲۰۰)

ترجمہ: پھر جب تم اپنے حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ کا اس طرح ذکر کرو جیسے تم اپنے باپ داداؤں کا ذکر کیا کرتے ہو۔

اگر سببِ نزول سامنے نہ ہو تو اس آیت کا یہ حصہ کہ جیسے اپنے آباء کو یاد کرتے ہو۔ بے جوڑ معلوم ہوتا ہے کیوں کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس خاص مقام پر اللہ کی یاد

(۱) العجاب فی بیان الأسباب: سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۱۵ کے تحت ص ۱۶

Marfat.com

کو آباء واجداد کی یاد سے تشبیہ دینے کا کیا مطلب ہے، لیکن سببِ نزول سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے، بات یہ ہے کہ یہاں مزدلفہ کے وقوف کا ذکر ہورہا ہے اور مشرکینِ عرب کا معمول تھا کہ وہ ارکانِ حج سے فارغ ہونے کے بعد یہاں اپنے آباء واجداد کے مفاخر اور کارنامے بیان کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب یہاں باپ دادوں کی تعریف کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو۔[1]

۴....بسا اوقات شانِ نزول کی وجہ سے قرآن کے مختصر ذکر کردہ واقعہ کی پوری تفصیل سامنے آجاتی ہے جس کے سبب آیت کی پوری مراد سمجھ میں آجاتی ہے۔ مثلاً:

وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الأنفال:۱۷)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) جب تم نے ان پر (مٹی) پھینکی تھی تو وہ تم نے نہیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔

دراصل اس آیت میں غزوہ بدر کے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے ایک مٹھی مٹی لے کر کفار کی طرف پھینکی، اللہ تعالیٰ نے وہ مٹی دشمن کے ہر فرد تک پہنچا دیں، جو ان کی آنکھوں میں چلے جانے کی وجہ سے انہیں کچھ نظر نہ آنے لگا اور اس سے لشکر میں افراتفری مچ گئی، اس آیت میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اگر یہ سببِ نزول ذہن میں نہ ہو تو آیت کا مطلب کیسے سمجھا جاسکتا ہے؟[2]

۵.....دفع توہم حصر: یعنی کسی مضمون میں بظاہر حصر کا مفہوم نظر آتا ہے مگر حصر نہیں ہوتا اور یہ راز شانِ نزول کی معرفت سے ہی کھلتا ہے۔ مثلاً:

قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِیْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗۤ (الأنعام: ۱۴۵)

---

(۱) تفسیر الطبری: سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۰۰ کے تحت، ج۳ص۵۳۵/ معالم التنزیل للبغوی: سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۰۰ کے تحت، ج۱ص۲۵۷

(۲) تفسیر ابن کثیر: سورۃ الأنفال آیت نمبر ۱۷ کے تحت، ج۴ص۲۸

Marfat.com

ترجمہ: (اے پیغمبر!) کہو کہ جو وحی مجھ پر نازل کی گئی ہے اس میں تو میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جس کا کھانا کسی کھانے والے کے لئے حرام ہو۔

اس میں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حرام صرف وہی چیزیں ہیں، جن کو کفار نے حلال بنا رکھا ہے، اور حلال صرف وہی اشیاء ہیں جن کو کفار نے حرام سمجھ لیا ہے، لیکن آیت کی یہ مراد نہیں ہے، بلکہ آیت کی مراد یہ ہے کہ جس وقت کفار نے خدا کی حلال بنائی ہوئی چیزوں کو حرام اور اس کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال قرار دیا، اور وہ لوگ خواہ مخواہ ضد کی وجہ سے ایسا کرتے تھے، تو اس وقت یہ آیت ان کی غرض کی مناقضت کرنے کے لئے نازل کی گئی، گویا کہ خداوند کریم نے فرمایا کہ جس چیز کو تم (مشرکین) نے حرام قرار دیا ہے، اس کے سوا کوئی حلال چیز اور جس چیز کو تم نے حلال قرار دیا ہے، اس کے ماسوا کوئی حرام شئی نہیں ہے، (تقریبِ فہم کے لئے) جیسے دو مخالف شخصوں میں سے ایک شخص یہ کہے کہ میں آج میٹھا نہ کھاؤں گا اور دوسرا ضد پر آ کر کہہ اٹھے کہ میں تو آج میٹھا ہی کھاؤں گا، اسی طرح باری تعالیٰ کے اس قول سے ضد کے مقابلہ میں ضد کرنا مقصود ہے نہ یہ کہ درحقیقت نفی و اثبات مطلوب ہے، اس لئے گویا پروردگار عالم نے فرمایا کہ جن چیزوں (مردار، خون، سور کے گوشت اور غیر خدا کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانوروں) کو تم نے حلال قرار دیا ہے، ان کے سوا کوئی چیز حرام ہی نہیں اور اس بات سے ان چیزوں کے ماسوا کا حلال ہونا مراد نہیں لیا، کیونکہ یہاں تو محض حرمت ثابت کرنے کا قصد تھا نہ کہ حلت کا ثابت کرنا:

إِنَّ الْكُفَّارَ لَمَّا حَرَّمُوا مَا أَحَلَّ اللّٰهُ وَأَحَلُّوا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَكَانُوا عَلَى الْمُضَادَةِ وَالْمُحَادَةِ جَاءَتِ الْآيَةُ مُنَاقِضَةً لِغَرَضِهِمْ فَكَأَنَّهُ قَالَ لَا حَلَالَ إِلَّا مَا حَرَّمْتُمُوهُ وَلَا حَرَامَ إِلَّا مَا أَحْلَلْتُمُوهُ نَازِلًا مَنْزِلَةَ مَنْ يَقُولُ لَا تَأْكُلِ الْيَوْمَ حَلَاوَةً فَتَقُولُ لَا آكُلُ الْيَوْمَ إِلَّا الْحَلَاوَةَ وَالْغَرَضُ الْمُضَادَةُ لَا النَّفْيُ وَالْإِثْبَاتُ عَلَى الْحَقِيقَةِ فَكَأَنَّهُ قَالَ لَا حَرَامَ إِلَّا مَا

Marfat.com

حَلَّلْتُمُوهُ مِنَ الْمَيْتَةِ وَالدَّمِ وَلَحْمِ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ وَلَمْ يَقْصِدْ حِلَّ مَا وَرَائَهُ إِذَا الْقَصْدُ إِثْبَاتُ التَّحْرِيمِ لَا إِثْبَاتُ الْحِلِّ.(۱)

اسبابِ نزول اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۷۶ھ)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ''الفوز الکبیر فی أصول التفسیر'' میں اسبابِ نزول پر جو محققانہ بحث کی ہے، بعض لوگ اسے پوری طرح سمجھ نہیں سکے، اس لئے انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر میں اسبابِ نزول کو اہمیت نہیں دی، یا اس کی اہمیت کو کم کر دیا ہے، لیکن درحقیقت یہ خیال حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا مطلب نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے، حقیقت یہ ہے کہ جمہورِ امت کی طرح وہ بھی اسبابِ نزول کے علم کو تفسیر کے لئے لازمی شرط قرار دیتے ہیں، لیکن انہوں نے جو بات لکھی ہے وہ یہ ہے:

و يذكر المحدثون في ذيل آيات القرآن كثيرًا من الأشياء ليست من قسم سبب النزول في الحقيقة مثل إستشهاد الصحابة في مناظراتهم بآية أو تلاوته صلى الله عليه وسلم آية للإستشهاد في كلامه الشريف أو رواية حديث وافق الآية في أصل الغرض أو تعيين موضع النزول أو تعيين أسماء المذكورين بطريق الإبهام أو بطريق التلفظ بكلمة قرآنية أو فضل سور وآيات من القرآن أو صورة امتثاله صلى الله عليه وسلم يأمر من أو أمر القرآن و نحو ذلك و ليس شيء من هذا في الحقيقة من أسباب النزول۔(۲)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تفسیر کی کتابوں میں ایک ایک آیت کے تحت بعض اوقات دسیوں روایات لکھی ہوتی ہیں، یہ تمام روایات اسبابِ نزول سے متعلق نہیں ہوتیں بلکہ اس

(۱) البرهان في علوم القرآن: النوع التاسع، معرفة سبب النزول، ج۱ ص۱۱۰

(۲) الفوز الكبير في أصول التفسير: ص۶۱/ ناشر: المصباح اردو بازار لاهور

Marfat.com

میں مندرجہ ذیل اشیاء شامل ہو جاتی ہیں:

۱..... بعض مرتبہ کسی علمی مباحثہ میں کسی صحابی نے وہ آیت بطورِ دلیل پیش کردی، پھر مفسرین یہ واقعہ یعنی مباحثہ اس آیت کے تحت ادنیٰ مناسبت سے ذکر کر دیتے ہیں۔

۲..... بعض مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی موقعہ پر اس آیت سے استشہاد فرمایا، مفسرین اسے بھی آیت کے تحت نقل کر دیتے ہیں۔

۳..... جو بات کسی آیت میں بیان کی گئی ہے، بعض مرتبہ وہی بات کسی حدیث میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی، تفسیر کی کتابوں میں وہ حدیث بھی اس آیت کے تحت روایت کردی جاتی ہے۔

۴..... بعض مرتبہ مفسرین کوئی روایت محض یہ بتانے کے لئے نقل کرتے ہیں کہ آیت کس مقام پر نازل ہوئی، یہ روایت بھی تفسیر کے ذیل میں درج ہو جاتی ہے۔

۵..... بعض دفعہ قرآنِ کریم کچھ لوگوں کا ذکر مبہم طور پر فرماتا ہے اور ان کا نام ذکر نہیں کرتا، مفسرین روایتوں کے ذریعے ان لوگوں کے نام متعین کر دیتے ہیں۔

۶..... بعض مرتبہ کسی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم کے فلاں لفظ کا صحیح تلفظ کیا ہے؟ تفسیر کی کتابوں میں ایسی روایات بھی درج ہوتی ہیں۔

۷..... بعض احادیث اور آیات میں قرآنِ کریم کی مختلف سورتوں یا آیتوں کے فضائل بیان ہوئے ہیں مفسرین ان روایات کو بھی متعلقہ مقامات پر نقل کر دیتے ہیں۔

۸..... بعض مقامات پر ایسی احادیث تفسیر کے ذیل میں منقول ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے اس حکم پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح عمل فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس قسم کی روایات نہ سببِ نزول کی تعریف میں داخل ہیں، اور نہ مفسر کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اس قسم کی تمام روایات سے پوری طرح واقف ہو۔

البتہ جو روایات واقعتاً آیت کا سببِ نزول ہیں، ان کا جاننا مفسر کے لئے نہایت

Marfat.com

ضروری ہے، اور اس کے بغیر علمِ تفسیر میں دخل دینا جائز نہیں، چناں چہ خود حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ آگے لکھتے ہیں:

وَ إِنَّمَا شَرْطُ المفسر امران: الأول ما تعرض به الآيات من القصص فلا يتيسر فهم الإيماء بتلك الآيات إلا بمعرفة تلك القصص، والثاني ما يخصص العام من القصة أو مثل ذلك من وجوه صرف الكلام عن الظاهر فلا يتيسر فهم المقصود من الآيات بدونها۔[1]

البتہ مفسر کے لئے دو باتوں کا جاننا لازمی شرط کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک تو وہ واقعات جن کی طرف آیات میں اشارہ پایا جاتا ہے، اور جب تک وہ قصے معلوم نہ ہوں آیات کے اشاروں کو سمجھنا آسان نہیں۔ دوسرے کسی قصے وغیرہ میں بعض اوقات الفاظ عام ہوتے ہیں لیکن شانِ نزول سے اس میں تخصیص پیدا ہوتی ہے، یا کلام کا ظاہری مفہوم کچھ ہوتا ہے اور سببِ نزول کوئی دوسرا مفہوم متعین کرتا ہے، اس جیسی روایات کا علم حاصل کئے بغیر آیاتِ قرآنی کا سمجھنا مشکل ہے۔[2]

قاعدہ نمبر ۱

أَلْأَصْلُ عَدَمُ تَكَرُّرِ النُّزُوْلِ۔[3]

حاصل قاعدہ

اصل یہ ہے کہ شانِ نزول مکرر نہ ہو۔

تشریح

یعنی اصل یہ ہے کہ کسی آیت کا نزول ایک مرتبہ ہو مگر اس اصل سے کبھی عدول بھی کرنا

---

(۱) الفوز الكبير في أصول التفسير: ص۶۲ (۲) علوم القرآن: ص۷۹ تا ۸۲
(۳) فتح الباری شرح صحیح البخاری: کتاب التفسیر، سورۃ القصص، ج۸ ص۵۰۸

Marfat.com

پڑتا ہے۔ مثلاً کسی آیت کے متعلق مختلف شانِ نزول منقول ہوں اور سب صحیح السند، صریح المتن ہوں، لیکن ان کے درمیان زمانہ کے اعتبار سے اتنا بُعد ہو (یعنی دونوں واقعات کے درمیان کا وقفہ اتنا طویل ہو) کہ آیت کے نزول کو تکرار پر محمول کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو تو کہا جائے گا یہ آیت سابقہ حکم کی تاکید وتذکیر کے لئے دوبارہ نازل ہوئی ہے۔

اور یہ کوئی قابلِ تعجب امر نہیں اس لئے کہ امت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ قرآنِ مجید ایک سے زائد قراءات کے ساتھ نازل ہوا ہے، مکہ مکرمہ میں قرآن صرف قریش کی لغت کے مطابق نازل ہوا تھا، مدینہ منورہ میں دیگر قراءات کا نزول ہوا، اس لحاظ سے تمام اختلافی قراءات کا نزول مکرر ہوا ہے۔

صورتِ مذکورہ جہاں پیش آئے یعنی جس آیت کے متعلق متعدد مختلف روایات و واقعات ہوں تو ایسے مواقع پر اب دو صورتیں ممکن ہیں۔

۱.....تطبیق ۲.....ترجیح

تطبیق کی صورت یہ ہوگی کہ دونوں واقعات سے آیت کو متعلق قرار دیا جائے، اور آیت کے نزول کو مکرر مانا جائے، اور ترجیح کا حاصل یہ ہوگا کہ ایک واقعہ کو کسی مرجح کی بناء پر شانِ نزول بنایا جائے اور دوسرے واقعہ کو اس سے غیر متعلق قرار دیا جائے، اب ایسی صورت میں تطبیق ترجیح بین الروایات سے اولیٰ ہے، کیونکہ ترجیح کی صورت میں دیگر روایات کا ترک لازم آتا ہے، اور تکرار پر محمول کرنے سے تمام روایات معمول بہا بن جاتی ہیں، کسی روایت کا ترک نہیں ہوتا:

إِعْمَالُ الْكَلَامِ أَوْلَى مِنْ إِهْمَالِهِ مَتَى أَمْكَنَ، فَإِنْ لَمْ يُمْكِنْ أُهْمِلَ. (1)

اور جب تک ممکن ہو روایت کو معمول بہا بنانا بہتر ہے مہمل کرنے سے۔

(۱) الأشباه والنظائر لابن نجيم: الفن الأول، القاعدة التاسعة، ص ۱۱۴

Marfat.com

تطبیق مثال

الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۝ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ؕ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ ؕ وَ یَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ (الروم)

ترجمہ: رومی لوگ قریب کی سرزمین میں مغلوب ہو گئے، اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے، چند ہی سالوں میں، سارا اختیار اللہ ہی کا ہے، پہلے بھی اور بعد میں بھی، اور اس دن ایمان والے اللہ کی دی ہوئی فتح سے خوش ہوں گے۔

اس کے شانِ نزول کے سلسلے میں دو مختلف روایتیں منقول ہیں، اور دونوں روایتوں کی تخریج امام ترمذی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۹ھ) نے کی ہے۔ پہلی روایت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بدر کے دن روم، فارس پر غالب آئے۔ روم اہلِ کتاب تھے اور فارس مجوسی تھے اس لئے مسلمانوں کو رومیوں کی فتح پر خوشی ہوئی، اس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں:

لَمَّا كَانَ یَوْمُ بَدْرٍ ظَهَرَتِ الرُّومُ عَلَى فَارِسَ، فَأَعْجَبَ ذَلِكَ الْمُؤْمِنِینَ، فَنَزَلَتْ الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّومُ إِلَى قَوْلِهِ یَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ قَالَ: فَفَرِحَ الْمُؤْمِنُونَ بِظُهُورِ الرُّومِ عَلَى فَارِسَ. [1]

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ آیات مدنی ہیں ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہیں۔

مگر دوسری روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت مکی ہے، کیونکہ اس میں روم اور فارس کے مقابلے کے پسِ منظر میں حضرت ابوبکر اور مشرکین کے درمیان معاہدہ کا ایک مشہور واقعہ مذکور ہے، اور ظاہر ہے کہ مشرکین کے ساتھ یہ معاملہ مکہ میں ہی ہوا تھا، جس کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ یہ آیات قبل الہجرہ

(۱) سنن الترمذی: أبواب تفسیر القرآن، باب: ومن سورة الروم، ج۵ ص۱۸۹، رقم الحدیث: ۲۹۳۵

Marfat.com

مکہ میں نازل ہوئی ہیں، اور یہ دونوں روایتیں سند کے اعتبار سے بھی صحیح ہیں متن بھی دونوں کا واضح اور صریح ہے، پس لامحالہ یہ کہنا ہوگا ان آیات کا نزول دو مرتبہ ہوا ہے:

كَانَ الْمُشْرِكُونَ يُحِبُّونَ أَنْ يَظْهَرَ أَهْلُ فَارِسَ عَلَى الرُّومِ لِأَنَّهُمْ وَإِيَّاهُمْ أَهْلُ أَوْثَانٍ، وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ يُحِبُّونَ أَنْ يَظْهَرَ الرُّومُ عَلَى فَارِسَ لِأَنَّهُمْ أَهْلُ كِتَابٍ، فَذَكَرُوهُ لِأَبِي بَكْرٍ فَذَكَرَهُ أَبُو بَكْرٍ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَمَا إِنَّهُمْ سَيَغْلِبُونَ، فَذَكَرَهُ أَبُو بَكْرٍ لَهُمْ، فَقَالُوا: اِجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ أَجَلًا، فَإِنْ ظَهَرْنَا كَانَ لَنَا كَذَا وَكَذَا، وَإِنْ ظَهَرْتُمْ كَانَ لَكُمْ كَذَا وَكَذَا، فَجَعَلَ أَجَلًا خَمْسَ سِنِينَ، فَلَمْ يَظْهَرُوا، فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَلَا جَعَلْتَهُ إِلَى دُونَ قَالَ: أُرَاهُ الْعَشْرَ، قَالَ سَعِيدٌ: وَالْبِضْعُ مَا دُونَ الْعَشْرِ۔ (1)

مشرکین اہلِ فارس کی رومیوں پر برتری سے خوش ہوتے تھے کیونکہ وہ دونوں بت پرست تھے جبکہ مسلمان چاہتے تھے کہ رومی غالب ہو جائیں کیونکہ اہل کتاب تھے۔ لوگوں نے اسکا تذکرہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عنقریب رومی غالب ہو جائیں گے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشرکین سے اس کا ذکر کیا تو کہنے لگے ہمارے اور اپنے درمیان ایک مدت مقرر کر لو، اور اگر اس مدت میں ہم غالب ہو گئے تو تم ہمیں اتنا اتنا دو گے اور اگر تم لوگ (اہلِ روم) پر غالب ہو گئے تو ہم تمہیں اتنا اتنا دیں گے، چنانچہ پانچ برس کی مدت متعین کر دی گئی، لیکن اس مدت میں روم غالب نہ ہوئے۔ جب اسکا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

(۱) سنن الترمذی: أبواب تفسير القرآن، باب: ومن سورة الروم، ج۵ ص۳۴۳، رقم الحديث: ۳۱۹۳

Marfat.com

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تم نے زیادہ مدت کیوں مقرر نہیں کی۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس کے قریب کہا۔ سعید کہتے ہیں کہ بضع دس سے کم کو کہتے ہیں۔

قاعدہ نمبر (۲)

اَلْاَمْرُ الْوَارِدُ بَعْدَ الْحَظْرِ يَعُوْدُ حُكْمُهٗ اِلٰى حُكْمِهٖ قَبْلَ الْحَظْرِ۔[1]

حاصل قاعدہ

امر بعد المنع کا حکم امر قبل المنع کے مطابق ہوتا ہے، یعنی ممانعت کے بعد امر کا وہی حکم ہوتا ہے جو ممانعت سے پہلے تھا۔

تشریح

یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ امر اصلاً وجوب کے لئے آتا ہے، مگر قرینے کی بناء پر دوسرے معنی پر بھی محمول ہو جاتا ہے، اسی قرینے کے قبیل سے یہ ایک قاعدہ ہے کہ ایک عمل پہلے مشروع تھا پھر کسی وجہ سے اس کی ممانعت وارد ہوگئی، اور دوبارہ پھر اس کا حکم آیا تو یہ حکم کس درجہ میں ہوگا، واجب یا مباح؟ قاعدہ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ممانعت سے قبل اس کی جو حیثیت تھی وہی حیثیت ممانعت کے بعد بھی قائم رہے گی۔

مثال نمبر ا..... وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا (سورة المائدة: ۲)

ترجمہ: اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو۔

شکار کا یہ حکم اباحت کے لئے ہے کیونکہ احرام سے پہلے شکار صرف مباح تھا، واجب نہیں تھا، جو احرام کی وجہ سے حرام کر دیا گیا تھا، پھر احرام کے بعد حلال کر دیا گیا تو پہلی حالت کی طرح مباح ہی ہوگا نہ کہ واجب۔

---

(۱) العدة فی أصول الفقه: مسألة فی ورود الأمر بعد الحظر، ج۱ ص۲۵۶/ المسودة فی أصول الفقه: مسألة صیغة الأمر بعد الحظر، ج۱ ص۱۹

Marfat.com

مثال نمبر ۲..... فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا۔(الجمعة: ۱۰)

ترجمہ: پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ۔

نماز جمعہ سے پہلے انتشار مباح ہے، واجب نہیں ہے، نماز کی وجہ سے بیع وشراء سے منع کیا گیا، پھر نماز کے بعد اس کی اجازت دے دی گئی، تو اب پہلی حالت کی طرح اباحت ہی ہوگی نہ کہ وجوب۔

مثال نمبر ۳..... فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ۔(البقرة: ۲۲۲)

ترجمہ: جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ۔

حالتِ حیض سے قبل اہلیہ کے پاس جانا مباح ہے، پھر حیض کی وجہ سے شریعت نے جماع کرنے سے منع کیا ہے، اب جب پاک ہو جائیں تو حکم ہے کہ ان کے پاس جاؤ، اب یہ حکم اباحت کے لئے ہے کیونکہ ممانعت سے پہلے بھی اباحت تھی نہ کہ وجوب۔

مثال نمبر ۴..... فَإِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ۔(التوبة:۵)

ترجمہ: چنانچہ جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو ان مشرکین کو (جنہوں نے تمہارے ساتھ بدعہدی کی تھی) قتل کر ڈالو۔

قتلِ مشرکین کا یہ حکم وجوب کے لئے ہے کیونکہ کہ اشہر حرم سے پہلے یہ حکم واجب تھا، جو اشہرِ حرم کی عظمت کی وجہ سے ممنوع کر دیا گیا تھا، پھر دوبارہ اس کا حکم آیا تو سابقہ حکم کی طرح یہ بھی وجوب کے لئے ہی ہوگا۔

قاعدہ نمبر (۳)

إِذَا اتَّحَدَا الشَّرْطُ وَالْجَزَاءُ لَفْظًا دَلَّ عَلَى الْفَخَامَةِ۔[۱]

---

(۱) فتح الباری: کتاب الجنائز، باب المیت یعرض علیه مقعده بالغداة والعشی، ج۳ ص۲۴۳/ عمدة القاری: کتاب الجنائز، باب المیت یعرض علیه مقعده بالغداة والعشی، ج۸ ص۲۰۹

Marfat.com

حاصل قاعدہ

جب شرط وجزاء لفظاً متحد ہوں تو عظمتِ شان پر دلالت کرتے ہیں۔

تشریح

شرط وجزاء سے عام ومشہور معنی مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ ایک کلمہ کے بعد دوسرا کلمہ ایسا وارد ہو جس کا تعلق پہلے کلمے کے ساتھ جواب جیسا ہو۔

مثال نمبر ۱..... فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ؕ وَاَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ؕ ۔(الواقعة: ۸، ۹)

ترجمہ: جو دائیں ہاتھ والے ہیں، کیا کہنا ان دائیں ہاتھ والوں کا، اور جو بائیں ہاتھ والے ہیں، کیا بتائیں وہ بائیں ہاتھ والے کیا ہیں۔

مثال نمبر ۲..... اَلْحَاۤقَّةُ ۙ مَا الْحَاۤقَّةُ ۚ ۔(الحاقة: ۱، ۲)

ترجمہ: وہ حقیقت جو ہو کر رہے گی، کیا ہے وہ حقیقت جو ہو کر رہے گی۔

مثال نمبر ۳..... اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۚۖ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ؕ (القدر)

ترجمہ: بے شک ہم نے اسی (قرآن) کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے، اور تمہیں کیا معلوم کہ شب قدر کیا چیز ہے؟

مثال نمبر ۴..... اَلْقَارِعَةُ ۙ مَا الْقَارِعَةُ ۚ ۔(القارعة)

ترجمہ: (یاد کرو) وہ واقعہ جو دل ہلا کر رکھ دے گا، کیا ہے وہ دل ہلانے والا واقعہ؟

مذکورہ بالا تمام مثالوں میں شرط وجزاء لفظاً متحد ہیں، تو یہ عظمتِ شان اور ان افعال کی اہمیت پر دلالت کرتے ہیں۔

Marfat.com

قاعدہ نمبر (۴)

إِذَا تَعَدَّدَتِ الْمَرْوِيَّاتُ فِيْ سَبَبِ النُّزُوْلِ نُظِرَ إِلَى الثُّبُوْتِ، فَاقْتُصِرَ عَلَى الصَّحِيْحِ ثُمَّ الْعِبَارَةُ فَاقْتُصِرَ عَلَى الصَّرِيْحِ، فَإِنْ تَقَارَبَ الزَّمَانُ حُمِلَ عَلَى الْجَمِيْعِ، وَإِنْ تَبَاعَدَ حُكِمَ بِتَكْرَارِ النُّزُوْلِ أَوِ التَّرْجِيْحِ۔[1]

حاصل قاعدہ

اگر کسی آیت کے شانِ نزول کی بابت کئی ایک روایتیں منقول ہوں تو اولاً سند پر نظر کی جائے گی جو واقعہ صحیح سند کے ساتھ منقول ہو اسے شانِ نزول قرار دیا جائے گا، پھر متن کو دیکھا جائے گا، جس روایت میں سببِ نزول ہونے کی صراحت ہوگی اُسی کو سببِ نزول قرار دیا جائے گا، اگر تمام واقعات کا زمانہ وقوع قریب قریب ہو تو سب کو شانِ نزول قرار دیا جائے گا، اور اگر ان میں طویل وقفہ ہو تو یا تو تکرارِ نزول پر محمول کیا جائے گا یا ترجیح پر۔

توضیح قاعدہ

جس آیت کی تفسیر کے متعلق متعدد اسبابِ نزول منقول ہوں، اس میں مندرجہ ذیل امور کا لحاظ کیا جائے گا۔

۱.....سند کے اعتبار سے جو روایت صحیح ہو اور پایہ ثبوت کو پہنچ جائے اس کو لیا جائے گا، دیگر روایات کو ترک کر دیا جائے گا۔

۲.....صحیح الاسناد روایات میں جس روایت کی عبارت میں سببِ نزول ہونے کی صراحت ہو، اس کو سببِ نزول قرار دیں گے دیگر روایات متروک ہوں گی۔

---

(۱) مأخوذ من الإتقان فی علوم القرآن: النوع التاسع، المسألة الخامسة، ج۱ ص۱۱۷ تا ۱۲۴

Marfat.com

۳.....اگر تمام روایتیں صحیح الاسناد ہوں اور سب میں سببِ نزول ہونے کی صراحت ہے، تو ان سب کا زمانہ وقوع دیکھا جائے، اگر تمام وقائع متقارب الوقوع ہیں تو سب کو شانِ نزول قرار دیا جائے گا۔

۴.....اگر ان سب واقعات کے زمانہ وقوع میں طویل وقفہ ہے تو تکرارِ نزول کا قول کیا جائے گا، اور بقول بعض علماء ترجیح کی راہ اختیار کی جائے گی، اور ان کے یہاں درجہ ذیل امور کو وجوہ ترجیح قرار دیا جاسکتا ہے۔

شاہد قصہ ہونا: یعنی روایات میں کوئی روایت ایسی ہے جس کا راوی واقعہ کے وقت حاضر رہا ہو تو اس روایت کو ترجیح ہوگی یعنی اسے ہی شانِ نزول شمار کیا جائے گا۔

روای کا مباشر واقعہ ہونا: یعنی روایات میں کوئی روایت ایسی ہے جس کا راوی خود بتلائے واقعہ تھا، ظاہری بات ہے وہ صورت حال سے سب سے زیادہ آگاہ ہوگا، پس اس کی روایت راجح ہوگی، اس کے علاوہ اور بھی وجوہ ترجیح ہیں۔

ان دونوں صورتوں (تکرارِ نزول اور ترجیح روایات) میں پہلا طریقہ اولیٰ ہے کیوں اس میں تمام روایتیں معمول بہا ہوجائیں گی، ''والإعمال أولیٰ من الإهمال''

تطبیق امثلہ

مثال بر جزء اول: (ایک روایت صحیح الاسناد ہو اور دیگر روایتیں غیر صحیح الاسناد ہوں)

وَالضُّحٰى ۙ﴿۱﴾ وَ الَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۙ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰى ﴿۳﴾ (الضحیٰ)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) قسم ہے چڑھتے دن کی روشنی کی، اور رات کی جب اس کا اندھیرا بیٹھ جائے، کہ تمہارے رب نے نہ تمہیں چھوڑا ہے، اور نہ ناراض ہوا ہے۔

اس آیت کے متعلق روایات میں متعدد اسبابِ نزول مذکور ہیں:

۱..... پہلا سببِ نزول وہ واقعہ ہے جو صحیحین کی روایت میں وارد ہے:

اِشْتَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا،

Marfat.com

فَجَائَتْ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ: يَا مُحَمَّدُ، إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَكُونَ شَيْطَانُكَ قَدْ تَرَكَكَ، لَمْ أَرَهُ قَرِبَكَ مُنْذُ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ:

وَالضُّحٰى ۝۱ وَ الَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝۲ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰى ۝۳ (۱)

حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے جس کی بناء پر دو یا تین رات تہجد کے لئے بیدار نہ ہو سکے، ایک عورت آئی اور آ کر کہا، اے محمد! مجھے تو لگتا ہے کہ تیرے شیطان نے تجھے چھوڑ دیا ہے، دو تین راتوں سے تیرے قریب نہیں آیا، اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔

یہ روایت صحیح السند ہے، نیز اس میں ''فأنزل اللّٰه تعالیٰ'' کے ذریعہ سببِ نزول ہونے کی صراحت ہے، اس کے علاوہ دیگر روایات بھی ہیں مگر وہ سنداً صحیح نہیں ہیں نیز اُن روایات میں شانِ نزول ہونے کی صراحت بھی نہیں ہے۔

۲.....دوسرا سببِ نزول اس سلسلے میں کتیا کے بچہ کا آپ کی چارپائی کے نیچے پڑے رہنے کا مشہور واقعہ ذکر کیا جاتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۸۵۲ھ) اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَجَدْتُ الْآنَ فِي الطَّبَرَانِيِّ بِإِسْنَادٍ فِيهِ مَنْ لَا يُعْرَفُ أَنَّ سَبَبَ نُزُولِهَا وُجُودُ جَرْوِ كَلْبٍ تَحْتَ سَرِيرِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَشْعُرْ بِهِ فَأَبْطَأَ عَنْهُ جِبْرِيلُ لِذٰلِكَ وَقِصَّةُ إِبْطَاءِ جِبْرِيلَ بِسَبَبِ كَوْنِ الْكَلْبِ تَحْتَ سَرِيرِهِ مَشْهُورَةٌ لٰكِنْ كَوْنُهَا سَبَبَ نُزُولِ هٰذِهِ الْآيَةِ غَرِيبٌ بَلْ شَاذٌّ مَرْدُودٌ بِمَا فِي الصَّحِيحِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔ (۲)

---

(۱) صحيح البخاري: كتاب التفسير، باب ما ودعك ربك وما قلى، ج۶ ص۱۷۲، رقم الحديث: ۴۹۵۰/ صحيح مسلم: كتاب الجهاد والسير، باب ما لقي النبي صلى الله عليه وسلم من أذى المشركين، ج۳ ص۱۴۲۲، رقم الحديث: ۱۷۹۷

(۲) فتح الباري: كتاب التفسير، باب ما ودعك ربك وما قلى؛ ج۸ ص۷۱۰

Marfat.com

ترجمہ: میں نے طبرانی میں غیر معروف رواۃ کے حوالہ سے پایا کہ ان آیات کا سببِ نزول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی مبارک کے نیچے کتیا کا بچہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم نہ تھا، جبرئیل علیہ السلام اس کی وجہ سے تاخیر سے وحی لے کر آئے۔ یہ قصہ مشہور ہے۔ مگر اس کا شانِ نزول ہونا غریب ہے، بلکہ صحیح روایات کی روشنی میں شاذ اور مردود ہے، واللہ اعلم۔

۳..... تیسرا سببِ نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوئی تو ابتداء زمانہ میں جبرئیل علیہ السلام کئی دونوں تک نہیں آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر شاق گذرا اور مشرکین نے یوں کہنا شروع کیا اس کے رب نے اسے چھوڑ دیا ہے اور اس سے ناراض ہے، اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں:

لَمَّا نَزَلَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ أَبْطَأَ عَنْهُ جِبْرِيلُ أَيَّامًا فَتَغَيَّرَ بِذَلِكَ فَقَالُوا وَدَّعَهُ رَبُّهُ وَقَلَاهُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى۔ (۱)

۴..... چوتھا سببِ نزول یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب فترت وحی کا زمانہ آیا تو آپ پر یہ بڑی گرانی گزری اور آپ کو غمگیان کر دیا، آپ نے فرمایا: مجھے یہ اندیشہ کہ میرا محبوب کہیں مجھ سے ناراض نہ ہو گیا ہو، اس وقت جبرئیل علیہ السلام سورہ ضحیٰ لے کر آئے:

فَتَرَ الْوَحْيُ حَتَّى شَقَّ ذَلِكَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَحْزَنَهُ فَقَالَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ صَاحِبِي قَلَانِي فَجَاءَ جِبْرِيلُ بِسُورَةِ وَالضُّحَى۔ (۲)

۵..... پانچواں سبب یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب فترتِ وحی کا زمانہ آیا تو لوگوں نے یوں کہنا شروع کیا کہ اگر یہ کلام اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا تو ہمیشہ اترتا رہتا مگر وہ ناراض ہو گیا اور کلام اتارنا بند کر دیا، پس معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے، اس وقت یہ سورت اور سورہ الم نشرح نازل ہوئی:

---

(۱) فتح الباری: کتاب التفسیر، باب ما ودعك ربك وما قلى، ج۸ ص ۷۱۰

(۲) فتح الباری: کتاب التفسیر، باب ما ودعك ربك وما قلى، ج۸ ص ۷۱۰

Marfat.com

فَتَرَ الْوَحْيُ فَقَالُوا لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لَتَتَابَعَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَلَاهُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ وَالضُّحٰى وَأَلَمْ نَشْرَحْ بِكَمَالِهِمَا۔ (۱)

روایاتِ مذکورہ خمسہ میں سے پہلی روایت کے علاوہ کوئی روایت سنداً ثابت نہیں ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ یہاں فترتِ وحی کا زمانہ مراد نہیں، کیوں کہ فترت کا زمانہ طویل زمانہ تھا اور یہ مختصر سی مدت کا وقفہ ہے۔ اول الذکر روایت صحیح السند صریح المتن ہے، پس اسی کو شانِ نزول مانا جائے گا۔

مثال بر جزء ثانی: (بعض روایتیں صحیح اور صریح ہوں، بعض صحیح غیر صریح ہوں)

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (البقرة: ۱۱۵)

ترجمہ: مشرق و مغرب سب اللہ ہی کی ہیں، لہذا جس طرف بھی تم رخ کروگے وہیں اللہ کا رُخ ہے۔

اس کے سببِ نزول میں متعدد روایات منقول ہیں۔

۱..... علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۰ھ) نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن میں سب سے پہلا نسخ تحویلِ قبلہ کے متعلق تھا، واقعہ یہ پیش آیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ ہجرت کر کے تشریف لے گئے تو مدینہ کے اکثر باشندے یہودی تھے، ان کی موانست کے لئے اللہ رب العزت نے بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا امر کیا، چنانچہ یہود خوش ہو گئے اور آپ نے سولہ، سترہ مہینے اس کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھیں۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبلہ ابراہیمی محبوب تھا، اس لئے آپ تحویلِ قبلہ کی دُعا کرتے تھے اور اس کے اشتیاق میں نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے تھے۔ اس وقت اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی کہ آپ اپنے چہرے کو قبلہ کی طرف کر دیں، اس وقت یہود شک میں مبتلا ہو گئے اور کہنے لگے: کس چیز نے ان کو اپنے قبلہ سے پھیر دیا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

---

(۱) فتح الباري: كتاب التفسير، باب ما ودعك ربك وما قلى، ج۸ ص۷۱۰

Marfat.com

كان اول ما نسخ من القرآن القبلة، وذلك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما هاجر إلى المدينة، وكان أكثر أهلها اليهود، أمره الله عز وجل أن يستقبل بيت المقدس، ففرحت اليهود فاستقبلها رسول الله صلى الله عليه وسلم بضعة عشر شهرا، فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحب قبلة إبراهيم عليه السلام، فكان يدعو وينظر إلى السماء، فأنزل الله تبارك وتعالى: قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ- إلى قوله: فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهُ فارتاب من ذلك اليهود، وقالوا: مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا فأنزل الله عز وجل: قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ.(۱)

یہ روایت سنداً بھی صحیح ہے اور اس میں شانِ نزول کی صراحت بھی ہے۔

۲.....امام ترمذی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۹ھ) نے عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے، رات کی تاریکی تھی قبلہ کی جہت ہمیں معلوم نہیں تھی، ہر آدمی نے اپنے سامنے کی سمت پر رخ کر کے نماز پڑھی، صبح ہوئی تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر کیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ، فَلَمْ نَدْرِ أَيْنَ الْقِبْلَةُ، فَصَلَّى كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا عَلَى حِيَالِهِ، فَلَمَّا أَصْبَحْنَا ذَكَرْنَا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَزَلَ: فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔(۲)

یہ روایت بھی صحیح اور صریح ہے۔

(۱) تفسیر الطبری: سورة البقرة آیت نمبر:۱۱۵ کے تحت، ج۲ ص۵۲۷

(۲) سنن الترمذی: أبواب الصلاة، باب ما جاء في الرجل يصلي لغير القبلة في الغيم، ج۲ ص۱۷۶، رقم الحديث: ۳۴۵

Marfat.com

۳.....تیسری روایت جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ آتے ہوئے اپنی سواری پر نفل نماز پڑھتے، جس طرف سواری کا رخ ہوتا اسی سمت میں۔ پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی:
''لِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ'' اِلخ، اور فرمایا: اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ تَطَوُّعًا حَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ وَهُوَ جَاءٍ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ ثُمَّ قَرَأَ ابْنُ عُمَرَ، هٰذِهِ الآيَةَ: وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ. فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَفِي هٰذَا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ. (۱)

یہ روایت سنداً صحیح اور ثابت ہے۔

۴.....علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۰ھ) نے حضرت قتادہ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا بھائی نجاشی انتقال کر چکا ہے تم اس کی نمازِ جنازہ پڑھ لو، لوگوں نے کہا ہم ایسے شخص کی نماز جنازہ کیسے پڑھیں جو مسلمان نہیں ہے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی، جس میں یہ ہے کہ اہلِ کتاب میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو اللہ کے آگے عجز و نیاز کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور اس کتاب پر بھی جو تم پر نازل کی گئی، راوی کہتے ہیں کہ پھر لوگوں نے کہا وہ قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز نہیں پڑھتا تھا، تو اس وقت اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی: وَلِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ۔۔ اِلخ

إن أخاكم النجاشي قد مات فصلوا عليه، قالوا: نصلي على رجل ليس بمسلم! قال فنزلت: وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِمْ خَاشِعِينَ لِلّٰهِ قال: قتادة، فقالوا: إنه كان لا يصلي إلى القبلة، فأنزل اللهُ عز وجل: وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ. (۲)

(۱) سنن الترمذي: أبواب تفسير القرآن، باب ومن سورة البقرة، ج۵ ص۲۰۵، رقم الحديث: ۲۹۵۸

(۲) تفسير الطبري: سورہ البقرۃ آیت نمبر ۱۱۵ کے تحت، ج۲ ص۵۳۳

Marfat.com

یہ روایت صریح تو ہے یعنی اس میں سبب نزول کی صراحت تو ہے مگر سنداً ضعیف ہے نیز یہ روایت مرسل ہے۔

۵.....امام ابن جریر رحمہ اللہ نے امام التفسیر حضرت مجاہد رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے، جب یہ آیت نازل ہوئی: ''اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ'' تو لوگوں نے کہا کس سمت رخ کر کے دعا کریں اس وقت آیت نازل ہوئی: فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔

لما نزلت: ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ قالوا: إلى اين؟ فنزلت: فَاَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ (۱)

یہ روایت بھی صریح ہے لیکن سنداً ضعیف ہے۔

ان پانچ روایتوں میں پہلی اور دوسری روایت صحیح اور صریح ہے، باقی روایتیں یا تو غیر صحیح ہیں یا غیر صریح، اس لئے کہ تیسری روایت صحیح السند تو ہے لیکن غیر صریح ہے۔ چوتھی اور پانچویں روایت صریح العبارت تو ہے لیکن ضعیف الاسناد ہے، اس لئے از روئے قاعدہ پہلی اور دوسری روایتوں کو ہی شانِ نزول قرار دیں گے۔ دیگر روایات متروک ہوں گی۔

مثال بر جزء ثالث: (صحیح الاسناد، صریح العبارۃ، متقارب النزول واقعات)

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ (النور: ۶)

ترجمہ: اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں، اور اپنے سوا ان کے کوئی اور گواہ نہ ہوں۔

اس کے شانِ نزول کے سلسلہ میں دو واقعات مذکور ہیں۔

۱.....امام بخاری رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۶ھ) نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت سہل فرماتے ہیں کہ حضرت عویمر عجلانی حضرت عاصم بن عدی کے پاس آئے، آپ بنو عجلان کے سردار تھے۔ آ کر کہا کہ ایک شخص اپنی اہلیہ کے ساتھ کسی اور کو پائے اور اس کو قتل کر دے، تو اس کے بدلے تم اس کو قتل کر دو گے، یا پھر وہ کیا کرے؟ آپ

---

(۱) تفسیر الطبری: سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۱۵ کے تحت، ج ۲ ص ۵۳۴

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی بابت پوچھیے، حضرت عاصم رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کی خدمت میں سوال عرض کیا، آپ نے سوال کو ناپسند فرمایا، حضرت عویمر نے عاصم سے جواب کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کو ناپسند فرمایا، حضرت عویمر نے کہا: میں اللہ کے رسول سے پوچھ کر رہوں گا، چنانچہ وہ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایک آدمی اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی کو مشغول پائے، پس وہ شوہر اس کو قتل کردے تو اس کے بدلے آپ اس کو قتل کردیں گے، یا پھر وہ کیا کرے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اور تمہارے ساتھی کے متعلق آیت نازل ہوئی ہے:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، أَنَّ عُوَيْمِرًا، أَتَى عَاصِمَ بْنَ عَدِيٍّ وَكَانَ سَيِّدَ بَنِي عَجْلَانَ، فَقَالَ: كَيْفَ تَقُولُونَ فِي رَجُلٍ وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ، أَمْ كَيْفَ يَصْنَعُ؟ سَلْ لِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ، فَأَتَى عَاصِمٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ فَكَرِهَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسَائِلَ، فَسَأَلَهُ عُوَيْمِرٌ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرِهَ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا، قَالَ عُوَيْمِرٌ: وَاللهِ لَا أَنْتَهِي حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ، فَجَاءَ عُوَيْمِرٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ رَجُلٌ وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ أَمْ كَيْفَ يَصْنَعُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ أَنْزَلَ اللهُ الْقُرْآنَ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ۔[1]

۲..... دوسری روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ سے نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہلال بن امیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں اپنے

(۱) صحیح البخاری: کتاب التفسیر، باب قوله عز وجل: والذین یرمون المحصنت۔ ج۶ ص۹۹،
رقم الحدیث: ۴۷۴۵

Marfat.com

بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد کے کوڑے لگائے جائیں گے، ہلال بن امیہ نے کہا: اللہ کے رسول! کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو ملوث پائے تو کیا وہ گواہ تلاش کرنے جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی جملہ دہراتے رہے کہ گواہ لاؤ ورنہ تم پر حد نافذ کی جائے گی۔ ہلال بن امیہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، میں اپنی بات میں سچا ہوں اللہ ضرور کوئی ایسا حکم نازل کرے گا جس سے میری پیٹھ حد سے بری ہو جائے گی، اس وقت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے: وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ ۔۔۔ إلخ

أَنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ، قَذَفَ امْرَأَتَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرِيكِ ابْنِ سَحْمَاءَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: البَيِّنَةَ أَوْ حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِذَا رَأَى أَحَدُنَا عَلَى امْرَأَتِهِ رَجُلًا يَنْطَلِقُ يَلْتَمِسُ البَيِّنَةَ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: البَيِّنَةَ وَإِلَّا حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ فَقَالَ هِلَالٌ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالحَقِّ إِنِّي لَصَادِقٌ، فَلَيُنْزِلَنَّ اللهُ مَا يُبَرِّئُ ظَهْرِي مِنَ الحَدِّ، فَنَزَلَ جِبْرِيلُ وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ: وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ۔ (۱)

یہ دونوں روایتیں صحیح الاسناد ہیں، دونوں میں سببِ نزول ہونے کی صراحت ہے، نیز دونوں واقعے قریب قریب زمانے کے ہیں، پس از روئے قاعدہ دونوں قصوں کو شانِ نزول قرار دیا جائے گا اور بقول بعض علماء دونوں میں سے ایک کو ترجیح دی جائے گی۔

مثال بر جزء رابع: (متعدد واقعات صریح، صحیح الاسناد، متباعد الوقوع کی مثال)

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ (الإسراء: ۸۵)

---

(۱) صحيح البخاري: كتاب التفسير، باب قوله عز وجل: والذين يرمون المحصنت۔ ج۶ ص۱۰۰، رقم الحديث: ۴۷۴۷

Marfat.com

ترجمہ: (اے پیغمبر!) یہ لوگ تم سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دو: روح میرے پروردگار کے حکم سے (بنی) ہے۔

اس کے شانِ نزول کے سلسلے میں دو واقعات منقول ہیں۔

۱..... پہلا واقعہ وہ ہے جو صحیح بخاری میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مذکور ہے وہ فرماتے ہیں:

میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے ایک کھیت میں کہیں جا رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کی ایک ٹہنی کا سہارا لئے ہوئے تھے، یہودیوں کی ایک جماعت کے پاس سے آپ کا گذر ہوا، تو ان میں سے کسی نے کہا ان سے کچھ پوچھا جائے، دوسرا نے کہا مت پوچھو، تمہیں وہ ایسی بات سنائیں گے جو تم ناپسند کرتے ہو۔ بالآخر انہوں نے کہا اے ابوالقاسم! روح کے متعلق کچھ بیان کیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر خاموش رہے اور اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا، میں سمجھ گیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے، پھر آپ نے فرمایا: وہ میرے رب کا حکم ہے:

كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَرْثٍ بِالْمَدِينَةِ، وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى عَسِيبٍ، فَمَرَّ بِنَفَرٍ مِنَ الْيَهُودِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: سَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ؟ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا تَسْأَلُوهُ، لَا يُسْمِعُكُمْ مَا تَكْرَهُونَ، فَقَامُوا إِلَيْهِ فَقَالُوا: يَا أَبَا الْقَاسِمِ حَدِّثْنَا عَنِ الرُّوحِ، فَقَامَ سَاعَةً يَنْظُرُ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ يُوحَى إِلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي۔ (۱)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی کیونکہ یہ واقعہ مدینہ میں پیش آیا تھا۔

۲.....دوسرا واقعہ سنن ترمذی میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے مذکور

---

(۱) صحیح البخاری: کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب ما یکرہ من کثرة السوال وتکلف ما لا یعنیه، ج۹ ص۹۵، رقم الحدیث: ۷۲۹۷

Marfat.com

ہے، وہ فرماتے ہیں کہ قریشِ مکہ نے یہود سے کہا: ہمیں کوئی سوال بتاؤ اس آدمی (محمد) سے پوچھیں گے، تو یہود نے کہا: روح کے بارے میں ان سے پوچھو۔ چنانچہ انہوں نے پوچھا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ۔۔۔الخ

قَالَتْ قُرَيْشٌ لِيَهُودَ: أَعْطُونَا شَيْئًا نَسْأَلُ هٰذَا الرَّجُلَ، فَقَالَ: سَلُوْهُ عَنِ الرُّوحِ، فَسَأَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى: وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي۔ (۱)

یہ واقعہ مکہ میں پیش آیا۔

آیت مذکورہ کے متعلق دونوں واقعات صحیح الاسناد ہیں، نیز ان میں سببِ نزول کی صراحت بھی موجود ہے، پس قاعدے کا مقتضا یہ ہے کہ دونوں کو سببِ نزول قرار دیا جائے، لیکن دونوں کے زمانہ وقوع میں بہت بُعد ہے، اس طور پر کہ پہلا قصہ مدنی ہے، دوسرا مکی، اس لئے کہا جائے گا کہ یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی، اور تکرارِ نزول کا یہ قول ان مفسرین کرام کے خیال و مسلک کے مطابق ہے جو روایات کے درمیان تطبیق کے قائل ہیں۔

رہ گئے وہ علماء جن کے یہاں ترجیح کا طریقہ رائج ہے، ان کے یہاں پہلے واقعہ کو ترجیح دی جائے گی اور وجہ ترجیح یہ ہے کہ اس کے راوی (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) خود شاہد ہیں یعنی قصہ کے وقت موجود تھے۔

قاعدہ نمبر (۵)

إِذَا اجْتَمَعَ فِي الضَّمَائِرِ مُرَاعَاةُ اللَّفْظِ وَالْمَعْنَى بُدِءَ بِاللَّفْظِ ثُمَّ بِالْمَعْنَى۔ (۲)

---

(۱) سنن الترمذي: أبواب تفسير القرآن، باب: ومن سورة بني إسرائيل، ج۵ ص۳۰۴، رقم الحديث: ۳۱۴۰

(۲) الإتقان في علوم القرآن: النوع الثاني والأربعون، ج۲ ص۳۴۲/ الكليات لأبي البقاء: فصل الألف والجيم، ج۱ ص۴۷

Marfat.com

حاصل قاعدہ

اگر ضمیر میں لفظ اور معنی دونوں کی رعایت ممکن ہو تو پہلے لفظ کے مطابق ضمیر لائیں گے پھر معنی کے مطابق۔

تشریح

بسا اوقات ضمیر کا مرجع باعتبار لفظ کے بھی ہوتا ہے اور باعتبار معنی کے بھی، اگر کلام میں کبھی ایسا موقع آ جائے تو پہلے باعتبار لفظ کے ضمیر لائیں گے پھر باعتبار معنی کے۔

مثال نمبر ۱..... وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ (البقرۃ)

ترجمہ: کچھ لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان لے آئے، حالانکہ وہ (حقیقت میں) مؤمن نہیں ہیں۔

''یَقُوْلُ'' کے اندر ''ھُوَ'' ضمیر کا مرجع لفظ ''مَن'' ہے جو مفرد ہے، اور ''وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ'' میں ''ھُمْ'' کا مرجع معنیٰ ''مَن'' جس سے مراد لوگوں کی ایک جماعت ہے، تو لفظ ''مَن'' کا اعتبار کرتے ہوئے ''یَقُوْلُ'' صیغہ واحد لائے، پھر معنیٰ ''مَن'' کا اعتبار کرتے ہوئے ''وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ'' میں ضمیر جمع لائی گئی۔

مثال نمبر ۲..... وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ۔

(الأنعام: ۲۵)

ترجمہ: اور ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو تمہاری بات کان لگا کر سنتے ہیں، مگر (چونکہ یہ سننا طلبِ حق کے بجائے ضد پر اڑے رہنے کے لئے ہوتا ہے، اس لئے) ہم نے ان کے دلوں پر ایسے پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ اس کو سمجھتے نہیں ہیں۔

یہاں پر بھی ''یَسْتَمِعُ'' کے اندر ''ھُوَ'' ضمیر کا مرجع لفظ ''مَنْ'' ہے جو مفرد ہے، تو لفظ کی رعایت کرتے ہوئے پہلے ضمیر مفرد لائے، پھر آگے ''ھُمْ'' ضمیر کا مرجع معنیٰ ''مَنْ''

Marfat.com

ہے، تو معنی کی رعایت کرتے ہوئے جمع کی ضمیر لائی گئی۔

مثال نمبر ۳..... وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ۚ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۗ (التوبة: ۴۹)

ترجمہ: اور انہی میں وہ صاحب بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ مجھے اجازت دے دیجئے اور مجھے فتنے میں نہ ڈالئے، ارے فتنے ہی میں تو یہ خود پڑے ہوئے ہیں۔

اس آیت میں بھی لفظ ''مَـــنْ'' کا اعتبار کرتے ہوئے پہلے ضمیر مفرد لائی، اور پھر معنی ''مَنْ'' کے اعتبار سے ''سَقَطُوْا'' میں ضمیر جمع لائی۔

قاعدہ نمبر (۶)

كُلَّمَا أَخْبَرَ اللّٰهُ بِلَفْظِ كَيْفَ عَنْ نَفْسِهٖ فَهُوَ اِسْتِخْبَارٌ عَلٰى طَرِيْقِ التَّنْبِيْهِ لِلْمُخَاطَبِ أَوِ التَّوْبِيْخِ۔[1]

حاصل قاعدہ

جب بھی اللہ تعالیٰ اپنے متعلق لفظ ''كَيْف'' سے بصورتِ استفہام کوئی خبر دے تو وہاں مخاطب کی تنبیہ یا توبیخ مقصود ہوا کرتی ہے۔

مثال نمبر ۱..... كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ۔ (آل عمران: ۸۶)

ترجمہ: اللہ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت دے جنہوں نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کر لیا؟

مثال نمبر ۲..... كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ۔ (البقرة: ۲۸)

ترجمہ: تم اللہ کے ساتھ کفر کا طرزِ عمل آخر کیسے اختیار کر لیتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے، اُسی نے تمہیں زندگی بخشی۔

مثال نمبر ۳..... كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۗ (آل عمران: ۱۰۱)

---

(۱) الإتقان في علوم القرآن: النوع الأربعون، ج۲ ص۲۶۳

Marfat.com

ترجمہ: تم کیسے کفر اپناؤ گے جب کہ اللہ کی آیتیں تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں اور اس کا رسول تمہارے درمیان موجود ہے؟

ان تینوں آیات میں اللہ تعالی نے اپنے متعلق لفظ ''کَیْفَ'' سے استفہام کی صورت میں خبر دی ہے، ان آیات میں یہ اسلوب مخاطبین کی تنبیہ اور توبیخ کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔

قاعدہ نمبر (۷)

إِذَا اسْتُدِلَّ بِالْفِعْلِ لِشَيْئَيْنِ وَهُوَ فِي الْحَقِيْقَةِ لِأَحَدِهِمَا يُقَدَّرُ لِلْآخَرِ فِعْلٌ يُنَاسِبُهُ عَلَى الْأَصَحِّ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

اگر کسی ایک فعل کا حکم دو اسموں پر لگایا گیا ہو جب کہ وہ حکم ایک ہی پر صادق آتا ہے دوسرے پر نہیں، تو دوسرے اسم کے لئے اس کے مناسب فعل مقدر مانا جائے گا راجح قول کے مطابق۔

مثال نمبر ۱..... وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ (الحشر: ۹)

ترجمہ: (اور مال فیئ) ان لوگوں کا حق ہے جو پہلے ہی سے اس جگہ (یعنی مدینہ میں) ایمان کے ساتھ مقیم ہیں۔

''تَبَوَّؤُا'' (ٹھکانہ بنانا) آیت مذکورہ میں ''تَبَوَّؤُا'' کی نسبت دار اور ایمان دونوں کی طرف ہے، جب کہ دار کی طرف اس کی نسبت تو صحیح ہے مگر ایمان کی طرف درست نہیں، لہٰذا یہاں ایمان کی مناسبت سے ایک دوسرا فعل مقدر مانا جائے گا، مثلاً کہا جاوے گا: تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَاعْتَقَدُوا الْإِيْمَانَ۔

قاعدہ مذکورہ کے سلسلہ میں اختلاف ہے کہ تقدیر بہتر ہے یا تضمین۔ تقدیر کا

(۱) الکلیات لأبی البقاء: فصل: الحاء، ج۱ ص۳۸۶/ البرهان فی علوم القرآن: تابع النوع السادس والأربعون، ج۳ ص۱۲۴

Marfat.com

مطلب یہ ہے کہ دوسرا فعل مقدر مانا جائے، اور تضمین کا حاصل یہ ہے کہ اسی فعلِ مذکور کو کسی ایسے معنی پر محمول کیا جائے جو دونوں اسموں پر منطبق ہو جائے، پس اس صورت میں اسمِ ثانی کا اس اول پر عطف ہوگا، آیت مذکورہ میں تقدیر اور تضمین دونوں درست ہیں۔

تقدیر کی تقریر تو اوپر ہو چکی، اور تضمین کی صورت میں ''تَبَوَّؤُا'' ''لَزِمُوا'' کے معنی میں ہوگا اور حاصل آیت ہوگا ''لَزِمُوا الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ'' اور لزوم کا تعلق دار اور ایمان دونوں کے ساتھ صحیح ہے۔

مثال نمبر ۲..... فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ۔ (یونس: ۷۱)

ترجمہ: اب تم اپنے شریکوں کو ساتھ لا کر (میرے خلاف) اپنی تدبیروں کو خوب پختہ کرلو۔

بعض اہلِ علم کی رائے یہ ہے کہ یہاں ''واو'' بمعنیٰ ''مـــع'' کے ہے۔ مذکورہ بالا ترجمہ اس اعتبار سے کیا گیا ہے۔ جب کہ بعض اکابر اہلِ علم کی رائے یہ ہے کہ یہاں لفظ ''شُرَكَآءَكُمْ'' سے پہلے ''اُدْعُــوْا'' فعل محذوف ہے، تو اب معنی ہوگا کہ تم اپنی تدبیروں کو خوب پختہ کر لو اور اپنے شرکاء کو (بھی) بلاؤ۔ تو یہاں ''اَمْرَكُمْ'' اور ''شُرَكَآءَكُمْ'' کے لئے الگ الگ فعل جو ان کے مناسب ہے وہ محذوف نکالے جائیں گے۔

قاعدہ نمبر (۸)

اِذَا تَعَاقَبَتِ الضَّمَائِرُ فَالْاَصْلُ اَنْ یَتَّحِدَ مَرْجِعُهَا۔[1]

حاصل قاعدہ

جب ایک ہی ضمیر سلسلہ وار کئی مرتبہ آ جائے تو اصل یہ ہے کہ ان تمام کا مرجع ایک ہو۔

(۱) نشر العبیر فی منظومة قواعد التفسیر: ص۸٦

Marfat.com

تشریح

یہ قاعدہ اس وقت ہے جب کہ مختلف مراجع کی جانب ضمیر لوٹانے کا کوئی قرینہ موجود نہ ہو، اور ایک ہی مرجع کی جانب تمام ضمائر کو لوٹانے میں کلام کی فصاحت و بلاغت میں کوئی خلل نہ آتا ہو، ورنہ مختلف مراجع کی جانب بھی ضمیریں لوٹ سکتی ہیں۔

مثال نمبر ۱..... وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ (النساء: ۱۵۷۔۱۵۸)

ترجمہ: حالانکہ نہ انہوں نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کیا تھا، نہ انہیں سولی دے پائے تھے، بلکہ انہیں اشتباہ ہو گیا تھا، اور حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے، وہ اس سلسلے میں شک کا شکار ہیں، انہیں گمان کے پیچھے چلنے کے سوا اس بات کو کوئی علم حاصل نہیں ہے، اور یہ بالکل یقینی بات ہے کہ وہ عیسیٰ (علیہ السلام) پر ایمان نہ لائے۔

ان مذکورہ بالا آیات میں ضمیر غائب آٹھ مرتبہ آئی ہے اور ان سب کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

۱..... قَتَلُوْهُ ۲..... صَلَبُوْهُ ۳..... فِيْهِ ۴..... مِّنْهُ

۵..... بِهٖ ۶..... قَتَلُوْهُ ۷..... رَّفَعَهُ ۸..... بِهٖ

مثال نمبر ۲..... اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ (طٰہٰ: ۳۹)

ترجمہ: اس (بچے) کو صندوق میں رکھو، پھر اس صندوق کو دریا میں ڈال دو، پھر دریا کو چھوڑ دو کہ وہ اسے ساحل کے پاس لا کر ڈال دے، جس کے نتیجے میں ایک ایسا شخص اس (بچے) کو اٹھا لے گا جو میرا بھی دشمن ہوگا اور اس کا بھی دشمن۔

Marfat.com

اس آیت کریمہ میں ضمیر غائب پانچ مرتبہ آئی ہے اور ان سب کا مرجع حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں:

۱.....اقْذِفِيهِ ۲.....فَاقْذِفِيهِ ۳.....فَلْيُلْقِهِ ۴.....يَأْخُذْهُ ۵.....لَهُ

اب آیت کا ترجمہ ہوگا: اس (بچے) کو صندوق میں رکھو، پھر (اس بچے کو مع صندوق) کے دریا میں ڈال دو، پھر دریا (اس بچے کو مع صندوق کے) کنارے تک لے آئے گا، جس کے نتیجے میں ایک ایسا شخص (فرعون) اس (بچے) کو اٹھائے گا جو میرا بھی دشمن ہے اور (اس بچے) کا بھی دشمن ہے۔

مثال نمبر ۳..... لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ ۚ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ (الفتح)

ترجمہ: تا کہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس (کے دین) کی مدد کرو، اور اس کی تعظیم کرو، اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔

مذکورہ بالا آیت میں ضمیر غائب چار مرتبہ آئی ہے اس کا مرجع لفظ ''اللہ'' ہے:

۱.....رَسُولِهِ ۲.....تُعَزِّرُوهُ ۳.....تُوَقِّرُوهُ ۴.....تُسَبِّحُوهُ

بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ ضمائر کا مرجع لفظ ''رسول'' ہے، لیکن پہلی تفسیر زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ''رَسُولِهِ'' اور ''تُسَبِّحُوهُ'' کا مرجع یقینی طور پر لفظِ اللہ ہے، جب پہلی اور آخری ضمیر کا مرجع لفظ اللہ ہے تو درمیان کی ضمائر کا مرجع بھی لفظِ اللہ ہوگا۔ دونوں مراجع میں پہلے لفظِ ''اللہ'' کا ذکر ہے، پھر لفظ ''رَسُولِهِ'' کا، تو جو مقدم ہے اسے ہی مرجع بنانا اولی ہے۔ اگر دو کا مرجع ایک ہو، اور دیگر دو ضمائر کا مرجع دوسرا ہو تو اس میں انتشار ضمائر ہے۔ نیز قاعدہ بھی یہی ہے کہ جب سلسلہ وار کئی ضمائر آئیں تو ان تمام کا مرجع ایک ہوگا۔ واللہ اعلم

قاعدہ نمبر (۹)

إِذَا تَعَدَّدَتِ الْجُمَلُ وَ جَاءَ بَعْدَهَا ضَمِيرُ جَمْعٍ فَهُوَ رَاجِعٌ إِلَىٰ جَمِيعِهَا

Marfat.com

فَإِنْ كَانَ مُفْرَدًا اُخْتُصَّ بِالْأَخِيرَةِ۔[1]

حاصل قاعدہ

متعدد جملوں کے بعد اگر ضمیر جمع آئے تو تمام جملے اس ضمیر کا مرجع بنیں گے، اور اگر واحد کی ضمیر آئے تو آخری جملہ اس ضمیر کا مرجع بنے گا۔

تشریح

یعنی متعدد جملے پہلے مذکور ہوں پھر اس کے بعد جمع کی ضمیر لائی جائے تو ضمیرِ جمع مذکورہ تمام جملوں کی طرف لوٹے گی، اور اگر واحد کی ضمیر آئے تو صرف آخری جملہ اس ضمیر کا مرجع بنے گا، مثلاً:

أدخل بني هاشم ثم بني المطلب ثم سائر قريش وجالسهم والزمهم۔

بنو ہاشم کے پاس جاؤ، پھر بنو عبد المطلب کے پاس، پھر بقیہ قریش کے پاس، اور ان کی صحبت اختیار کرو اور ان کو لازم پکڑو، ان سے جدا نہ ہوں۔

اس مثال میں پہلے متعدد جملوں کا ذکر ہے، پھر آگے ''جالسهم'' اور ''الزمهم'' ضمیر جمع لائی ہے جو مذکورہ تمام جملوں کی طرف لوٹ رہی ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی صحبت اختیار کرو اور اِن کو لازم پکڑو۔

اور اگر متعدد جملوں کے بعد ضمیر مفرد آئے تو آخری جملہ جو قریب ہے وہ مرجع بنے گا۔ مثلاً اگر آپ کہو: اتاني زيدٌ وعمرو وخالد فقتلتُه۔ میرے پاس زید، عمرو اور خالد آئے پس میں نے خالد کو قتل کیا۔ اس میں چونکہ مفرد کی ضمیر آئی ہے اس لئے آخری جملہ جو قریب ہے یعنی ''خالد'' وہی مرجع متعین ہوگا۔

---

(۱) البحر المحيط في أصول الفقه: مباحث الخاص والخصوص والتخصيص، مسألة: إذا تعددت الجمل وجاء بعدها ضمير جمع، ج۴ ص۴۳۵

Marfat.com

مثال..... سَوَآءٌ مِّنۡكُمۡ مَّنۡ اَسَرَّ الۡقَوۡلَ وَمَنۡ جَهَرَ بِهٖ وَمَنۡ هُوَ مُسۡتَخۡفٍۢ بِالَّيۡلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهٖ يَحۡفَظُوۡنَهٗ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ ؕ (الرعد: ۱۰، ۱۱)

ترجمہ: تم میں سے کوئی چپکے سے بات کرے یا زور سے، کوئی رات کے وقت چھپا ہوا ہو، یا دن کے وقت چل پھر رہا ہو، وہ سب (اللہ کے علم کے لحاظ سے) برابر ہیں۔ ہر شخص کے آگے اور پیچھے وہ نگران (فرشتے) مقرر ہیں جو اللہ کے حکم سے باری باری اُس کی حفاظت کرتے ہیں۔

ان دو آیتوں میں متعدد جملوں کا ذکر ہے، پھر آگے ''یَحۡفَظُوۡنَهٗ'' میں ضمیر جمع موجود ہے، اب مذکورہ تمام جملے اس ضمیر کا مرجع بنیں گے۔

اور اگر متعدد جملوں کے بعد مفرد کی ضمیر آئے تو آخری جملہ اس کا مرجع ہوگا،

مثال..... قُلۡ لَّاۤ اَجِدُ فِىۡ مَاۤ اُوۡحِىَ اِلَىَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطۡعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنۡ يَّكُوۡنَ مَيۡتَةً اَوۡ دَمًا مَّسۡفُوۡحًا اَوۡ لَحۡمَ خِنۡزِيۡرٍ فَاِنَّهٗ رِجۡسٌ (الأنعام: ۱۴۵)

ترجمہ: (اے پیغمبر! ان سے) کہو کہ جو وحی مجھ پر نازل کی گئی ہے اُس میں تو میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جس کا کھانا کسی کھانے والے کے لئے حرام ہو، مگر یہ کہ وہ مردار ہو، یا بہتا ہوا خون ہو، یا سور کا گوشت ہو کیونکہ وہ ناپاک ہے۔

اس آیت میں متعدد جملوں کا ذکر ہے، پھر آگے ''فَاِنَّهٗ رِجۡسٌ'' میں واحد کی ضمیر لائی ہے، لہٰذا قاعدہ مذکورہ کی روشنی میں اس کا مرجع آخری جملہ جو قریب ہے وہی ہوگا، یعنی ''لَحۡمَ خِنۡزِيۡرٍ'' کہ سور کا گوشت ناپاک ہے۔

قاعدہ نمبر (۱۰)

إِذَا جَاءَتْ "مِنْ" قَبْلَ الْمُبْتَدَاءِ أَوِ الْفَاعِلِ أَوِ الْمَفْعُولِ فَهِيَ لِتَاكِيْدِ النَّفْيِ وَ زِيَادَةِ التَّنْكِيْرِ وَالتَّنْصِيْصِ فِي الْعُمُوْمِ۔ (۱)

(۱) قواعد التفسیر: المقصد السادس، الأدوات التی یحتاج إلیها المفسر، ج۱ ص۲۹۳

Marfat.com

حاصل قاعدہ

جب لفظِ ''مـن'' متبدا یا فاعل یا مفعول پر داخل ہو تو اس سے تاکید فی النفی، زیادۃ فی التنکیر اور صراحت فی العموم کا فائدہ ہوتا ہے۔

تشریح

جب لفظِ ''مــن'' مبتدا یا فاعل یا مفعول پر داخل ہو تو اگر وہ نکرہ ہے تو اس کی نکارت میں اضافہ ہو جاتا ہے، اگر وہ کلام منفی ہے تو لفظِ ''مـن'' کے دخول سے اُس نفی میں مزید تاکید ہو جاتی ہے، اگر کلام میں پہلے عموم تھا تو لفظِ ''من'' سے مزید اس کلام میں عموم پیدا ہوتا ہے۔

۱.....مبتدا کی مثال: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (هود: ٦)

ترجمہ: زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ نے اپنے ذمے نہ لے رکھا ہو۔

اس آیت میں لفظ ''دَآبَّةٍ'' نکرہ تحت النفی واقع ہوا ہے اس کی وجہ سے اس میں عموم پیدا ہو گیا، اب معنیٰ ہوگا: وما من دابة اى من اىّ نوع من أنواع الدوابّ فى الأرض۔ زمین پر چلنے والے جانداروں کی اقسام میں سے ہر ایک نوع کے رزق کی ذمہ داری اللہ نے اپنے ذمے لی ہوئی ہے۔

۲.....فاعل کی مثال: اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ۔ (المائدة: ١٩)

ترجمہ: تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس نہ کوئی (جنت کی) خوش خبری دینے والا آیا، نہ کوئی (جہنم سے) ڈرانے والا۔

اس آیت میں لفظ ''بشیــر'' جو ترکیبی حیثیت سے محلاً فاعل واقع ہے، اور نکرہ تحت النفی کی وجہ سے اس میں پہلے سے عموم تھا، لیکن لفظ ''مـن'' کے دخول سے اس کے عموم میں مزید اضافہ ہو گیا۔

۳.....مفعول کی مثال: هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ۔ (مريم: ٩٨)

ترجمہ: کیا تمہیں ٹٹولنے سے بھی ان میں سے کسی کا پتہ ملتا ہے۔

Marfat.com

اس آیت میں لفظ ''احد'' ترکیبی حیثیت سے محلاً مفعول واقع ہے، اس میں نکارت کی وجہ سے پہلے سے عموم تھا، لیکن لفظ ''من'' کے اضافہ سے اس کی نکارت اور عموم میں مزید اضافہ ہو گیا۔

قاعدہ نمبر (۱۱)

إِذَا جَاءَ ذِكْرُ الطَّيِّبَاتِ فِيْ مَعْرِضِ الْإِنْعَامِ فَالْمُرَادُ الْمُسْتَلَذَّاتُ وَ إِذَا جَاءَ فِيْ مَعْرِضِ التَّحْلِيْلِ وَ التَّحْرِيْمِ فَالْمُرَادُ الْحَلَالُ وَ الْحَرَامُ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

لفظ ''طیبات'' مقامِ امتنان میں وارد ہو تو ''لذیذ'' کے معنی میں ہوگا، اور اگر مقامِ تحلیل و تحریم میں مستعمل ہو تو حلال یا حرام کے معنی میں ہوگا۔

تشریح

اگر اللہ تبارک و تعالیٰ بندے پر اپنے انعامات اور احسانات کا تذکرہ کرتے ہوئے لفظِ ''طیبات'' کا ذکر فرمائیں تو اس سے مراد عمدہ اور بہترین قسم کے انعامات ہوں گے، اور اگر اشیاء کی حلت و حرمت کا تذکرہ کرتے ہوئے لفظِ ''طیبات'' کا ذکر آئے تو اس سے مراد اس شئ کا حلال ہونا ہے، یعنی مقام ورود تحلیل و تحریم میں لفظِ ''طیبات'' حلت کے معنی میں ہوگا۔

مقامِ امتنان کی مثال

۱..... اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ (المومن: ۶۴)

ترجمہ: اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو قرار کی جگہ بنایا اور آسمان کو

(۱) التسهيل لعلوم التنزيل: سورة المومن، آیت نمبر ۶۴ کے تحت، ج ۲ ص ۲۳۴

Marfat.com

چھت بنایا، اور تمہاری صورت گری کی، اور تمہاری صورتوں کو اچھا بنایا، اور پاکیزہ چیزوں میں سے تمہیں رزق عطا کیا۔

۲..... فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (الأنفال)

ترجمہ: پھر اللہ نے تمہیں ٹھکانہ دیا، اور اپنی مدد سے تمہیں مضبوط بنایا، اور تمہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق عطا کیا تا کہ تم شکر کرو۔

مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں لفظ ''طیبات'' مقامِ امتنان وانعامات میں وارد ہوا ہے، پس یہ لذیذ وعمدہ اور نفیس شئ کے معنی میں ہوگا

معرضِ تحلیل وتحریم کی مثال

۱..... يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ (المائدة: ۴)

ترجمہ: لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کون سے (جانور) حلال کئے گئے ہیں، پس آپ فرمادیجئے کہ تمہارے لئے (سب حلال جانور) حلال کئے گئے ہیں۔

۲..... قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ (الأعراف: ۳۲)

ترجمہ: کہو کہ آخر کون ہے جس نے زینت کے اُس سامان کو جو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس نے حرام کیا ہے؟

مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں لفظ ''طیبات'' حلت وحرمت کی اشیاء بیان کرنے کے موقع پر استعمال ہوا ہے، لہذا یہاں حلال کے معنی میں ہوگا۔

تعارضِ آیات کی حقیقت اور اس کا حل

یہ ایک قطعی حقیقت ہے کہ قرآنِ مجید کی آیات میں باہم کوئی تعارض اور اختلاف نہیں ہے، کیوں کہ قرآنِ مجید اللہ کا کلام ہے جو علیم وخبیر ہے، اس کا علم ہر شئ کو اور ہر شئ کے گوشہ کو محیط ہے، کوئی جز، کوئی گوشہ، کوئی شوشہ، کوئی متعلق، کوئی مناسب، کوئی لازم، کوئی ملزوم کسی

Marfat.com

بھی نوع کا کسی بھی نوع سے اللہ پر مخفی نہیں ہے، پھر اس کے کلام میں تعارض وتناقض کیوں کر ہو، یہ اختلاف وتناقض تو مخلوق کے کلام کی صفت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾ (النساء)

یعنی یہ قرآن اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نازل کیا ہوا ہوتا، تو بے شک اس میں بہت سا اختلاف پایا جاتا۔

لیکن کبھی کبھی بادی النظر میں کسی مبتدی شخص کے خیال میں آیاتِ قرآنیہ میں تعارض ہونے کا خیال اور وہم ہوتا ہے، اور یہ محض وہم ہی ہوتا ہے، حقیقت میں اختلاف نہیں ہوتا، اسی قسم کے وہمی تعارضات کو جاننے اور حل کرنے کا نام "معرفة موهم الاختلاف والتعارض" ہے۔

ایک شخص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آکر کہنے لگا، میں نے قرآن میں کچھ آیتیں ایسی دیکھیں جو باہم متعارض ہیں، مثلاً:

فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ (المومنون)

اور

وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ (الصافات)

اور اسی طرح کی دو مثالیں اور پیش کیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے بتلایا کہ یہ سب صوری اور ظاہری اختلاف ہے، جس سے تعارض کا وہم ہوتا ہے، حقیقی اختلاف اور تعارض سے اللہ تعالیٰ کا کلام پاک ہے، اور ہر ہر آیت کی جدا جدا مراد سمجھائی۔

حاصل یہ کہ قرآن میں حقیقی اختلاف ثابت نہیں ہے، البتہ بعض ظاہری اختلافات ضرور ہیں، جن کے مفسرین نے کچھ اسباب بتلائے ہیں۔

اسبابِ اختلاف

ا..... اختلاف المدارج: یعنی مخبر بہ کا مختلف مدارج ومراحل والا ہونا، ایک شیٔ اپنے

Marfat.com

وجود کے اعتبار سے مختلف مراحل سے گزرتی ہے، تو اس شئ پر احکام کبھی کسی مرحلے کے اعتبار سے لگایا جاتا ہے، کبھی کسی مرحلے کے اعتبار سے، مثلاً تخلیقِ آدم کے متعلق کہیں فرمایا: ''مِنْ تُرَابٍ'' (آل عمران:۵۹) تو کسی جگہ ''مِّنْ طِيْنٍ'' (ص:۷۱) اور کبھی ''مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝۲۶'' (الحجر) اور کسی مقام پر ''مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝۱۴'' (الرحمن) یہ اختلاف تخلیق کے مختلف مراحل کے اعتبار سے ہے۔

۲.....اختلاف الموضوع: مثلاً: ''لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ'' (البقرۃ:۱۷۴) میں کلام کی نفی ہے، اور ''فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۹۲ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۹۳'' (الحجر) میں سوال (جو کلام کی ایک نوع ہے) کا اثبات ہے، یہ اختلافِ موضوع کلام کے اختلاف پر مبنی ہے، پہلی آیت میں کلامِ لطف واکرام کی نفی ہے، اور دوسری آیت میں کلامِ توبیخ واہانت کا اثبات ہے۔

۳..... اختلاف المواقف: مثلاً: ''فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَ لَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۶'' (الأعراف) اور ''فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۝۳۹'' (الرحمن) ان دونوں آیتوں میں سوال کی نفی واثبات کا تعارض اختلافِ مواقف کی بنا پر ہے کہ محشر میں متعدد مواقف ہوں گے، کسی جگہ سوال ہوگا اور کسی جگہ سوال نہیں ہوگا۔

۴.....اختلافِ جہت فعل: کسی فعل کا مختلف حیثیتوں والا ہونا، مثلاً ''وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى'' (الأنفال:۱۷) اس میں اولاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رمی کی نفی وارد ہے، پھر اس کا ثبوت، نفی تاثیر کے اعتبار سے ہے، اور ثبوت عمل کے اعتبار سے، یعنی آپ نے رمی کا عمل تو کیا، لیکن آپ نے اس میں تاثیر نہیں پیدا کی، تاثیر تو اللہ نے پیدا کی۔

۵.....اختلاف الحقیقۃ والمجاز.....مثلاً: ''وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى'' (الحج:۲) نشے کا ثبوت قیامت کی ہولنا کیوں کے اعتبار سے ہے جو مجاز ہے، اور نفی حقیقت کے اعتبار سے ہے، کیوں کہ یہ نشہ شراب کا نشہ نہ ہوگا۔

۶.....اختلاف الجہات والاعتبارات: مثلاً: ''اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ'' (الرعد:۲۸) اور ''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ'' (الأنفال:۲)

Marfat.com

پہلی آیت میں اطمینانِ قلب کا ذکر ہے، اور دوسری آیت میں بے اطمینانی کا، یہ اختلاف دو جدا جدا اعتبار سے ہے، اطمینان تو ایمان پر شرحِ صدر کا باعث ہے اور بے اطمینانی لغزش وضلالت کے لاحق ہو جانے کے اندیشہ کے سبب ہے۔

قاعدہ نمبر (۱۲)

إِذَا اخْتَلَفَتِ الْأَلْفَاظُ وَكَانَ مَرْجِعُهَا إِلَى أَمْرٍ وَاحِدٍ لَمْ يُوجِبْ ذَلِكَ اِخْتِلَافًا۔[1]

حاصل قاعدہ

اگر الفاظ میں اختلاف ہو اور مفہوم ایک ہی ہو تو اس کو اختلاف نہیں کہا جائے گا۔

تشریح

قاعدہ کا حاصل یہ ہے کہ کبھی ایک ہی معنی اور مضمون کو مختلف الفاظ وتعبیرات میں بیان کیا جاتا ہے، کیوں کہ عربی زبان اپنے الفاظ وکلمات اور اسلوبِ بیان کے اعتبار سے بے پناہ وسعت کی حامل ہے، اس لئے اگر ایک ہی مضمون مختلف اسلوب اور الگ الگ الفاظ کے ساتھ ذکر کیے جائیں تو اس کو ''اختلاف'' نہیں کہا جائے گا۔

مثال نمبر ۱..... لَآ أُقْسِمُ بِهَٰذَا الْبَلَدِ ۝١ (البلد)

ترجمہ: میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی۔

اور اسی مضمون پر مشتمل سورۂ تین کی آیت ہے:

وَ هَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۝٣ (التین)

ترجمہ: اور اس امن وامان والے شہر کی۔

---

(۱) البرهان في علوم القرآن: النوع الخامس والثلاثون، ج۲ ص۴۶/ كتاب الروح: المسألة الثامنة عشرة، فصل، ص۱۷۰

Marfat.com

مگر اسلوبِ تعبیر دونوں کا بالکل جداگانہ ہے، پہلی آیت کا ظاہر نفی ہے، اور دوسری آیت کا ظاہر اثبات ہے جس سے بظاہر کسی کو دونوں آیتوں کے درمیان تعارض کا وہم ہوسکتا ہے، کہ ایک طرف بلدِ امین کی قسم کی نفی کی گئی تو دوسری طرف اثبات ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ دونوں آیتوں کا معنی ومفہوم ایک ہے، صرف طریقہ تعبیر الگ الگ ہے، اس لئے کہ اہلِ عرب ''لَآ اُقۡسِمُ'' بول کر قسم کی نفی نہیں کرتے بلکہ یہ ''لَآ'' تاکیدِ قسم کے لئے بولتے ہیں، اس لئے دونوں آیتوں میں کوئی اختلاف اور تناقض نہیں ہے۔

بعض مفسرین نے ''لَآ اُقۡسِمُ'' میں جواب یہ دیا ہے کہ یہ ''لَآ'' منکرینِ بعث پر رد کرنے کے لئے ہے، اور ''اُقۡسِمُ'' کے ذریعہ قسم مقصود ہے، اس صورت میں جملہ مثبت ہو جائے گا اور اب لفظ ومعنی دونوں میں کسی طرح کا اختلاف باقی نہ رہے گا۔

مثال نمبر ۲..... اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت کا ذکر کرتے ہوئے مختلف الفاظ استعمال کئے ہیں، کہیں فرمایا: خَلَقَهٗ مِنۡ تُرَابٍ۔ (آل عمران: ۵۹) کہیں فرمایا: مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ﴿۲۸﴾ (الحجر) کہیں مطلق انسانیت کی خلقت کا تذکرہ کرتے ہوئے جن میں حضرت آدم علیہ السلام بھی شامل ہیں یہ الفاظ استعمال کئے: مِنۡ صَلۡصَالٍ كَالۡفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ ۔ (الرحمن) اور کہیں انسانیت کی پیدائش کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ الفاظ استعمال کئے: مِّنۡ طِيۡنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾ (الصافات) ان تمام الفاظ میں لفظاً اختلاف ہے اور معنی بھی ہر ایک کا الگ الگ ہے لیکن ان سب کا مفہوم اور اصل ایک ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش مٹی سے ہوئی، اور یہ مختلف نام احوال کے بدلنے سے ہوئے، لیکن مفہوم اور مقصد سب کا ایک ہے لہٰذا اس کو تناقض اور اختلاف نہیں کہا جائے گا۔ کذا فی الروح لابن القیم

قاعدہ نمبر (۱۳)

إِذَا دَخَلَ حَرۡفُ الۡاِسۡتِفۡهَامِ عَلَى فِعۡلِ التَّرَجِّيۡ أَفَادَ تَقۡرِيۡرَ مَا هُوَ مُتَوَقَّعٌ وَأَشۡعَرَ بِأَنَّهٗ كَائِنٌ۔ (۱)

(۱) فتح القدیر للشوکانی: سورۃ البقرۃ، آیت نمبر ۲۴۶ کے تحت، ج ۱ ص ۳۰۳

Marfat.com

حاصل قاعدہ

ترجی اور امید پر دلالت کرنے والے افعال پر اگر حرفِ استفہام داخل ہو تو ترجی کا معنی مرتفع ہو کر ''قطعیت'' اور ''یقین'' کے معنی میں بدل جاتا ہے۔

تشریح

یعنی ترجی اور امید پر دلالت کرنے والے افعال پر اگر حرفِ استفہام داخل ہو تو ترجی اور امید کا معنی ختم ہو کر یقین اور قطعیت کے معنی پر دلالت کرتے ہیں، ترجی اور امید کا اصل معنی ختم ہو جاتا ہے۔

مثال نمبر ۱..... قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا (البقرۃ: ۲۴۶)

ترجمہ: نبی نے کہا: یقینی بات ہے کہ اگر تم پر جنگ فرض کر دی جائے تو تم نہ لڑو۔

مثال نمبر ۲..... فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾ (محمد)

ترجمہ: پھر اگر تم نے (جہاد سے) منہ موڑا تو یقینی بات ہے کہ تم زمین میں فساد مچاؤ گے، اور اپنے خونی رشتے کاٹ ڈالو گے۔

ان دونوں آیات میں فعلِ ترجی ''عسی'' پر حرفِ استفہام ''ھل'' داخل ہوا ہے، تو پہلی آیت کا مطلب ہوگا کہ اگر تم پر جہاد فرض کیا جائے تو یقینی بات ہے کہ تم نہیں لڑو گے، اور دوسری آیت کا مطلب ہوگا کہ اگر تم جہاد سے منہ موڑو اور تمہیں حکومت مل جائے تو یقینی بات ہے کہ تم زمین میں فساد مچاؤ گے، اور خونی رشتے کاٹ ڈالو گے۔

قاعدہ نمبر (۱۴)

اِذَا دَخَلَتِ الْاَلِفُ وَاللَّامُ عَلَى اِسْمٍ مَوْصُوْفٍ اِقْتَضَتْ اَنَّهُ اَحَقُّ بِتِلْكَ

Marfat.com

الصِّفَةِ مِنْ غَیْرِہٖ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

جس اسم موصوف پر الف لام داخل ہو وہاں اشارہ ہوتا ہے کہ اس موصوف کا دوسروں کے مقابلہ میں اس صفت سے خاص تعلق ہے۔ یعنی الف لام کی وجہ سے خصوصیتِ زائدہ وہاں پیدا ہو جاتی ہے۔

تشریح

جب الف لام کسی اسمِ موصوف پر داخل ہو جائیں تو اِس اسمِ موصوف کا دوسروں کے مقابلے میں اس صفت کے ساتھ خاص تعلق ہوگا۔ اور دخولِ الف لام کی وجہ سے اس کے مفہوم اور معانی میں بہ نسبت اُس کے جو نکرہ ہو نمایاں فرق ہوگا، جیسے مثال سے واضح ہو جائے گا ان شاء اللہ۔

مثال..... اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ (الفاتحۃ)

ترجمہ: ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرما۔

اگر اس آیت میں ''اِھْدِنَا صِرَاطاً مُسْتَقِیماً'' ہوتا تو مطلب ہوتا ہے کہ اے اللہ! علی الاطلاق کسی بھی سیدھے راستے کی طرف ہماری رہنمائی فرما، مگر الف لام کے داخل ہونے کے بعد اب مراد یہ ہے کہ صراطِ کامل کی طرف رہنمائی فرما۔ یعنی وہ راستہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا تک پہنچنے کے لئے منتخب فرمایا ہے، اور جس راستے پر چلنے سے رضائے باری تعالیٰ اور جنت کا حصول ہوگا، وہ ایک متعین راستہ ہے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع سے حاصل ہوگا، تو خلاصہ یہ ہے کہ نکرہ کی صورت میں علی الاطلاق سیدھا راستہ، اور معرفہ کی صورت میں وہ متعین راستہ جس سے رضائے باری تعالیٰ حاصل ہو، اور وہ سیدھا راستہ جو گمراہی کے تمام راستوں سے انسان کو الگ کر دے۔ اور چونکہ یہ مقامِ دُعا ہے اس لئے اس میں ایسے کامل اور متعین راہ کی دعا کرنا ہی اولیٰ اور مناسب ہے۔

(۱) بدائع الفوائد: أما المسألة الثانية، ج۲ ص ۱۲

Marfat.com

قاعدہ نمبر (۱۵)

إِذَا دَخَلَتْ قَدْ عَلَى الْمُضَارِعِ الْمُسْنَدِ إِلَى اللهِ تَعَالىٰ فَهِيَ لِلتَّحْقِيقِ دَائِمًا۔[1]

حاصل قاعدہ

لفظ ''قد'' جب ایسے فعلِ مضارع پر داخل ہو جس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس صورت میں ''قد'' ہمیشہ تحقیق کے لئے ہوگا۔

تشریح

لغتِ عرب میں لفظ ''قد'' متعدد معانی کے لئے آتا ہے، اس کے مدخول کے اعتبار سے اس کا معنی مختلف ہوتا رہتا ہے، چنانچہ جب یہ فعلِ ماضی پر آتا ہے تو تحقیق کے لئے ہوتا ہے، اور جب فعلِ مضارع پر آتا ہے تو عموماً تقلیل اور تشکیک کے لئے ہوتا ہے لیکن جب قرآنِ کریم میں فعلِ مضارع پر آتا ہے اور اس فعلِ مضارع کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو ہمیشہ تحقیق کے لئے ہی ہوتا ہے۔

مثال نمبر ۱..... قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ (البقرة: ۱۴۴)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) ہم آپ کے چہرے کو بار بار آسمان کی طرف اُٹھتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔

مثال نمبر ۲..... قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ (النور: ۶۴)

ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے جس پر تم ہو۔

مثال نمبر ۳..... قَدْ يَعْلَمُ اللهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ (الأحزاب: ۱۸)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ تم میں سے اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو (جہاد میں) رُکاوٹ ڈالتے ہیں۔

---

(۱) قواعد التفسير: المقصد السادس: الأدوات التي يحتاج إليها المفسر، ج۱ ص۳۹۵

Marfat.com

مذکورہ بالا تینوں آیات میں لفظِ ''قد'' اس فعلِ مضارع پر داخل ہے جس کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی ہے، لہذا اس صورت میں یہ تحقیق اور یقین کے معنی میں ہوگا، ورنہ اگر ''قد'' کسی فعل مضارع پر داخل ہو اور اس کی نسبت اللہ کے علاوہ کسی کی طرف ہو تو عموماً تقلیل اور تشکیک کے معنی میں ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر (۱۶)

إِذَا دَخَلَتْ هَمْزَةُ الِاسْتِفْهَامِ عَلَى رَأَيْتَ اِمْتَنَعَ أَنْ تَكُوْنَ مِنْ رُؤْيَةِ الْبَصَرِ أَوْ رُؤْيَةِ الْقَلْبِ وَ صَارَ بِمَعْنَى أَخْبِرْنِيْ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

ہمزہ استفہام اگر کلمہ ''رَأَیْتَ'' پر داخل ہو تو وہاں رؤیت بصری وقلبی کا معنی درست نہیں ہوتا بلکہ ''أَخْبِرْنِیْ'' کے معنی میں کر دیتا ہے۔

تشریح

اگر ہمزہ استفہام کلمہ ''رأیت'' پر داخل ہو تو وہاں رؤیت بصری اور قلبی کا معنی درست نہیں ہے، بلکہ ہمزہ استفہام کے دخول کے بعد یہ کلمہ ''اخبرنی'' کے معنی میں ہوگا، تو معنی ہوگا آپ مجھے اس شخص کے بارے میں بتلائیں اور خبر دیں۔ شیَ کا ادراک کرنا یہ درست نہیں ہوگا بلکہ مراد بتلانا اور خبر دینا ہوگا۔

مثال نمبر ا..... قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ (الأنعام: ۴۶)

ترجمہ: (اے پیغمبر! ان سے) کہو: ذرا مجھے بتاؤ اگر اللہ تعالی تمہاری سننے کی

(۱) البرهان في علوم القرآن: النوع السابع والأربعون، ج۴ ص۱۷۹/ الإتقان في علوم القرآن: النوع الأربعون، ج۲ ص۱۶۶

Marfat.com

طاقت اور تمہاری آنکھیں تم سے چھین لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے، تو اللہ کے سوا کون سا معبود ہے جو یہ چیزیں تمہیں لا کر دے دے؟

مثال نمبر ۲..... اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ كَفَرَ بِاٰیٰتِنَا (مریم: ۷۷)

ترجمہ: بھلا آپ مجھے اس شخص کے بارے میں بتلائیں جس نے ہماری آیتوں کو ماننے سے انکار کیا۔

مثال نمبر ۳..... اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (الفرقان: ۴۳)

ترجمہ: بھلا آپ بتلاؤ جس شخص نے اپنا خدا اپنی نفسانی خواہش کو بنالیا ہو۔

مذکورہ بالا تمام آیات میں کلمہ ''رایت'' پر ہمزہ استفہام داخل ہے، لہٰذا یہ خبر دینے اور بتلانے کے معنی میں ہوگا۔

قاعدہ نمبر (۱۷)

اِذَا رَتَّبَ الشَّارِعُ الْحُكْمَ عَلٰى وَصْفٍ مُنَاسِبٍ فَاِنَّ ذٰلِكَ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ ثُبُوْتَهٗ لِاَجْلِهٖ۔[1]

حاصل قاعدہ

جو حکم کسی وصفِ مناسب کے ساتھ مربوط ہو تو وہ وصف اس حکم کی علت ہوتا ہے۔

تشریح

جو حکم کسی وصفِ مناسب پر مرتب ہو تو یہ وصف اس حکم کی علت ہوتا ہے، جیسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قوموا إلى سيدكم۔ تم اپنے سردار سعد بن معاذ کے استقبال کے لئے کھڑے ہو جاؤ، یہاں ''قوموا'' حکم ہے، اور

(۱) أنوار البروق في أنواء الفروق: الفرق بين قاعدة ما يوجب الكفارة بالحلف من صفات الله تعالى، ج۳ ص۷۲/ فتح الباري: كتاب الاستئذان، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: قوموا إلى سيدكم، ج۱۱ ص۵۲

Marfat.com

یہاں ''سیدکم'' وصف اس حکم کے لئے علت ہے کہ سردار ہونے کی وجہ سے تم ان کے احترام میں کھڑے ہو جاؤ۔ مزید وضاحت امثلہ میں دیکھیں۔

مثال نمبر ا..... وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا۔ (المائدة: ٣٨)

ترجمہ: جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔

مثال نمبر ٢..... اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (النور: ٢)

ترجمہ: زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد دونوں کو سو سو کوڑے لگاؤ۔

پہلی مثال میں لفظ ''فَاقْطَعُوْٓا'' حکم ہے، ''السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ'' صیغہ صفت ہے اور مشتق ہے، اس کے لئے ماخذِ اشتقاق ''سرق'' ہے، تو قطعِ ید جو حکم ہے اس کے لئے علت چوری کرنا، جب بھی یہ علت پائی جائے گی تو حکم پایا جائے گا، تو یہاں صیغہ امر میں تکرار نہیں ہے بلکہ جب بھی علت پائی جائے گی حکم پایا جائے گا، اس طرح دوسری مثال میں ''فَاجْلِدُوْا'' حکم ہے، ''اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ'' صیغہ صفت ہے، اس مشتق کے لئے ماخذِ اشتقاق ''زنی'' ہے، تو کوڑے مارنے کا جو حکم ہے اس کے لئے علت زنا کرنا، جب بھی علت پائی جائے گی تو حکم بھی پایا جائے گا۔

قاعدہ نمبر (١٨)

إِذَا عُلِّقَ الْأَمْرُ عَلَى شَرْطٍ أَوْ صِفَةٍ فَإِنَّه يَقْتَضِي التَّكْرَارَ۔ (١)

حاصل قاعدہ

امر جب کسی شرط یا صفت پر معلق ہو تو تکرار کا متقاضی ہوگا۔

تشریح

امر اپنی ذات کے اعتبار سے تکرار کا تقاضا نہیں کرتا، مثلاً:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ (البقرة: ٢٨٢)

(١) روضة الناظر: فصل: الأمر المطلق هل يقتضي التكرار، ج١ ص٥٦٥

Marfat.com

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم کسی معین میعاد کے لئے اُدھار کا کوئی معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

یہاں دین کو لکھنے کا حکم ہے اس کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ ایک ہی معاملہ کو بار بار لکھا جائے۔ البتہ کسی حکم میں تکرار دوسرے دلائل یا قرائن و اسباب کی وجہ سے ہوتا ہے، مثلاً: نماز کا ہر دن پانچ مرتبہ پڑھنا اس کے سبب (یعنی وقت) کی وجہ سے ہے، اسی طرح اگر کوئی حکم معلق بالشرط یا معلق بالصفت ہو تو جب وہ شرط یا صفت پائی جائے گی، وہ حکم بھی وہاں پایا جائے گا لیکن یہ تکرار نفس امر کی وجہ سے نہیں بلکہ اس شرط یا صفت کے قرینہ کی وجہ سے ہوگا۔ مذکورہ بالا بنیاد پر امر کی تین قسمیں ہیں:

اول: امر مربوط بقرینة التکرار (وہ امر جس میں تکرار کا قرینہ موجود ہو) مثلاً امر کا کسی شرط وصفت پر معلق ہونا تکرار کا قرینہ ہے۔

دوم: امر مربوط بقرینة عدم التکرار (وہ امر جس میں تکرار کا قرینہ موجود نہ ہو)۔

سوم: امر مجرد عن القرینة (وہ امر جس میں تکرار و عدم تکرار کا کوئی قرینہ نہ ہو)۔

ان تینوں صورتوں کا حکم یہ ہے کہ قرینہ کی صورت میں قرینہ کے مطابق تکرار یا عدمِ تکرار کا اعتبار ہوگا، اور قرینہ نہ ہونے کی صورت میں امر کو عدمِ تکرار پر محمول کیا جائے گا۔

مثال: وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا ۔(المائدة: ٦)

ترجمہ: اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو سارے جسم کو (غسل کے ذریعے) خوب اچھی طرح پاک کرو۔

اس آیت میں شرط (جنابت) قرینہ تکرار ہے۔

مثال..... اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (النور: ٢)

ترجمہ: زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد دونوں کو سو سو کوڑے لگاؤ۔

اس آیت میں صفت (زنا) قرینہ تکرار ہے۔

Marfat.com

قاعدہ نمبر (۱۹)

إِذَا كَانَ ثُبُوْتُ شَيْءٍ أَوْ نَفْيُهُ يَدُلُّ عَلَى ثُبُوْتِ آخَرَ أَوْ نَفْيِهِ فَالْأَوْلٰى الْاِقْتِصَارُ عَلَى الدَّالِ مِنْهَا فَإِنْ ذُكِرَا فَالْأَوْلٰى تَأْخِيْرُ الدَّالِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

جب ایک شیٔ دوسری شیٔ پر ثبوتاً یا نفیاً دلالت کر رہی ہو تو بہتر ہے کہ صرف دال پر اکتفاء کیا جائے، اور اگر دال و مدلول دونوں کو ذکر کیا جائے تو دال کو موٴخر کرنا اولیٰ ہے۔

توضیح

جب کسی چیز کے دو وصف ہوں اور ان میں کوئی وصف ایسا ہو جو دوسرے پر دال ہو تو اس دال پر اکتفاء کرنا اولیٰ ہے، اور اگر دونوں وصف ذکر کر دیئے جائیں تو وصفِ دال کو موٴخر کرنا بہتر ہے۔

مثال..... وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ

(آل عمران: ۱۳۳)

ترجمہ: اور اپنے رب کی طرف سے مغفرت اور وہ جنت حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے بڑھ کر تیزی دکھاؤ جس کی چوڑائی اتنی ہے کہ اس میں تمام آسمان اور زمین سما جائیں۔

جنت کے دو وصف ہیں طول و عرض اور عرض طول پر دال ہے، لہٰذا دال کے ذکر پر اکتفاء کیا گیا۔

قاعدہ نمبر (۲۰)

إِذَا كَانَ فِي الْآيَةِ ضَمِيْرٌ يُحْتَمَلُ عَوْدُهُ إِلٰى أَكْثَرَ مِنْ مَذْكُوْرٍ وَأَمْكَنَ

---

(۱) البرهان في علوم القرآن: تابع النوع السادس والأربعون، ج۳ ص۴۰۴

Marfat.com

الْحَمْلُ عَلَى الْجَمِيعِ حُمِلَ عَلَيْهِ۔[1]

حاصل قاعدہ

اگر ضمیر کے اندر ایک سے زائد ممکن مراجع کا احتمال ہو تو ہر ایک کو مرجع بنانا درست ہے۔

تشریح

قرآنِ کریم ایک کتاب معجز ہے جو بسا اوقات قلیل الفاظ کے ذریعہ کثیر معنی کو ادا کردیتا ہے، اگر کسی آیت میں کوئی ایسی ضمیر آجائے جس کا مرجع ایک سے زائد ہو اور ضمیر ہر ایک کی جانب لوٹنے کا احتمال رکھتی ہو اور کوئی مانع بھی موجود نہ ہو تو ضمیر کو ہر مرجع کی جانب لوٹایا جاسکتا ہے، ہاں! اگر کوئی مانع موجود ہو تو پھر یہ حکم نہ ہوگا بلکہ مانع سے بچتے ہوئے جس کا مرجع بنا ممکن ہوگا وہی مرجع متعین ہوگا۔

تطبیق مثال

يَاأَيُّهَا الْإِنسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ ۞ (الانشقاق)

ترجمہ: اے انسان! تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک (یعنی مرنے کے وقت تک)

کام میں کوشش کر رہا ہے پھر (قیامت میں) اس (کام کی جزا) سے جا ملے گا۔

"فَمُلَاقِيهِ" میں "ہ" ضمیر دو چیزوں کی جانب لوٹ سکتی ہے۔ ا.... رَبِّكَ ۲.... كَدْحًا (جس کا مفہوم عمل ہے) اور دونوں معنوں کی جانب ضمیر کے لوٹنے میں کوئی مانع بھی موجود نہیں ہے، اس لئے کہ انسان جس طرح اپنے رب سے ملاقات کرے گا اسی طرح اپنے اعمال کا بھی سامنا کرنے والا ہے۔

قاعدہ نمبر (۲۱)

إِذَا كَانَ لِلْاِسْمِ الْوَاحِدِ عِدَّةُ مَعَانٍ حُمِلَ فِي كُلِّ مَوْضِعٍ مَا يَقْتَضِيهِ ذٰلِكَ السِّيَاقُ۔[2]

(۱) قواعد التفسیر: المقصد السابع، الضمائر، ج ۱ ص ۴۰۰

(۲) قواعد التفسیر: المقصد الثامن، الأسماء في القرآن، ج ۱ ص ۴۲۲

Marfat.com

حاصل قاعدہ

اگر کسی لفظ کے متعدد معانی ہوں تو ہر مقام پر مقتضائے سیاق کے مطابق معنی متعین کیا جائے گا۔

مثال نمبر ا..... فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ۔(الأعراف: ۵)

ترجمہ: پھر جب اُن پر ہمارا عذاب آپہنچا تو ان کے پاس کہنے کو اور کچھ نہیں تھا۔

۲..... وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝۱۸ ۔(الجن)

ترجمہ: تمام مسجدیں اللہ ہی کی ہیں، اس کے ساتھ کسی اور کی عبادت مت کرو۔

۳..... وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ۝۴۵ (الأنبیاء)

ترجمہ: لیکن بہرے لوگ ایسے ہیں کہ جب انہیں ڈرایا جاتا ہے تو وہ کوئی پکار نہیں سنتے۔

۴..... وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ (یونس: ۳۸)

ترجمہ: اور (اس کام میں مدد لینے کے لئے) اللہ کے سوا جس کسی کو بلا سکو بلا لو۔

۵..... قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ (الأعراف: ۱۳۴)

ترجمہ: اے موسیٰ! تمہارے پاس اللہ کا جو عہد ہے اس کا واسطہ دے کر ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کرو۔

لفظِ ''دعا'' مختلف معانی میں مستعمل ہے، عبادت، ندا، سوال، قول اور استعانت۔ مذکورہ آیت میں سیاق کی رو سے ہر جگہ ایک معنی متعین ہے۔ پہلی آیت میں قول کے معنی میں دوسری آیت میں دعا بمعنیٰ ''عبادت'' تیسری آیت میں ''ندا'' اور پکار کے معنی میں ہے۔ چوتھی آیت میں استعانت کا معنی مراد ہے اور پانچویں آیت میں ''سوال'' کا معنی متعین ہے۔

مثال نمبر ۲..... وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (البینة: ۵)

ترجمہ: اور انہیں اس کے سوا کوئی اور حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت اس

Marfat.com

طرح کریں کہ بندگی کو بالکل یکسو ہو کر صرف اسی کے لئے خالص رکھیں۔

۲..... يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيهِمُ اللهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ ۔(النور: ۲۵)

ترجمہ: اس دن اللہ ان کو وہ پورا پورا بدلہ دے گا۔

۳..... مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۞ ۔(الفاتحة)

ترجمہ: جو روزِ جزاء کا مالک ہے۔

''دین'' متعدد معانی میں مشترک ہے، چنانچہ پہلی آیت میں دین سے مراد عقیدہ اور مذہب ہے، اور آخری دو آیتوں میں دین جزاو حساب کے معنی میں ہے۔

مثال نمبر ۳..... الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ ۔(المائدة: ۵۵)

ترجمہ: اور وہ جو نماز قائم کرتے ہیں۔

۲..... اِنَّ اللهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ (الأحزاب: ۵۶)

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔

۳..... وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۔(التوبة: ۱۰۳)

ترجمہ: اور ان کے لئے (دعا و استغفار) کرو۔

پہلی آیت میں لفظِ صلاۃ ''صلاۃ شرعی'' یعنی نماز کے معنی میں ہے، دوسری آیت میں ''ثناء فی الملاء الأعلی'' (فرشتوں کے حضور میں تعریف) اور تیسری آیت میں ''استغفار'' کے معنی میں وارد ہے۔

قاعدہ نمبر (۲۲)

إِذَا كَانَ مُتَعَلِّقُ الْخِطَابِ مَقْدُوراً حُمِلَ عَلَيْهِ وَإِنْ كَانَ غَيْرُ ذٰلِكَ صُرِفَ الْخِطَابُ لِثَمَرَتِهِ أَوْ سَبَبِهِ۔ (۱)

---

(۱) أنوار البروق في أنواء الفروق: الفرق الثاني والخمسون، ج۲ ص۱۹

Marfat.com

حاصل قاعدہ

جو مامور بہ مقدور القدرت ہو اس کو حقیقت پر محمول کیا جائے گا، اور جو غیر مقدور القدرت ہو وہاں مامور بہ کا سبب یا نتیجہ مراد ہوگا۔

تشریح

جن اعمال و افعال کا شریعت میں کرنا یا چھوڑنا مطلوب ہے، وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ مقدور القدرت ہوں گے یعنی بعینہٖ اس مامور بہ (یعنی حکم) کو بجالانا ممکن ہوگا، جیسے صلوٰۃ و زکوٰۃ کا امر یا پھر اس کا بجالانا قدرت بشری سے خارج ہوگا، جیسے جنت کی طرف سعی کرنا، حالتِ ایمان پر مرنا، تو وہاں خود وہ حکم نہیں بلکہ اس کا سبب یا ثمرہ مراد ہوتا ہے۔

مطلوب الفعل مقدور القدرت کی مثال

۱..... وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (البقرۃ: ۸۳)

ترجمہ: اور لوگوں سے بھلی بات کہنا، اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا۔

اس آیت میں قول حسن، اقامتِ صلاۃ اور ایتاءِ زکوٰۃ کا امر ہے، جو مکلّف کی قدرت کے تحت داخل ہے، اس کی قدرت سے خارج نہیں ہے، تو یہ اعمال شریعت میں مطلوب بھی ہیں اور انسان کی قدرت کے تحت داخل بھی ہیں۔

مطلوب الترک مقدور القدرت کی مثال

زنا، خمر، فواحش، عقوقِ والدین، تجسس اور غیبت وغیرہ سے نہی سب اسی قبیل سے ہیں۔ یہ سب وہ افعال ہیں جن کا شریعت میں چھوڑنا مطلوب ہے، اور یہ افعال سب مکلّف کی قدرت کے تحت داخل ہیں۔

غیر مقدور القدرت مطلوب الفعل کی مثال

۱..... وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ (آل عمران: ۱۳۳)

Marfat.com

ترجمہ: اور اپنے رب کی طرف سے مغفرت اور جنت حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے بڑھ کر تیزی دکھاؤ۔

آیت میں مغفرت اور جنت کی طرف مسارعت کا حکم دیا گیا ہے، حالانکہ مغفرت اور جنت مکلف کی قدرت کے تحت داخل نہیں ہیں، تو یہاں مراد مامور بہ کا سبب اور ثمرہ ہوں گے، یعنی اسبابِ مغفرت، ایمان اور عملِ صالح کی طرف مسارعت مطلوب ہے، جنت اور مغفرت کے لئے سبب ایمان اور اعمالِ صالحہ ہیں، اور انہی اعمالِ صالحہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا حکم دیا جارہا ہے۔

اسی قسم میں وہ مامورات بھی داخل ہیں جن کی ادائیگی بعض اوقات میں متعذر ہو جاتی ہے اور بعض اوقات مقدور ہوتی ہے، مثلاً امرِ قتال کہ اگر قدرتِ قتال مسلمانوں کو میسر نہ ہو تو اس کا سبب اعداد للقتال یعنی جہاد کی تیاری کرنا مطلوب ہوگا۔

غیر مقدور القدرت مطلوب الترک کی مثال

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ز (الحجرات:۱۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو۔

اس آیت میں گمان سے بچنے کا حکم ہے، لیکن یہ ظنون غیر اختیاری ہیں، انسان کی قدرت کے تحت داخل نہیں ہیں، اس لئے یہ غیر مقدور القدرت ہیں، اور چونکہ ان سے بچنے کا حکم ہے اس لئے یہ مطلوب الترک ہیں، تو یہاں اسبابِ ظن سے اجتناب مطلوب ہے۔

وَّ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ (النور:۲)

ترجمہ: اللہ کے دین کے معاملے میں اُن پر ترس کھانے کا کوئی جذبہ تم پر غالب نہ آئے۔

اس آیت میں حدود کے نافذ کرنے میں شفقت اور مروّت کرنے سے روکا گیا ہے، حالانکہ شفقت و مروّت ایک امرِ غیر اختیاری شئ ہے، اور غیر اختیاری کا جس طرح کرنا محال ہے اس طرح اس کا چھوڑنا بھی انسانی قدرت سے خارج ہے، پھر اس سے روکنے کا کیا

Marfat.com

مطلب؟ تو اس کا جواب قاعدہ مذکورہ کی رو سے یہ ہوگا کہ یہاں مروّت وشفقت سے مراد اس کا ثمرہ ہے (یعنی ترکِ انفاذ حد) اب آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ایسا نہ ہو کہ تم مروّت کی وجہ سے حد کا نفاذ چھوڑ دو۔

قاعدہ نمبر (۲۳)

إِذَا وَرَدَ مُضَافٌ وَ مُضَافٌ إِلَيْهِ وَ جَاءَ بَعْدَهُمَا ضَمِيْرٌ فَالْأَصْلُ عَوْدُهُ لِلْمُضَافِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

اگر کوئی ضمیر مضاف اور مضاف الیہ کے بعد واقع ہو تو مضاف کو مرجع بنانا اصل ہے۔

تشریح

یہ قاعدہ اس صورت میں ہے جب کہ مضاف الیہ کے مرجع ہونے پر کوئی قرینہ نہ ہو، اگر کوئی قرینہ ہو تو مضاف الیہ کو مرجع بنایا جائے گا۔

قرینہ کے مطابق مضاف کی جانب ضمیر لوٹنے کی مثال

وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (النحل: ۱۸)

ترجمہ: اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے لگو، تو انہیں شمار نہیں کر سکتے۔

اس آیت میں ''لَا تُحْصُوْهَا'' میں ''هَا'' ضمیر کا مرجع ''نِعْمَةَ اللّٰهِ'' میں لفظ ''نِعْمَةَ'' ہے جو مؤنث ہے اور ضمیر مؤنث اس کی طرف لوٹ رہی ہے، تو یہاں قاعدے کے مطابق ضمیر کو مضاف کی طرف لوٹایا ہے۔

قرینے کے مطابق مضاف الیہ کی جانب ضمیر لوٹنے کی مثال

وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ (النحل)

---

(۱) الإتقان فی علوم القرآن: النوع الثانی والأربعون، ج۲ ص۳۳۷

Marfat.com

اس آیت میں ''اِیَّاہُ'' کی ضمیر مذکر کا مرجع ''نِعْمَتَ اللهِ'' میں لفظ ''الله'' ہے جو مذکر ہے، تو یہاں ''اِیَّاہُ'' میں ضمیر مذکر کا ہونا قرینہ ہے کہ اس کا مرجع یہاں مضاف الیہ ہے نہ کہ مضاف۔

قاعدہ نمبر (۲۴)

اِذَا وَقَعَتِ النَّكِرَةُ فِيْ سِيَاقِ النَّفْيِ اَوِ النَّهْيِ اَوِ الشَّرْطِ اَوِ الْاِسْتِفْهَامِ دَلَّتْ عَلَى الْعُمُوْمِ۔[1]

حاصل قاعدہ

نکرہ جب نفی، نہی، شرط، یا استفہام کے تحت واقع ہو تو عموم پر دلالت کرتا ہے۔

نکرہ تحت النفی کی مثال

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا (الانفطار: ۱۹)

ترجمہ: یہ وہ دن ہوگا جس میں کسی دوسرے کے لئے کچھ کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوگا۔

اس آیت میں دو مرتبہ لفظ ''نَفْسٌ'' آیا، دونوں میں عموم ہے، اسی طرح لفظ ''شَيْـًٔا'' میں بھی عموم ہے، اور یہ تینوں نکرے نفی کے تحت داخل ہیں اس لئے ان میں عموم ہے۔ اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اس دن کوئی بھی نفس کسی بھی نفس کا کسی قسم کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھے گا۔

نکرہ تحت النہی کی مثال

وَ اعْبُدُوا اللهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا (النساء: ۳۶)

ترجمہ: اور تم اللہ کی عبادت اختیار کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو۔

---

(۱) القواعد الحسان فی تفسیر القرآن: القاعدة الرابعة، ص ۱۶

Marfat.com

اس آیت میں ''شَیْئًا'' تحت النہی واقع ہے اور شرک کی تمام صورتوں کو شامل ہے، چاہے شرکِ اصغر ہو یا اکبر، شرکِ جلی ہو یا خفی، شرک کی تمام ممکنہ صورتوں سے نہی ہے۔

نکرہ تحت الشرط کی مثال

وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ (التوبة: ٦)

ترجمہ: اور اگر کوئی شخص مشرکین میں سے آپ سے پناہ مانگے تو آپ اس کو پناہ دیجئے۔

اس آیت میں لفظ ''اَحَدٌ'' نکرہ ہے جو ''اِنْ'' حرف شرط کے تحت داخل ہے اور عموم کا فائدہ دے رہا ہے کہ کوئی بھی مشرک پناہ مانگے تو آپ پناہ دیں۔

نکرہ تحت الاستفہام کی مثال

هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿۶۵﴾ (مريم)

ترجمہ: کیا تمہارے علم میں کوئی اور ہے جو اُس جیسی صفات رکھتا ہو؟

اس آیت میں لفظ ''سَمِيًّا'' نکرہ ہے جو ''هَلْ'' استفہام کے تحت داخل ہے اور عموم کا فائدہ دے رہا ہے، اس میں اللہ تعالی سے ہر قسم کے ہم صفت کی نفی کی گئی ہے، اللہ تعالی کے ساتھ اس کی صفات میں کوئی بھی کسی بھی وقت اس کے ساتھ شریک نہیں ہے، اگر ہے تو تم اس کا نام بتلاؤ۔

اشباہ ونظائر

نفی سے متعلق

۱..... وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۔(یونس: ۱۰۷)

ترجمہ: اور اگر تمہیں اللہ تعالی کوئی تکلیف پہنچادے تو اس کے سوا کوئی نہیں ہے جو اسے دور کردے۔

Marfat.com

اس آیت میں لفظ ''کَاشِفَ'' نکرہ ہے جو ''لَا'' نفی کے تحت داخل ہے اور عموم کا فائدہ دے رہا ہے، اللہ تعالی کسی انسان کو کسی بھی وقت کوئی بھی تکلیف پہنچائے تو کوئی شخص بھی اس تکلیف کو ذرہ برابر بھی دور نہیں کرسکتا۔

۲..... تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ (القصص: ۸۳)۔

ترجمہ: وہ آخرت والا گھر تو ہم ان لوگوں کے لئے مخصوص کردیں گے جو زمین میں نہ تو بڑائی چاہتے ہیں اور نہ فساد۔

اس آیت میں ''عُلُوًّا'' نکرہ ہے جو نفی کے تحت واقع ہوا ہے، تو مطلب یہ ہے کہ آخرت کا گھر اور جنت کی نعمتیں اس شخص کے لئے ہوں گی جو زمین میں ذرہ برابر بھی نہ بڑائی چاہتا ہو اور نہ فساد۔

۳..... فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (السجدۃ)

ترجمہ: چنانچہ کسی متنفس کو کچھ پتہ نہیں ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا سامان ان کے اعمال کے بدلے اللہ نے ان کے لئے کیا کیا نعمتیں چھپا کر رکھی ہیں۔

نہی سے متعلق

۱..... فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرۃ)

ترجمہ: لہٰذا اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ، جب کہ تم (یہ سب باتیں) جانتے ہو۔

اس آیت میں ''اَنْدَادًا'' نکرہ ہے جو نہی کے تحت داخل ہے اور عموم کا فائدہ دے رہا ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو بھی کسی بھی وقت کسی بھی شئ میں شریک مت ٹھہراؤ۔

۲..... وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ۝ (الحجر)

ترجمہ: اور آپ میں سے کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے، اور وہیں جانے کے لئے چلتے

Marfat.com

رہیں جہاں کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے۔

اس آیت میں ''اَحَدٌ'' نکرہ ہے جو نہی کے تحت واقع ہوا ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ تم میں سے کوئی ایک بھی کسی بھی وقت پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔

۳..... وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا (الکھف)

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) کسی بھی کام کے بارے میں کبھی یہ نہ کہو کہ میں یہ کام کرلوں گا۔

اس آیت میں ''لِشَایْءٍ'' نکرہ ہے جو نہی کے تحت واقع ہوا ہے، اور عموم کا فائدہ دے رہا ہے کہ آپ کسی بھی شیٔ کے بارے میں کبھی یہ نہ کہو کہ میں یہ کام کل کرنے والا ہوں بغیر ان شاء اللہ کے۔

شرط سے متعلق

۱..... فَاِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا (مریم: ۲۶)

ترجمہ: اگر لوگوں میں سے کسی کو آتا دیکھو تو (اشارے سے) کہہ دینا۔

اس آیت میں لفظ ''اَحَدًا'' نکرہ ہے جو حرف شرط کے تحت واقع ہے، تو مطلب یہ ہے کہ آپ کسی بھی بشر کو آتے دیکھو تو کہہ دو کہ میں نے رحمٰن کے لئے روزہ رکھا ہے۔

۲..... وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ (النحل: ۵۳)

ترجمہ: اور تم کو جو نعمت بھی حاصل ہوتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔

اس آیت میں لفظ ''نِّعْمَةٍ'' نکرہ ہے جو ''مَا'' حرف شرط کے تحت واقع ہوا ہے اور عموم کا فائدہ دے رہا ہے کہ انسان کو کوئی بھی نعمت کسی بھی وقت پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔

۳..... مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا (حم سجدۃ: ۴۶)

ترجمہ: جو کوئی نیک عمل کرتا ہے، وہ اپنے ہی فائدے کے لئے کرتا ہے، اور جو کوئی برائی کرتا ہے وہ اپنے ہی نقصان کے لئے کرتا ہے۔

اس آیت میں ''صَالِحًا'' نکرہ ہے جو ''مَنْ'' حرف شرط کے تحت داخل ہے، تو مطلب

Marfat.com

یہ ہے کہ کوئی بھی شخص کوئی بھی نیکی کرے چاہے چھوٹی ہو یا بڑی وہ اپنے فائدے کے لئے کرتا ہے۔

استفہام سے متعلق

۱..... هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (الفاطر:۳)

ترجمہ: کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟

اس آیت میں ''خَالِقٍ'' نکرہ ہے جو ''هَلْ'' استفہام کے تحت واقع ہوا ہے، اور عموم کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی خالق نہیں ہے۔

۲..... هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿۹۸﴾ (مریم)

ترجمہ: کیا تمہیں ٹٹولنے سے بھی ان میں سے کسی کا پتہ ملتا ہے، یا ان میں سے کسی کی آہٹ بھی سنائی دیتی ہے؟

اس آیت میں ''اَحَدٍ'' اور ''رِكْزًا'' نکرہ ہے ''هَلْ'' استفہام کے تحت واقع ہے اور یہاں بھی یہ عموم کا فائدہ دے رہا ہے۔

فائدہ

جب نکرہ نفی کے تحت واقع ہو اور لائے نفی جنس کے لئے ہو، یا اس اسم نکرہ پر ''مــــن'' زائدہ داخل ہو تو اس سے عموم میں تاکید آجاتی ہے اور معنی عموم کا اثبات ہو جاتا ہے۔

نفی کے تحت میں آنے والے اسم نکرہ پر ''مــــن'' زائدہ کے داخل ہونے کی تین صورتیں ہیں:

۱..... وہ اسم نکرہ فاعل واقع ہو، جیسے ''مَا اَتَاهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ'' میں ''نَّذِيْرٍ'' فاعل ہے۔

۲..... وہ اسم نکرہ مفعول واقع ہو، جیسے ''مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ'' میں ''وَّلَدٍ'' مفعول ہے، اور جیسے ''وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ'' میں ''رَّسُوْلٍ'' مفعول ہے۔

۳..... وہ اسم نکرہ مبتدا واقع ہو، جیسے ''مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ'' میں ''اِلٰهٍ'' مبتدا ہے۔

Marfat.com

قاعدہ نمبر (۲۵)

اِسْتِفْهَامُ الْإِنْكَارِ يَكُوْنُ مُضَمَّنًا مَعْنَى النَّفْيِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

استفہامِ انکاری نفی کے معنی کو شامل ہوتا ہے۔

مثال..... وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ (حم السجدة:۳۳)

ترجمہ: اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے۔

یہ استفہامِ انکاری ہے اس کا مطلب ہے

"لَا أَحَدٌ أَحْسَنَ مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللّٰهِ"

یعنی اس شخص سے بہتر بات کسی کی نہیں ہے جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے۔

قاعدہ نمبر (۲۶)

إِعَادَةُ الظَّاهِرِ بِمَعْنَاهُ أَحْسَنُ مِنْ إِعَادَتِهٖ بِلَفْظِهٖ وَإِعَادَتُهُ ظَاهِرًا بَعْدَ الطُّوْلِ أَحْسَنُ مِنَ الْإِضْمَارِ۔ (۲)

حاصل قاعدہ

اسمِ ظاہر کا اعادہ بالمعنی اس کے بلفظہ اعادہ سے بہتر ہے، اور فصلِ طویل کی صورت میں اعادہ بالضمیر سے بہتر اعادہ باللفظ ہے۔

تشریح

کسی اسمِ ظاہر کا اعادہ اس کے کسی ہم معنی لفظ کے ذریعہ کرنا بہتر ہے بمقابلہ اس کے

---

(۱) البحر المحيط في التفسير: سورة الشعراء آیت نمبر ۲۰۳ کے تحت، ج ۸ ص ۱۹۳

(۲) الإتقان في علوم القرآن: النوع السادس والخمسون، ج ۳ ص ۲۴۹

Marfat.com

کہ بعینہ وہی لفظ دوہرا دیا جائے، اور طویل فاصلہ کے بعد اس ظاہر کا اعادہ کرنا اضمار سے بہتر ہے۔

مثال جزءاول

وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ۝ (الأعراف: ۱۷۰)

ترجمہ: اور جو لوگ کتاب کو مضبوطی سے تھامتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں تو ہم ایسے اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

اس آیت میں کہنا یوں چاہئے تھا ''لَا نُضِيْعُ أَجْرَ الَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ'' جو کتاب کو مضبوطی سے تھامتے ہیں ہم ان کا اجر ضائع نہیں کریں گے لیکن آیت میں اس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے اس کا ہم معنی جملہ لایا گیا ''لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ'' چونکہ فصلِ طویل نہیں ہے اس لئے ضمیر نہیں لائی۔ اور ہم معنی جملہ اس لئے لایا تاکہ جملے کی سلامت و بلاغت بھی باقی رہے اور جملہ میں ایک تاسیس اور جدت پیدا ہو جائے۔

مثال جزءثانی

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (النحل)

ترجمہ: پھر یقین جانو تمہارے پروردگار کا معاملہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے فتنے میں مبتلا ہونے کے بعد ہجرت کی، پھر جہاد کیا اور صبر سے کام لیا تو ان باتوں کے بعد تمہارا پروردگار یقیناً بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

اس آیت میں پہلے فرمایا: ''ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ'' اس کے بعد تین اعمالِ صالحہ یعنی ہجرت، جہاد اور صبر کا تذکرہ کر کے پھر فرمایا: ''اِنَّ رَبَّكَ'' دوبارہ اعادہ باللفظ کیا، چونکہ کچھ فاصلہ آیا تھا اس لئے ضمیر نہیں لائی بلکہ اعادہ باللفظ کیا، اگر ضمیر لائی جاتی تو ذہن مُشوّش ہوتا کہ ضمیر

Marfat.com

کس کی طرف لوٹ رہی ہے، چونکہ ہر ایک میں ضمیر کا مرجع بننے کی صلاحیت موجود ہے تو مذکورہ قاعدے کی روشنی میں فاصلے کی وجہ سے اعادہ باللفظ کیا۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوۡرَ ۬ؕ ثُمَّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ یَعۡدِلُوۡنَ ﴿۱﴾ (الانعام)

ترجمہ: تمام تر تعریفیں اللہ کی ہیں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، اور اندھیریاں اور روشنی بنائی، پھر بھی جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے وہ دوسروں کو (خدائی میں) اپنے پروردگار کے برابر قرار دے رہے ہیں۔

اس آیت میں پہلے "خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ" فرمایا، پھر اسی آیت میں آخر میں "بِرَبِّهِمۡ یَعۡدِلُوۡنَ" فرمایا، تو یہاں اسم ظاہر کا اعادہ بالمعنی کیا گیا ہے، یعنی بعینہٖ دوبارہ لفظ "خلق" نہیں لایا بلکہ اس کے ہم معنی لفظ "رَبّ" کے ذریعہ اعادہ کیا گیا ہے۔

قاعدہ نمبر (۲۷)

اَلۡاِسۡتِفۡهَامُ عَقِیۡبَ ذِکۡرِ الۡمَعَایِبِ اَبۡلَغُ مِنَ الۡاَمۡرِ بِتَرۡکِهَا۔ (۱)

حاصل قاعدہ

کسی چیز کے قبائح کو ذکر کرنے کے بعد استفہامی انداز میں نہی کرنا صریح نہی سے زیادہ بلیغ ہے۔

مثال: اِنَّمَا یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّوۡقِعَ بَیۡنَكُمُ الۡعَدَاوَةَ وَالۡبَغۡضَآءَ فِی الۡخَمۡرِ وَالۡمَیۡسِرِ وَیَصُدَّكُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَهُوۡنَ ﴿۹۱﴾ (المائدۃ)

ترجمہ: شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض کے بیج ڈال دے، اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے۔ اب بتاؤ کہ کیا تم (ان چیزوں سے) باز آجاؤ گے؟

---

(۱) إملاء ما من به الرحمن من وجوه الإعراب والقراءات: ج۱ ص۲۲۵

Marfat.com

اس آیت کریمہ میں شراب اور جوے کی قباحت بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ" یہ استفہامی انداز "فَانْتَهُوْا" کے صریح انداز سے زیادہ بلیغ ہے۔

الاستفہام

استفہام کا حقیقی معنی: کسی نامعلوم شئی کا علم طلب کرنا۔

استفہام کا مجازی معنی: استفہام حقیقی معنی کے علاوہ دوسرے معانی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے وہ استفہام کے مجازی معنی کہلاتے ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) نے "الاتقان فی علوم القرآن" میں اس کی بتیس (۳۲) انواع ذکر فرمائی ہیں:

۱.....انکار: فَمَنْ یَّهْدِیْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۲۹﴾ (الروم)

۲.....توبیخ: اَفَعَصَیْتَ اَمْرِیْ ﴿۹۳﴾ (طٰہٰ)

۳.....تقریر: هَلْ یَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿۷﴾ (الشعراء)

۴.....تعجب: كَیْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ (البقرۃ: ۲۸)

۵.....عتاب: اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ (الحدید: ۱۶)

۶.....تذکیر: اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ ۚ (یٰس: ۶۰)

۷.....افتخار: اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ (الزخرف: ۵۱)

۸.....تفخیم: مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَّلَا كَبِیْرَةً (الکہف: ۴۹)

۹.....تہویل وتخویف: اَلْحَآقَّةُ ۙ﴿۱﴾ مَا الْحَآقَّةُ ۚ﴿۲﴾ (الحاقۃ)

اَلْقَارِعَةُ ۙ﴿۱﴾ مَا الْقَارِعَةُ ۚ﴿۲﴾ (القارعۃ)

۱۰.....تسہیل وتخفیف: وَمَاذَا عَلَیْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا (النساء: ۳۹)

۱۱.....تہدید ووعید: اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۶﴾ (المرسلات)

۱۲.....تکثیر: وَكَمْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا (الاعراف: ۴)

۱۳.....تسویہ: سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ (البقرۃ: ۶)

Marfat.com

۱۴.....امر: اَتَصْبِرُوْنَ ۚ اَیْ اِصْبِرُوْا۔ (الفرقان: ۲۰)

۱۵.....تنبیہ: اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ (الفرقان: ۴۵)

۱۶.....ترغیب: مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (البقرة: ۲۴۵)

۱۷.....نہی: اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ (التوبة: ۱۳)

۱۸.....دعا: اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ (الأعراف: ۱۵۵)

۱۹.....استرشاد: اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا (البقرة: ۳۰)

۲۰.....تمنی: فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ (الأعراف: ۵۳)

۲۱.....استبطاء: مَتٰی نَصْرُ اللّٰهِ ؕ (البقرة: ۲۱۴)

۲۲.....عرض: اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ (النور: ۲۲)

۲۳.....تحضیض: اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَیْمَانَهُمْ (التوبة: ۱۳)

۲۴.....تجاہل: ءَاُنْزِلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَیْنِنَا ؕ (ص: ۸)

۲۵.....تعظیم: مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ (البقرة: ۲۵۵)

۲۶.....تحقیر: اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ۝۴۱ (الفرقان)

۲۷.....اکتفاء: اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًی لِّلْكٰفِرِیْنَ ۝۶۸ (العنکبوت)

۲۸.....استبعاد: اَنّٰی لَهُمُ الذِّكْرٰی (الدخان: ۱۳)

۲۹.....استیناس: وَمَا تِلْكَ بِیَمِیْنِكَ یٰمُوْسٰی ۝۱۷ (طه)

۳۰.....تہکم واستہزاء: اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ (هود: ۸۷)

۳۱.....تاکید: اَفَمَنْ حَقَّ عَلَیْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ (الزمر: ۱۹)

۳۲.....اخبار: اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا (النور: ۵۰)

---

(۱) الإتقان فی علوم القرآن: النوع السابع والخمسون، ج۳ ص۲۷۳، ۲۷۴

Marfat.com

قاعدہ نمبر (۲۸)

اَلْاِسْمُ الْمَوْصُوْلُ یُفِیْدُ عِلِّیَّۃَ الْحُکْمِ۔[1]

حاصل قاعدہ

اسمِ موصول سے مضمونِ کلام کی علت کا پتہ چلتا ہے۔

۱.....ثُمَّ قِیْلَ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۵۲﴾ (یونس)

ترجمہ: ظالموں سے کہا جائے گا کہ اب ہمیشہ عذاب کا مزہ چکھو۔ تمہیں کسی اور چیز کا نہیں، صرف اُس (بدی) کا بدلہ دیا جارہا ہے جو تم کماتے رہے ہو۔

۲.....قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾ (آل عمران)

ترجمہ: جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے ان سے کہہ دو کہ تم مغلوب ہوگے، اور تمہیں جمع کر کے جہنم کی طرف لے جایا جائے گا، اور وہ بہت بُرا بچھونا ہے۔

پہلی آیت میں علت ظلم ہے، اور دوسری آیت میں علت کفر ہے۔

مطلق اور مقید

مطلق: وہ ہے جو اپنی حقیقت پر بلا کسی قید کے دلالت کرے، جیسے: ”کتاب، رجل، مسجد“ وغیرہ۔

مطلق کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے اطلاق پر قائم رہتا ہے، یہاں تک کہ کوئی اتنی ہی قوی دلیل اس میں کسی قید کے ملحوظ ہونے پر قائم ہوجائے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ (البقرۃ: ۱۸۴)

اس میں ”ایام“ مطلق ہے، لہٰذا رمضان کے بعد اتنے ہی ایام مسلسل اور غیر مسلسل دونوں طرح قضا کی جاسکتی ہے، تسلسل ضروری نہیں۔

---

(۱) قواعد التفسیر: المقصد السادس: الأدوات التی یحتاج إلیها المفسر، ج۱ ص۳۹۸

Marfat.com

مقید: وہ لفظ ہے جس میں صفت، اضافت یا کسی اور طرح کی قید لگا دی جائے، جیسے ''رجل مومن، ولد فقیر'' وغیرہ۔

مقید کا حکم یہ ہے کہ اس پر مذکورہ قید کی رعایت کے ساتھ عمل کرنا واجب ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا (المجادلة: ۴)

اس آیت میں کفارۂ ظہار کے روزوں میں ''تتابع'' اور ''جماع سے پہلے'' ہونے کی قید لگا دی گئی ہے، اس لئے جماع سے پہلے ان روزوں کو مسلسل رکھنا ضروری ہوگا۔

کیا مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا؟

ایک ہی لفظ ایک نص میں مطلق اور دوسری نص میں قید کے ساتھ ذکر کیا جائے، تو اگر ان نصوص کا تعلق حکم کے سبب سے ہے، تو حنفیہ کے نزدیک ایک کو دوسرے پر محمول نہیں کیا جائے گا، جیسے آپ کا ارشاد ہے: ''اَلْجَارُ اَحَقُّ بِسَقَبِهِ''(۱)

دوسری روایت میں ہے:

''اَلْجَارُ اَحَقُّ بِشُفْعَةِ جَارِهِ يُنْتَظَرُ بِهَا إِنْ كَانَ غَائِبًا إِذَا كَانَ طَرِيقُهُمَا وَاحِدًا''(۲)

یعنی ''جوار'' سببِ شفعہ ہے، بشرطیکہ دونوں کا راستہ ایک ہو۔

پس ان دونوں نصوص کا تعلق سببِ حکم سے ہے، پہلی دلیل میں ''جوار'' مطلق ہے اور دوسری حدیث میں ''وحدتِ طریق'' کی قید بھی ہے، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جائے گا، بلکہ ''جوار'' بجائے خود شفعہ کا سبب ہے اور ''شرکت فی الطریق'' ایک دوسرا سببِ شفعہ ہوگا۔

---

(۱) صحيح البخاري: كتاب الشفعة، باب عرض الشفعة على صاحبها قبل البيع، ج۳ ص۸۷، رقم الحديث: ۲۲۵۸

(۲) سنن أبي داود: كتاب البيوع، باب في الشفعة، ج۳ ص۲۸۶، رقم الحديث: ۳۵۱۸

Marfat.com

اور اگر مطلق ومقید دونوں نصوص کا تعلق ''حکم'' سے ہوتو چار حالتیں ہوں گی۔

۱..... حکم اور سبب دونوں ایک ہوں تو بالاتفاق مقید پر محمول ہوگا، جیسے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ (المائدة: ۳)

اور

لَآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْدَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ (الأنعام: ۱۴۵)

یہاں خون ہونا سبب ہے اور حرام ہونا حکم ہے، لیکن ایک آیت میں مطلق ''دم'' اور دوسری آیت میں ''دم مسفوح'' کا ذکر ہے، لہٰذا پہلی آیت میں بھی دم سے ''دم مسفوح'' ہی مراد ہوگا۔

۲..... حکم اور سبب دونوں مختلف ہوں تو بالاتفاق ایک دوسرے پر محمول نہ ہوگا، جیسے ارشاد ہے:

وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا (المائدة: ۳۸)

دوسری جگہ فرمایا:

اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ (المائدة: ۶)

پہلی آیت میں سبب سرقہ ہے اور دوسری آیت میں وضو، پہلی آیت میں حکم ''قطعِ ید'' مطلق ہے اور دوسری آیت میں ''غسلِ ید'' کے ساتھ ''اِلَى الْمَرَافِقِ'' کی قید بھی ہے، لہٰذا پہلی آیت میں مذکور مطلق ''ید'' کو اس قید پر محمول نہیں کیا جائے گا۔

۳..... حکم مختلف ہو اور سبب ایک ہو، تب بھی ایک کو دوسرے پر بالاتفاق محمول نہ کیا جائے گا، جیسے ارشاد ہے:

فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ (المائدة: ۶)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا:

اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ (المائدة: ۶)

Marfat.com

یہاں سبب دونوں جگہ ''حصولِ طہارت'' ہے حکم مختلف ہے، پہلی جگہ آیت میں ''مسحِ ید'' ہے اور دوسری آیت میں ''غسلِ ید'' پہلی آیت مطلق ہے اور دوسری آیت مقید، لہٰذا پہلی آیت میں مذکورہ ''مطلق ید'' کو دوسری آیت میں مقید ''اِلَى الْمَرَافِقِ'' پر محمول نہیں کیا جائے گا، یہ اور بات ہے کہ حدیث میں تیمّم کی بابت ''اِلَى الْمَرَافِقِ'' کی قید ہے، اس لئے حنفیہ تیمّم میں بھی اتنی ہی مقدار ہاتھوں کے مسح کے قائل ہیں۔

۴..... حکم اور سبب الگ الگ ہوں، جیسے:

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ (المجادلة: ۳)

یہ آیت کفارۂ ظہار سے متعلق ہے، کفارۂ قتل سے متعلق ارشاد ہے:

وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ (النساء: ۹۲)

پس حکم دونوں جگہ غلام آزاد کرنے کا ہے، سبب پہلی آیت میں کفارۂ ظہار، اور دوسری آیت میں کفارۂ قتل ہے، پہلی آیت میں مطلق غلام کا ذکر ہے اور دوسری آیت میں مؤمن غلام کا ذکر ہے۔

اس صورت میں اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک اس صورت میں مطلق کو اپنے اطلاق پر باقی رکھا جائے گا، لہٰذا کفارۂ ظہار میں کافر غلام کو آزاد کرنا بھی کافی ہو جائے گا، دوسرے فقہاء کے نزدیک مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا، اور کفارۂ قتل کی طرح کفارۂ ظہار میں بھی مسلمان غلام آزاد کرنا ضروری ہوگا۔

منطوق و مفہوم

الفاظِ قرآن کی جن معانی پر دلالت ہوتی ہے وہ دو قسم پر ہیں:

۱..... منطوق ۲..... مفہوم

منطوق: وہ معنی ہے جس پر لفظ کی دلالت محلِ نطق میں ہوتی ہے، یعنی لفظ کا جو معنی ہے، وہی مراد لیا جائے تو یہ منطوق ہے۔

Marfat.com

مثال: فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ (النساء: ۳) اس میں چار عورتوں سے شادی کا جواز منطوق ہے، کیوں کہ آیت کی دلالت اسی معنی پر ہو رہی ہے۔

مفہوم: وہ معنی ہے جس پر لفظ کی دلالت محلِ نطق میں نہ ہو، بلکہ اس سے خارج ہو، یعنی لفظ کا جو ظاہری معنی ہے اس سے کوئی دوسرا معنی نکلتا ہو وہ مراد لیا جائے تو مفہوم ہے۔

مفہوم کی دو قسمیں ہیں: ۱..... مفہوم موافق ۲..... مفہوم مخالف

مفہوم موافق: وہ ہے جس کا حکم منطوق کے حکم کے موافق ہو۔

مثال: فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ (الاسراء: ۲۳) اس میں ''اُف'' کی حرمت تو منطوق ہے، اور ماں باپ کو مارنے کی حرمت مفہوم ہے، اور چونکہ دونوں (اُف کرنا اور مارنا) ایک ہی نوع سے متعلق ہیں، بلکہ مارنا بہ نسبت اُف کے زیادہ برا عمل ہے، پس نہیِ اُف سے نہیِ ضرب کا مفہوم، مفہومِ موافق ہوگا۔

مفہوم مخالف: وہ ہے جس کا حکم منطوق کے حکم کے خلاف ہو۔

مثال: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ (الحجرات: ۶) اس کا مفہوم مخالف یہ ہوگا کہ غیر فاسق (عادل) کی خبر کی تحقیق و تبیین ضروری نہیں۔

حکم: مفہومِ موافق تو بالاتفاق معتبر ہے، البتہ مفہومِ مخالف کے بارے میں اختلاف ہے۔

احناف کے علاوہ جمہور ائمہ کے نزدیک مفہوم مخالف معتبر ہے، اس سے احکام کا استنباط کیا جا سکتا ہے، احناف کے نزدیک فقہاء کے کلام میں تو مفہوم مخالفِ معتبر ہے، لیکن نصوص میں مفہومِ مخالف کا اعتبار نہیں اور اس سے استدلال درست نہیں۔

بناء اختلاف: جمہور کے پیش نظر اہلِ عرب کا عرف اور ان کا اسلوب کلام ہے کہ ان کے یہاں جب کوئی حکم کسی شرط یا قید کے ساتھ مذکور ہوتا تو مطلب یہی ہوتا کہ جہاں یہ شرطیں پائی جائیں گی وہیں یہ حکم ہوگا، اور جہاں شرطیں نہ پائی جائیں، وہاں یہ حکم نہ ہوگا، چنانچہ قرآن میں قصر کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شبہ پیدا ہوا، اور آپ نے اس کا اظہار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، شبہ کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ

Marfat.com

ضرور فرمایا کہ اللہ نے تمہارے لئے اس میں وسعت اور رخصت دی ہے، اسے قبول کرلو اور رَدنہ کرو، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس اجتہاد کو خطا پر مبنی نہیں قرار دیا، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مفہومِ مخالف سے استدلال کرنا درست ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس استدلال کو روا رکھا، اس کے علاوہ اگر نص میں کوئی حکم کسی شرط یا عدد یا قید کے ساتھ مذکور ہو تو ضرور کسی نہ کسی حکمت کے پیش نظر ہے، اور ظاہر ہے کہ شرط اور قید لگانے میں یہی حکمت ہوگی کہ اگر یہ شرطیں پائی جائیں تب ہی یہ حکم ہوگا، ورنہ یہ حکم نہ ہوگا۔

احناف کا کہنا ہے کہ بہ کثرت ایسی نصوص ملتی ہیں جو کسی واقعہ میں قید وشرط کے ساتھ مذکور ہیں، لیکن اگر اسی جیسے واقعہ میں وہ شرط ملحوظ نہ ہو تو اس واقعہ میں بھی اسی مشروط بالشرط، یا مقید بالقیود نص ہی کا حکم ہوتا ہے، غور کیا جائے کہ ''ربیبة'' کی حرمت بیان کرتے ہوئے قرآن میں شوہر کے زیر پرورش ''الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِکُمْ'' (النساء: ۲۳) ہونے کی قید لگائی گئی ہے، لیکن امت کا اجماع ہے کہ اگر دوسرے شوہر کے زیر پرورش نہ ہو پھر بھی ''ربیبة'' سے نکاح حرام ہی ہوگا، اور ''الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِکُمْ'' کا مفہومِ مخالف معتبر نہ ہوگا، اسی طرح نماز میں قصر کے سلسلہ میں کفار کے فتنہ کے خوف کی شرط مذکور ہے ''اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا'' پس مفہومِ مخالف کا تقاضا ہے کہ اسلام کی قوت اور غلبہ حاصل کر لینے کے بعد کہ اب فتنے کا اندیشہ باقی نہیں رہا، اس لئے قصر کی اجازت نہیں رہنی چاہئے تھی، مگر قصر کا اجازت اب بھی باقی ہے۔

اس کے علاوہ کبھی کبھی خود نصوص کی عبارت ہی میں موافق ومخالف دونوں پہلوؤں کی وضاحت کردی جاتی ہے، مثلاً ''نِّسَآئِکُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَکُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ'' (النساء: ۲۳) کی بیوی کی بیٹیاں اس وقت حرام ہوں گی، جب ان کی ماں کے ساتھ صحبت ہو چکی ہو، اگر صحبت کی نوبت نہ آئی ہو تو حرمت ثابت نہ ہوگی، یہاں اور کئی دوسری آیتوں میں قرآن نے دونوں پہلوؤں کی وضاحت کردی ہے، پس اگر نصوص میں مفہومِ مخالف کا اعتبار ہوتا تو دونوں پہلوؤں کو سامنے لانے کی ضرورت نہیں تھی، صرف ایک

Marfat.com

پہلو کو ذکر کر دیئے جانے سے خود بخود دوسرے کا حکم معلوم ہو جاتا، اس لئے نصوص میں مخالف اور برعکس مفہوم کا اعتبار نہیں اور نہ ان سے استدلال درست ہے۔

تنبیہ: متعدد نصوص میں آپ دیکھیں گے کہ احناف نے بھی مفہومِ مخالف کا اعتبار کیا ہے، بایں طور کہ نصوص میں جو حکم جس صفت یا قید کے ساتھ وارد ہے، اس کے ماسوا صورتوں کے لئے وہ حکم نہین، بلکہ اس کے مخالف حکم لگایا گیا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ ایسے مواقع پر مفہومِ مخالف کا اعتبار کرنے کی وجہ سے یہ حکم نہیں لگایا گیا ہے، بلکہ دوسرے دلائل شرعیہ کی بناء پر وہ حکم ہے۔

تنبیہ: جن فقہاء کرام کے نزدیک مفہومِ مخالف معتبر ہے، وہ بھی چند شرطوں کے ساتھ اعتبار کرتے ہیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ غالب اور معتاد وصف پر مشتمل نہ ہو، مثلاً ''وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ'' (النساء: ۲۳) میں مفہومِ مخالف کا اعتبار نہیں، کیونکہ اس میں ''الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ'' اوصافِ غالبہ معتادہ کی قبیل سے ہے، یعنی کہ اکثر و بیشتر ایسا ہی ہوتا ہے کہ لڑکیاں ماؤں کی گود میں ہی پرورش پاتی ہیں، اور وہ مائیں اپنے دوسرے شوہر کے پاس ہوتی ہیں اس لئے ''فِیْ حُجُوْرِكُمْ'' کی قید ذکر کر دی گئی۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ مفہوم واقع کے موافق نہ ہو، مثلاً ''وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ'' (المومنون: ۱۱۷) کا مفہومِ مخالف معتبر نہیں، یعنی یہ مطلب نہیں کہ اللہ کے سوا جو معبود برہان سے مؤید ہو اس کی عبادت ہو سکتی ہے، کیوں کہ ''لَا بُرْهَانَ لَهٗ'' کی قید، قید واقعی ہے نہ کہ احترازی، یعنی ہر غیر اللہ معبود بے برہان ہے، لہٰذا علی الاطلاق کسی کی عبادت درست نہیں۔

تنبیہ: جن بعض قواعد سے مفہومِ مخالف کی حجیت کا ثبوت ہوتا ہے، وہ قواعد احناف کے علاوہ دیگر فقہاء کے مسلک پر محمول ہیں۔

اقسام مفہومِ مخالف

مفہوم مخالف کی چند قسمیں ہیں:

Marfat.com

۱..... مفہوم غایت: مثلاً ''اِنْ جَآءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ'' (الحجرات:۶) پس غیر فاسق (عادل) کی خبروں میں تبیین ضروری نہیں۔

۲..... مفہومِ شرط: مثلاً ''وَاِنْ کُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَیْھِنَّ'' (الطلاق:۶) پس غیر حاملہ کو بعد طلاق نفقہ دینا واجب نہیں۔

۳..... مفہومِ غایت: مثلاً ''فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ'' (البقرۃ:۲۳۰) پس حلالہ شرعیہ کے بعد زوجہ اول کے لئے حلال ہو جائے گی۔

۴..... مفہومِ زمان: مثلاً ''اَلْحَجُّ اَشْھُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ'' (البقرۃ:۱۹۷) پس دوسرے مہینوں میں حج درست نہیں۔

۵..... مفہومِ مکان: مثلاً ''فَاذْکُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ'' (البقرۃ:۱۹۸) پس مشعر حرام کے سوا کسی اور جگہ پر ذکر کرنے میں اصل مطلوب جو یہاں مقصود ہے کبھی نہ حاصل ہوگا۔

۶..... مفہومِ حال: مثلاً ''وَلَا تُبَاشِرُوْھُنَّ وَاَنْتُمْ عٰکِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ'' (البقرۃ:۱۸۷) پس حالتِ اعتکاف نہ ہو تو مباشرت کی اجازت ہوگی۔

۷..... مفہومِ عدد: مثلاً ''فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ'' (النساء:۳) پس چار سے زائد شادی کی اجازت نہ ہوگی۔

۸..... مفہومِ حصر: مثلاً ''اِنَّمَآ اِلٰھُکُمُ اللّٰهُ'' (طہٰ:۹۸) پس اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔

قاعدہ نمبر (۲۹)

اَلْاَصْلُ اِبْقَاءُ الْمُطْلَقِ عَلٰی اِطْلَاقِهٖ حَتّٰی یَرِدَ مَا یُقَیِّدُهٗ۔[1]

حاصل قاعدہ

مطلق اپنے اطلاق پر محمول ہوگا جب تک کوئی دلیل تقیید نہ پائی جائے۔

---

(۱) البرھان فی علوم القرآن: النوع الثانی والثلاثون، ج۲ ص۱۵

Marfat.com

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَ مَنْ كَانَ مَرِيضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۗ (البقرۃ: ۱۸۵)

ترجمہ: تم میں جو شخص بھی یہ رمضان کا مہینہ پائے وہ اس میں ضرور روزے رکھے، اور اگر کوئی شخص بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کرے۔

اس آیتِ کریمہ میں رمضان کے روزے کی قضاء کا وقت مطلق ایام کو بتلایا گیا ہے، خواہ تتابع کے ساتھ ہو یا تفریق کے ساتھ، یعنی چاہے تو مسلسل پے در پے رکھے یا کچھ دن روزے رکھے، پھر وقفہ کرے پھر روزے رکھے، لہٰذا اب قضاء کے لئے تتابع یا تفریق کی قید لگانا درست نہیں ہے، بخلاف کفارہ ظہار کے وہاں قرآن کریم نے خود "شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ" یعنی دو مہینے لگاتار روزے رکھنے کی قید لگائی ہے، چونکہ یہاں قید موجود ہے اس لئے کفارہ ظہار میں تقیید پر عمل ہوگا نہ کہ اطلاق پر۔ اور کفارہ رمضان میں چونکہ قید نہیں ہے اس لئے اطلاق پر عمل ہوگا نہ کہ تقیید پر۔

قاعدہ نمبر (۳۰)

اَلْاَصْلُ اَنَّ الْكَلَامَ يُؤَكَّدُ إِذَا كَانَ الْمُخَاطَبُ مُنْكِرًا اَوْ مُتَرَدِّدًا وَيَتَفَاوَتُ التَّاكِيْدُ بِحَسْبِ قُوَّةِ الْاِنْكَارِ وَضُعْفِهٖ۔۔۔۔۔وَقَدْ يُؤَكَّدُ وَالْمُخَاطَبُ غَيْرُ مُنْكِرٍ لِعَدَمِ جَرْيِهٖ عَلٰى مُقْتَضَى اِقْرَارِهٖ فَيُنَزَّلُ مَنْزِلَةَ الْمُنْكِرِ۔۔۔۔۔ وَقَدْ يُتْرَكُ التَّاكِيْدُ مَعَ اِنْكَارِ الْمُخَاطَبِ لِوُجُوْدِ أَدِلَّةٍ ظَاهِرَةٍ لَوْ تَاَمَّلَهَا لَرَجَعَ عَنِ الْاِنْكَارِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

مخاطب منکر یا متردد ہو تو کلام کو مؤکد پیش کیا جاتا ہے، نیز انکار کی قوت وضعف کے

(۱) الإتقان في علوم القرآن: النوع السادس والخمسون، ج۲ ص۲۱۷

Marfat.com

اعتبار سے تاکید میں کمی اور زیادتی کی جاتی ہے۔ البتہ کبھی کبھی غیر منکر کو منکر کے درجہ میں اتار کر تاکید لائی جاتی ہے جب کہ مخاطب کا رویہ مقتضائے اقرار کے خلاف ہو۔ نیز بعض مواقع میں مخاطب کے انکار کے باوجود تاکید ترک کر دی جاتی ہے، کیوں کہ ان کے دلائل و براہین اتنے واضح اور مستحکم ہوتے ہیں کہ ادنیٰ تامل سے منکر کا انکار زائل ہو سکتا ہے۔

الف..... انکارِ مخاطب کے ضعف و قوت کے لحاظ سے تفاوتِ تاکید کی مثال:

فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ (یٰس)

ترجمہ: اور ان سب نے کہا کہ یقین جانو ہمیں تمہارے پاس رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔

یہاں صرف ایک تاکید لائی گئی مگر جب ان کا انکار بڑھا اور یوں بول اٹھے:

مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ (یٰس)

ترجمہ: انہوں نے کہا: تمہاری حقیقت اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ تم ہم جیسے ہی آدمی ہو، اور خدائے رحمٰن نے کوئی چیز نازل نہیں کی ہے، اور تم سراسر جھوٹ بول رہے ہو۔

اس میں انہوں نے تین وجوہ انکار ذکر کی:

اول: مجانست، یعنی تم اور ہم دونوں بشر ہیں۔

دوم: ''مَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ'' اور رحمٰن نے کچھ نازل نہیں کیا۔

سوم: اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ'' اور تم سراسر جھوٹ بول رہے ہو۔ تو اس کے رد میں پیغمبروں نے بھی تین وجوہِ تاکید استعمال کرتے ہوئے فرمایا:

رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ (یٰس)

اول: ''رَبُّنَا يَعْلَمُ'' کیونکہ اس میں قسم کا معنی ہے اور قسم بھی تاکید کی ایک صورت ہے۔

دوم: ''اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ'' اس میں ''اِنَّ'' اور ''لام'' دو تاکید ہیں۔

Marfat.com

سوم: ''وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ'' اس میں صیغہ حصر ہے اور یہ پورا مستقل جملہ تاکید کے مترادف ہے۔

ب..... غیر منکر کو درجہ منکر میں اتار کر تاکید لانے کی مثال:

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ (المومنون)

ترجمہ: پھر اس کے بعد یقیناً تمہیں موت آنے والی ہے۔

یہاں موت کے اثبات کو دو تاکیدوں ''اِنَّ'' اور ''لام'' کے ذریعہ مؤکد کیا گیا ہے۔ جب کہ اس کا کوئی منکر نہیں ہے، غیر منکر کو منکر کے درجہ میں اتار کر یعنی موت سے تمہاری غفلت اس درجہ کو پہنچ گئی گویا تم موت کے منکر ہو۔

ج..... انکارِ مخاطب کے باوجود ترکِ تاکید کی مثال:

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ (المومنون)

ترجمہ: پھر قیامت کے دن تمہیں یقیناً دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

اس سے پہلے کی آیت ''اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ'' میں موت کے اثبات میں دو تاکید لائی گئی ہے جب کہ موت کا کوئی منکر نہیں، اور یہاں بعثت کے اثبات میں صرف ایک تاکید لائی گئی جب کہ بعثت کے منکرین بے شمار ہیں اور ان کا انکار اشد درجہ کا ہے، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ بعث و حشر کا وقوع اپنے دلائل و براہین کے وضوح و استحکام کی وجہ سے اتنا حق ہے کہ اس کے منکر کے انکار کا کوئی اعتبار نہیں۔

اس کی نظیر یہ آیت ہے:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرة)

ترجمہ: یہ کتاب ایسی ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں، یہ ہدایت ہے ان ڈر رکھنے والوں کے لئے۔

یہاں قرآن کی حقانیت کے اثبات میں ایک تاکید بھی نہیں لائی گئی جبکہ قرآن میں شک کرنے والوں کی تعداد بے شمار تھی، اس لئے کہ قرآن کی حقانیت کے دلائل اتنے کھلے اور مضبوط تھے کہ اس کے ہوتے ہوئے انکار کوئی معنی نہیں رکھتا ہے۔

Marfat.com

قاعدہ نمبر (۳۱)

اَلْاَصْلُ اَنَّ مَا اُبْهِمَ فِي الْقُرْآنِ فَلَا طَائِلَ فِيْ مَعْرِفَتِهٖ۔[1]

حاصل قاعدہ

جس شئ کو قرآن میں مبہم رکھا گیا اس کی معرفت حاصل کرنے میں کوئی فائدہ نہیں۔

تشریح

اللہ رب العزت نے قرآنِ عزیز کو اپنی مخلوق کی ہدایت ورہبری کے لئے نازل فرمایا، پس مخلوق کی ہدایت کے متعلق جتنی چیزوں کی ضرورت تھی اللہ نے اس کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے، اسی اعتبار سے قرآن کو تبیاناً لکل شئ کہا گیا ہے، البتہ جن جزئیات وتفصیلات کے متعلق بندوں کا کوئی فائدہ وابستہ نہیں تھا اللہ نے ان کو بیان نہیں کیا، جیسے اصحابِ کہف کے اسماء کی توضیح، اسی طرح عصائے موسیٰ کی تحقیق کہ وہ کس درخت سے تھی، اس کا طول و عرض کتنا تھا، اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جن چار پرندوں کو ذبح کیا تھا ان کی تعیین وتفصیل وغیرہ، یہ ایسے امور ہیں کہ ان میں بندوں کا کوئی فائدہ نہیں، ایسے ہی امور کے متعلق کہا گیا ہے:

فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۖ وَّ لَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ۝۲۲ (الکہف)

ترجمہ: لہٰذا ان کے بارے میں سرسری گفتگو سے آگے بڑھ کر کوئی بحث نہ کرو، اور نہ ان کے بارے میں کسی سے پوچھ گچھ کرو۔

ہاں اگر اس مبہم کے ابہام کو رفع کرنے کی ضرورت ہو، مثلاً ابہام دور نہ کیا جائے تو کسی پر تہمت آتی ہو تو رفعِ تہمت کے لئے رفعِ ابہام ایک امر ضروری ہوگا۔

---

(۱) أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن: سورة الكهف آیت نمبر ۶۵ کے تحت، ج ۳ ص ۳۲۲

Marfat.com

تنبیہ

قاعدہ نمبر ۱۲۸ ''لا یبحث عن مبهم أخبر الله باستئثاره بعلمه'' اور اس مذکورہ قاعدہ کے مابین فرق یہ ہے کہ پہلا قاعدہ ان مبہمات کے متعلق ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اختصاص کی صراحت کردی ہے، اور یہ قاعدہ ان مبہمات کے متعلق ہے جس میں اس طرح کی تصریح نہیں ہے۔

فائدہ

مذکورہ قاعدہ میں یہ قید ملحوظ ہے کہ مبہمات سے وہ مبہمات مراد ہیں جن کو اللہ رب العزت نے مبہم رکھا ہے، البتہ جن مبہمات کی توضیح خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے کردی ہے، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی ہے وہ اس قاعدہ سے خارج ہیں کیونکہ ان مبہمات کی معرفت میں فائدہ مضمر ہے۔

مثال: جہاں مبہم کی معرفت مفید نہ ہو:

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ؕ (الکہف:۱۸)

ترجمہ: اور ان کا کتا دہلیز پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے (بیٹھا) تھا۔

اب اس آیت کے تحت بعض مفسرین نے جن میں امام خازن رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۱ھ) بھی ہیں انہوں نے پہلے اس کتے کے رنگ کے متعلق مختلف اقوال نقل کئے ہیں کہ اس کا رنگ کیسا تھا، پھر اس کے نام کے متعلق مختلف اقوال نقل کئے ہیں، پھر آیا یہ کتا جنت میں جائے گا یہ نہیں؟ آیا یہ کتا بھی اصحابِ کہف کی طرح سوتا تھا یہ نہیں؟ یہ کتنے عرصے بعد کروٹ بدلتا تھا؟ کس کروٹ پر سوتا تھا؟ یہ سب باتیں فضول ہیں، اِن کی تحقیق وتفصیل کا کوئی فائدہ نہیں، نہ دنیاوی نہ اُخروی، اور نہ شریعت کے کسی حکم کی ادائیگی کے لئے ان کی معرفت ضروری ہے، تو ان مباحث کے پیچھے پڑنا اپنے قیمتی اوقات کا ضیاع کرنا ہے۔[1]

---

(۱) تفسیر الخازن: سورة الكهف آیت نمبر ۱۸ کے تحت، ج ۳ ص ۱۶۰

Marfat.com

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں کہ اس کتے کے رنگ کے متعلق مختلف اقوال ہیں لیکن ان کے حصول کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اور نہ ہی ان رنگتوں کے متعلق کوئی شرعی دلیل موجود ہے، بلکہ یہ فضول مباحث ہیں جن کا کوئی فائدہ نہیں ہے، یہ اُن لا یعنی باتوں میں سے ہے جن سے بچنا ضروری ہے۔[۱]

اسی طرح قرآن کریم میں ''مجمع البحرین'' کا ذکر ہے۔ اب ان دو دریاؤں سے کون سے دو دریا مراد ہیں، ان کی تحقیق میں پڑ جانا اور قطعی طورر پر کسی ایک قول کی صحت کا قائل ہونا درست نہیں، علامہ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۹۳ھ) فرماتے ہیں کہ ''بحرین'' کی تعیین پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے، نہ ہی کتاب اللہ میں، اور نہ سنت رسول میں، اور اس کی معرفت میں کوئی فائدہ نہیں ہے، بلکہ اس کے متعلق بحث میں سوائے تھکاوٹ کے کچھ حاصل نہیں۔[۲]

قاعدہ نمبر (۳۲)

اَلْاَصْلُ حَمْلُ نُصُوْصِ الْوَحْیِ عَلٰی ظَوَاهِرِهَا اِلَّا لِدَلِیْلٍ۔[۳]

حاصل قاعدہ

کتاب وسنت کی نصوص میں اصل یہ ہے کہ ان کو ظاہر پر محمول کیا جائے مگر یہ کہ خلافِ ظاہر پر دلیل قائم ہو۔

تشریح

کتاب وسنت کی نصوص میں اصل یہ ہے کہ انہیں ظاہر پر محمول کیا جائے، اور یہ اعتقاد کیا جائے کہ یہی مرادِ متکلم ہے، خصوصاً ایمانیات اور اصولِ دین کے باب میں۔

---

(۱) تفسیر ابن کثیر: سورة الكهف آیت نمبر ۱۸ کے تحت، ج ۵ ص ۱۴۴

(۲) أضواء البیان: سورة الكهف آیت نمبر ۱۸ کے تحت، ج ۳ ص ۳۲۲

(۳) أضواء البیان: سورة الرعد آیت نمبر ۱۵ کے تحت، ج ۲ ص ۲۳۸

Marfat.com

ظاہرِ معنی اس کو کہا جائے گا جس کی طرف ذہن سیاق و سباق پر نظر کرتے ہوئے مبادرت کرے۔

اس قاعدے میں بہت سے فرقوں پر رد ہے، جیسے باطنیہ جن کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن کا ایک باطن ہے جس کو خاص لوگ ہی جان سکتے ہیں۔ جہمیہ پر جن کا صفات باری تعالیٰ کے متعلق ایک الگ ہی نقطہ نظر ہے۔ اسی طرح مرجئہ پر جو عُصاتِ مومنین کی تعذیب پر مشتمل آیات کو ترہیب محض پر محمول کرتے ہیں۔ ان تمام فرقِ باطلہ کے خیالات و نظریات کا اس قاعدہ میں جواب ہے۔

قاعدہ کے آخر میں ''اِلَّا لِدَلِیْلٍ'' کی قید مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بعض احوال میں نصوص کو ظاہر پر محمول کرنا ناگزیر ہوتا ہے۔

ذیل میں ہم ان مواقع کو ذکر کرتے ہیں۔

۱.....جب مخالفتِ اجماع لازم آئے۔

۲.....جب کہ کوئی معنی نص قطعی یا ظنی کے درجہ میں طے ہو تو وہاں ظاہرِ لفظ کے مقابلہ میں وہ طے شدہ معنی راجح ہوگا، اس لئے کہ معنی کبھی لفظ سے عام اور جامع ہوتا ہے اور کبھی لفظ سے خاص اور محدود ہوتا ہے، اور جب معنی طے ہو تو الفاظ کا اعتبار نہیں ہوتا ہے۔

۳.....جب ظاہر پر محمول کرنے میں تعارض لازم آتا ہو۔

۴.....کبھی ظاہر کے مراد نہ ہونے پر اجماع ہوتا ہے یا کبھی شانِ نزول کی وجہ سے خلافِ ظاہر معنی طے ہو جاتا ہے۔

مثال..... وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۚ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ۞ (الأنبياء)

ترجمہ: اور ہم نے داود کے ساتھ پہاڑوں کو تابع دار بنا دیا تھا کہ وہ پہاڑوں کو ساتھ لے کر تسبیح کریں، اور یہ سارے کام کرنے والے ہم تھے۔

یہاں حضرت داود علیہ السلام کے ساتھ پرندوں اور پہاڑوں کی تسبیح کا ذکر ہے، یہاں بھی قاعدہ مذکورہ کی رو سے تسبیح کو ظاہر پر یعنی تسبیحِ حقیقی پر محمول کیا جائے، کیوں کہ اللہ

Marfat.com

رب العزت ان کے اندر ایسا ادراک پیدا کرنے پر قادر ہے جس سے وہ حقیقی تسبیح بجالائیں اور کتاب وسنت میں ہر شئی میں شعور وادراک کا ہونا مذکور ہے۔ مثلاً:

۱.....وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ (الإسراء: ۴۴)

ترجمہ: اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اُس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کر رہی ہو، لیکن تم لوگ ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔

۲.....وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا یَشَّقَّقُ فَیَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا یَهْبِطُ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ (البقرة: ۷۴)

ترجمہ: پتھروں میں سے کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جن سے نہریں پھوٹ بہتی ہیں، اور انہی میں سے کچھ وہ ہوتے ہیں جو خود پھٹ پڑتے ہیں اور ان سے پانی نکل آتا ہے، اور انہی میں وہ (پتھر) بھی ہیں جو اللہ کے خوف سے لڑھک جاتے ہیں۔

۳.....اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا (الأحزاب: ۷۲)

ترجمہ: ہم نے یہ امانت آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کی، تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا، اور اس سے ڈر گئے۔

۴.....اسی طرح ''صحیح بخاری'' کی روایت میں ہے کہ کھجور کا تنا جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ٹیک لگانا چھوڑ دیا تو وہ رونے لگا حتی کہ صحابہ کرام نے بھی رونے کی آواز سنی۔ (۱)

۵.....نیز ''صحیح مسلم'' کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إنی لأعرف حجرا بمكة كان يسلم علىّ قبل أن أبعث إنی لأعرفه الآن۔ (۲)

---

(۱) صحيح البخاری: كتاب البيوع، باب النجار، ج۳ ص ۶۱، رقم الحديث: ۲۰۹۵

(۲) صحيح مسلم: كتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی صلی الله عليه وسلم، ج۴ ص ۱۷۸۲، رقم الحديث: ۲۲۷۷

Marfat.com

آپ نے فرمایا: میں مکہ میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں جو بعثت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۔

ان آیات و روایات سے معلوم ہوا کہ جمادات میں بھی ایک طرح کی حیات ہے جس کی وجہ سے خشیت و بکا، تسبیح و سجود کی صفات ان میں پائی جاتی ہے، لہٰذا آیتِ مذکورہ میں بھی تسبیح اپنے حقیقی معنی پر محمول کی جائے گی۔

۲.....وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ (الأنبياء:۴۷)

ترجمہ: اور ہم قیامت کے دن ایسی ترازویں لارکھیں گے جو سراپا انصاف ہوں گی۔

موازین جمع وارد ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن متعدد میزانیں رکھی جائیں گی ہر میزان میں ایک نوع کے اعمال تولے جائیں گے، یا ہر شخص کے وزنِ اعمال کے لئے الگ میزان ہوگا۔ اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے:

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ (المومنون)

ترجمہ: اس وقت جن کے پلڑے بھاری نکلے تو وہی ہوں گے جو فلاح پائیں گے، اور جن کے پلڑے ہلکے پڑ گئے، تو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے لئے گھاٹے کا سودا کیا تھا، وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

دونوں جگہ موازین جمع ہے، لہٰذا جمع کو اس کے ظاہر یعنی جمع پر ہی قاعدہ مذکورہ کی رو سے رکھا جائے۔

۳.....وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝ (البقرۃ)

ترجمہ: نماز بھاری ضرور معلوم ہوتی ہے، مگر اُن لوگوں کو نہیں جو خشوع (یعنی دھیان اور عاجزی) سے پڑھتے ہیں۔

"ہاء" ضمیر کے سلسلہ میں دو احتمال ہیں:

اول: یہ کہ اس کا مرجع صلوۃ اپنے معنی میں ہے۔

Marfat.com

دوم: یہ کہ اس کا مرجع صلوۃ ہی ہے مگر معنی ہے اجابتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مگر اول معنی ظاہر ہے، اور دوسرا خلافِ ظاہر ہے۔

قاعدہ نمبر (۳۴)

اَلْاَصْلُ فِیْ صِفَاتِ الْمَدْحِ اَنْ یُّنْقَلَ فِیْهَا مِنَ الْاَدْنیٰ اِلیٰ الْاَعْلیٰ وَ صِفَاتُ الذَّمِ بِعَکْسِ ذٰلِكَ ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

صفاتِ مدح میں اصل یہ ہے کہ ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف انتقال کیا جائے، اور صفاتِ ذم میں اس کے برعکس یعنی اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف انتقال کیا جائے۔

تشریح

مقامِ مدح میں صفت کو ذکر کرنے سے مقصد مدح میں تاکید و ترقی اور اضافہ کو بتلانا ہوا کرتا ہے، اور اعلیٰ چونکہ ادنیٰ کو متضمن ہوتا ہے اس لئے اگر پہلے اعلیٰ کو ذکر کر دیا جائے تو بعد میں ادنیٰ کو لانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، مثلاً ایک شخص کے تعارف میں پہلے "رجل علّامة" کہہ دیا جائے پھر اس کو "رجل عالم" کہا جائے تو اس سے کوئی جدید فائدہ حاصل نہ ہوگا، اس کے برعکس اگر پہلے عالم کہا جائے، پھر علامہ تو یقیناً زیادتی علم کی طرف اشارہ ہوگا۔

اور مقامِ ذم میں پہلے اعلیٰ اور شدید صفت کو ذکر کرتے ہیں پھر ادنیٰ اور خفیف کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

تطبیق مثال

قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِیْنَ ﴿۶۹﴾ (البقرة)

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اللہ فرماتا ہے کہ وہ ایسے تیز زرد رنگ کی گائے ہو جو دیکھنے والوں کا دل خوش کر دے۔

---

(۱) قواعد التفسیر: المقصد العاشر: الوصف، ج۱ ص۴۴۶

Marfat.com

یہاں اولاً "صَفْرَآءُ" صفت لائی گئی جو ادنیٰ ہے پھر "فَاقِعٌ لَّوْنُهَا" اعلیٰ صفت کو ذکر کیا گیا۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ (التوبة)

ترجمہ: وہ اہلِ کتاب جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، نہ یومِ آخرت پر، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے، اور نہ دینِ حق کو اپنا دین مانتے ہیں، ان سے جنگ کرو، یہاں تک کہ وہ خوار ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔

یہاں سب سے پہلی صفت "لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ" لائی گئی جو اشد ہے، پھر اس کے بعد جو صفات ذکر کی گئیں وہ اپنے ماقبل سے ادنیٰ اور اخف ہیں۔

قاعدہ نمبر (۳۴)

اَلْاِطْلَاقُ يَقْتَضِي الْمُسَاوَاةَ۔[۱]

حاصل قاعدہ

اطلاق مساوات کا تقاضا کرتا ہے۔

تشریح

کسی شئی پر کوئی مطلق حکم لگایا جائے تو یہ حکم مطلق ہی رہے گا، اور اس کے ہر ہر فرد پر یکساں صادق آئے گا تخصیص وتقیید نہیں کی جائے گی۔

مطلق اسے کہتے ہیں جو اپنی حقیقت پر بلا کسی قید کے دلالت کرے، مطلق کا حکم یہ

(۱) فتح الباری: کتاب الصوم، باب صوم الدهر، ج۴ ص۲۲۰

Marfat.com

ہے کہ وہ اپنے اطلاق پر قائم رہتا ہے، تا آنکہ کوئی اتنی ہی قوی دلیل اس میں کسی قید کے ملحوظ پر ہونے پر قائم ہو جائے۔

مثال نمبر ا..... فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ (البقرة: ۱۸۴)

ترجمہ: تو وہ دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کر لے۔

اس آیت میں ''اَيَّامٍ'' مطلق ہے، لہٰذا اتنے ہی ایام میں مسلسل اور غیر مسلسل دونوں طرح قضا کی جاسکتی ہے، تسلسل ضروری نہیں، بخلاف کفارہ ظہار کے روزوں کے اس میں ''تتابع'' اور ''جماع سے پہلے'' ہونے کی قید لگا دی گئی ہے، اس لئے جماع سے پہلے ان روزوں کا مسلسل رکھنا ضروری ہوگا۔

مثال نمبر ۲..... تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ (المائدة: ۸۹)

ترجمہ: ایک غلام کا آزاد کرنا۔

کفارہ یمین اور کفارہ ظہار میں مطلق غلام کے آزاد کرنے کا حکم ہے، چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر، مرد ہو عورت، تو یہ اطلاق کا حکم تمام افراد پر یکساں ہے، بخلاف قتلِ خطاء کے ''فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ'' اس میں مومن غلام کا آزاد کرنا ضروری ہے تو یہاں ''مُّؤْمِنَةٍ'' کی قید موجود ہے۔

مثال نمبر ۳..... فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا (المجادلة: ۴)

ترجمہ: اس کے ذمے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔

اس آیت میں ''مسکین'' مطلق ہے جو رجال و نساء، صغار و کبار ہر ایک پر برابر صادق آتا ہے۔

قاعدہ نمبر (۳۵)

اَلْاِقْتِرَانُ الْوَارِدُ فِى الْقُرْآنِ بَيْنَ بَعْضِ الْاَسْمَاءِ الْحُسْنٰى يَدُلُّ عَلٰى مَزِيْدٍ مِّنَ الْكَمَالَاتِ۔

Marfat.com

حاصل قاعدہ

اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ایک سے زائد کا ایک جگہ ہو جانا ایک مزید معنی پیدا کرتا ہے۔[1]

تشریح

اللہ تعالیٰ کا ہر نام جدا جدا مستقلاً اپنی فضیلت رکھتا ہے، لیکن جب دو نام ایک ساتھ لائے جائے ہیں تو دونوں کے اجتماع سے ایک تیسرا معنی کمال بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

مثال..... وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (ابراھیم)

ترجمہ: اور وہی ہے جس کا اقتدار بھی کامل ہے، اور حکمت بھی کامل ہے۔

یہ آیت قرآنِ کریم میں بار بار وارد ہوئی ہے، اس لفظ ''عزیز'' سے اللہ تعالیٰ کے لئے قوت وغلبہ کا علم ہوا، اور ''حکیم'' سے اس کی حکمت کا، مگر ان دونوں کے ایک ساتھ مستعمل ہونے سے ایک زائد معنی یہ حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی قوت اس کی حکمت کے ساتھ مربوط ہے، اور اس کی حکمت اس کی قوت وعزت (غلبہ) کے ساتھ جڑی ہوئی ہے، یعنی جس طرح اہلِ قوت وغلبہ اپنی قوت کے نشہ میں جور وستم کے مرتکب ہو جایا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے نہیں کیونکہ وہ حکیم ہے حکمت سے کام لیتا ہے، اور اسی طرح مخلوق کا حال یہ ہے کہ وہ اپنی بعض مصالح کے پیشِ نظر اپنی عزت وشرافت کا سودا کر بیٹھتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی نہیں وہ جہاں حکمت کا معاملہ کرتا ہے وہاں بھی اس کی شانِ عزت وشرف علی حالہ باقی رہتی ہے۔

مثال نمبر ا..... فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا ۝ (النساء)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا ہے (اگرچہ سزا دینے پر) پوری قدرت رکھتا ہے۔

---

(۱) قواعد التفسیر: المقصد التاسع عشر، المنطوق والمفهوم، ج۲ ص ۶۴۹

Marfat.com

اس آیت میں پہلے ''عَفُوًّا'' فرمایا جس کا معنی اللہ بہت معاف کرنے والا ہے، پھر ''قَدِیْرًا'' ہر چیز پر قدرت رکھنے والا۔ ان دونوں صفات کے ایک ساتھ جمع ہونے سے ایک زائد معنی یہ حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ قدرت رکھنے کے باوجود معاف کرنے والا ہے، بخلاف انسانوں کے ان میں قدرت رکھنے کے باوجود معاف کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں، عموماً جن کے پاس قدرت ہوتی ہے وہ بدلہ لیتے ہیں، تو مبالغہ کے صیغے استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ کردیا ہے اللہ تعالیٰ کو ہر شئ پر ہر وقت ہر قسم کی قدرت کے باوجود بھی وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے درگذر کرتا ہے۔ اگر انسان کو معمولی قدرت حاصل ہو تو وہ اپنا بدلہ لینے میں معمولی تاخیر بھی گوارہ نہیں کرتا۔

مثال نمبر ۲..... وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾ (النساء)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ہر بات کا علم رکھنے والا بردبار ہے۔

مثال نمبر ۳..... وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾ (النساء)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ہر بات کا جاننے والا بھی ہے اور حکمت والا بھی ہے۔

ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ کی صفت ''عَلِيْمٌ'' کے ساتھ دو الگ الگ صفات آئی ہیں، پہلی آیت میں ''عَلِيْمٌ'' کے ساتھ ''حَلِيْمٌ'' آیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ خوب علم کے ساتھ بہت بردبار بھی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ بندوں کے تمام افعال واعمال سے خوب واقف بھی ہے لیکن فوراً گرفت نہیں کرتا بلکہ بہت بردبار ہے، بندوں کو ڈھیل دیتا ہے کہ کب یہ لوٹ آئیں تا کہ ان کے گناہوں کو معاف کردے، بخلاف بندوں کے وہ اپنے ماتحتوں کے اگر خلافِ منشا افعال سے واقف ہو جائیں تو فوراً سزا دیتے ہیں۔

اسی طرح دوسری آیت میں دونوں صفات کو یکجا لانے سے ایک زائد معنی کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام اعمال وافعال سے خوب واقف ہے اور جس کو جس حالت میں رکھا ہے اس میں بڑی حکمت ہے۔

Marfat.com

قاعدہ نمبر (۳۶)

اَلْاَمْرُ الْمُطْلَقُ يَقْتَضِي الْوُجُوبَ إِلَّا لِصَارِفٍ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

امرِ مطلق وجوب کا مقتضی ہوتا ہے مگر یہ کہ کوئی قرینہ صارفہ پایا جائے۔

تشریح

وجوب اور لزوم کے بہت سے قرائن وعلامات ہیں جن میں امرِ مطلق بھی داخل ہے، امرِ مطلق کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ امر وجوب یا عدمِ وجوب کے قرینہ سے خالی ہو ایسے امر کو وجوب پر ہی محمول کیا جائے گا، جب تک کہ وجوب سے ہٹانے والا کوئی قرینہ نہ پایا جائے۔

ہاں اگر وجوب کے علاوہ کسی اور معنی مثلاً ندب واباحت پر دلالت کرنے والا کوئی قرینہ پایا جائے تو قرینہ کے مطابق معنی مراد ہوگا۔

مجرد عن القرینہ کی مثالیں

۱..... وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ (النور)

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو، اور رسول کی فرماں برداری کرو، تاکہ تمہارے ساتھ رحمت کا برتاؤ کیا جائے۔

۲..... وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (النساء: ۳۶)

ترجمہ: اور اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

ان دونوں آیات میں امر کا صیغہ مطلق آیا ہے، اور اس کے ساتھ کوئی قرینہ موجود نہیں ہے، لہٰذا یہ امر مطلق وجوب کے لئے ہوگا۔

---

(۱) أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن: سورة الحج آیت نمبر ۲۷ کے تحت، ج ۵ ص ۱۰

Marfat.com

صارف عن الوجوب پر مشتمل امر کی مثالیں

۱..... وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا (المائدة: ۲)

ترجمہ: اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو۔

۲..... فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (الجمعة: ۱۰)

ترجمہ: پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ، اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

ان دونوں آیات میں صیغہ امر اباحت کے لئے ہے۔

۳..... وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ (البقرة: ۲۸۲)

ترجمہ: اور جب خرید و فروخت کرو تو گواہ بنالیا کرو۔

یہ امر ارشاد کے لئے ہے۔

۴..... اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ (حٰمٓ السجدة)

ترجمہ: (اچھا) جو چاہو کرلو، یقین جانو کہ وہ تمہارے ہر کام کو خوب دیکھ رہا ہے۔

یہاں امر برائے تہدید ہے۔

۵..... فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ (یونس: ۳۸)

ترجمہ: اور کہو کہ پھر تم بھی اس میں ایک ہی سورت (گھڑ کر) لے آؤ۔

یہاں امر برائے تعجیز ہے۔

قاعدہ نمبر (۳۷)

اَلْاَمْرُ الْمُعَلَّقُ عَلٰى اِسْمٍ هَلْ يَقْتَضِي الْاِقْتِصَارَ عَلٰى اَوَّلِهٖ۔[1]

---

(۱) أنوار البروق في أنواء الفروق: الفرق الحادي والعشرون، ج ۱ ص ۱۳۴

Marfat.com

حاصل قاعدہ

ایسا امر جو کسی اسم پر معلق ہو، کیا اس کی ادائیگی ادنی فرد سے کافی ہوگی؟

تشریح

قاعدے کا حاصل یہ ہے کہ کوئی امر معنی کلی پر مشتمل ہو جس کے بہت سے افراد ہوں. بعض ادنیٰ بعض اعلیٰ، بعض قلیل اور بعض کثیر ایسی صورت میں آیا ادنیٰ پر اکتفاء سے مامور بہ کا امتثال ہو جائے گا، یا پھر احتیاط کی راہ اختیار کرتے ہوئے اعلیٰ پر محمول کیا جائے گا۔

تو معلوم ہونا چاہئے کہ اس کی تین قسمیں ہیں:

۱.....قسم اول۔ ۲.....قسم ثانی۔ ۳.....قسم ثالث۔

۱.....قسم اول

وہ ہے جس میں اعلیٰ کا امتثال بالاجماع ہے، یہ قسم توحید اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے متعلق ہے، یعنی اس میں حتی المقدور اعلیٰ کا امتثال لازم ہوگا، اس پر اس حدیث سے روشنی پڑتی ہے ''لا أحصي ثناء عليك أنت كما أثنيت على نفسك''(۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کا اعلیٰ سے اعلیٰ فرد مجھے بجا لانا چاہئے، مگر میں اس پر قادر نہیں ہوں اس لئے فرمایا: أنت كما أثنيت على نفسك۔

۲.....قسم دوم

جس میں فردِ ادنی پر محمول کیا جائے گا، یہ قسم اقاریر سے متعلق ہے، یعنی اگر کوئی اقرار کرے کہ ''له عندي دنانير'' تو اقل پر یعنی تین درہم پر محمول کیا جائے گا۔ کیونکہ یہاں اصل ذمہ سے براءت اور سبکدوشی ہے، لہٰذا ادنیٰ پر محمول کیا جائے جب تک کوئی قرینہ نہ ہو، اور گذشتہ مثال چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے متعلق ہے اس میں اصل ذات ربوبیت کی تعظیم اور مبالغہ ہے اس لئے وہاں اعلیٰ فرد پر محمول کیا گیا۔

---

(۱) صحيح ابن حبان: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج۵ ص۲۵۸، رقم الحديث: ۱۹۳۲

Marfat.com

۳..... قسم ثالث

اس کی مختلف صورتیں ہیں بعض میں ادنی کا امتثال کافی ہے، بعض میں اعلیٰ کا امتثال واجب ہے، قاعدہ مذکورہ پہلی شق (جس میں ادنیٰ کا امتثال کافی ہے) کے متعلق ہے، دوسری شق کے متعلق آگے قاعدہ آرہا ہے۔

مثال نمبرا..... فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ (المجادلة:۳)

ترجمہ: پس ایک غلام کا آزاد کرنا ہے۔

یہاں ادنی پر اکتفاء درست ہے اس لئے کہ کفار میں نابالغ عورت اور کافر غلام کو آزاد کرنے سے کفارہ ادا ہو جائے گا یہ جنس رقبہ کے ادنی افراد ہیں۔

مثال نمبر ۲.... وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا (المائدة:۳۸)

ترجمہ: اور جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے دونوں کا ہاتھ کاٹ دے۔

یہاں بھی ادنی پر اکتفاء صحیح ہے، یعنی اگر اقل نصابِ سرقہ (دس درہم) بھی چوری کرے تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

مثال نمبر ۳..... فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا۔ (النساء:۴۳)

ترجمہ: تو پاک مٹی سے تیمّم کرو۔

یہاں بھی اکتفاء علی الادنیٰ درست ہے پس ''کل ما کان من جنس الأرض'' سے تیمّم صحیح ہوگا، یعنی ہر وہ شئی جو جنسِ ارض سے ہے اس پر تیمّم کی اجازت ہوگی۔

قاعدہ نمبر (۳۸)

اَلْاَمْرُ بِالشَّيْءِ يَسْتَلْزِمُ النَّهْيَ عَنْ ضِدِّهٖ۔ (۱)

---

(۱) تفسیر البیضاوی: سورۃ الطلاق آیت نمبرا کے تحت، ج۵ ص ۲۲۰

Marfat.com

حاصل قاعدہ

کسی شیٔ کا حکم دینا یہ مستلزم ہے اس کی ضد سے بچنے پر، یعنی مامور بہ کی ضد منہی عنہ ہوگی۔

تشریح

جب کسی کام کے کرنے کا حکم دیا جائے تو اس کا لازمی مطلب یہی ہوتا ہے کہ اس کی ضد سے بچا جائے، کیوں کہ کسی امر کی بجا آوری اس کی ضد کے ترک کے بغیر ممکن نہیں، مثلاً ''اُسْکُنْ'' میں امرِ سکون ہے جو نہی عن الحرکۃ کو مستلزم ہے، اس لئے کہ سکون کا تحقق حرکت کے انتفاء کے بغیر ممکن نہیں ہوسکتا، پس سکون کا امر نہی عن الحرکت پر مشتمل ہے، مگر یہ نہی لزوم عقلی کے طور پر ثابت ہوتی ہے قصداً امر کے طور پر نہیں۔

تطبیق

اللہ رب العزت نے قرآن عزیز میں توحید، نماز، زکوٰۃ، صوم، حج، بروالدین، صلہ رحمی اور عدل و احسان کا امر کیا ہے، پس ان کے ضمن میں شرک، ترکِ صلوۃ، ترکِ زکوٰۃ، ترکِ صوم، ترکِ حج، قطعِ رحمی، والدین کے ساتھ بدسلوکی اور ظلم اور بدخلقی سے نہی بھی آ گئی۔

اسی طرح جہاں صبر و شکر، انابت و محبت کا امر ہے وہیں کفرانِ نعمت، جزع و فزع، اعراض عن اللہ سے نہی بھی مطلوب ہے۔

قاعدہ نمبر (۳۹)

اَلْاَمْرُ بِوَاحِدٍ مُبْهَمٍ مِنْ اَشْيَاءٍ مُخْتَلِفَةٍ مُعَيَّنَةٍ هَلْ يُوْجِبُ وَاحِدًا مِنْهَا عَلَى اِسْتِوَاءٍ۔(۱)

حاصل قاعدہ

مختلف متعین چیزوں میں مبہم طور پر کسی ایک چیز کا امر کیا گیا ہو، وہ تمام چیزیں وجوب میں مستوی ہوں گی۔

---

(۱) التقریر والتحبیر: الباب الأول، الفصل الثالث، ج۲ ص۱۳۴

Marfat.com

تشریح

یعنی جہاں شریعت نے مختلف چیزوں کا امر کیا، مگر مطلوب ان تمام ماموارت میں کوئی ایک شئی لاعلی التعیین ہو، ایسی صورت میں ماموربہ کا ہر فرد وجوب میں دوسرے فرد کے برابر ہوگا یا ان کے وجوب میں تفاوت ہوگا؟

صحیح قول کے بہ موجب اگر ''تخییر'' متباین اشیاء کے درمیان ہو تو وجوب میں تمام اشیاء برابر ہوں گی، اور اگر یہ ''تخییر'' کل اور جز یا اقل اور اکثر کے درمیان ہو تو تمام اشیاء کا وجوب باہم متفاوت ہوگا۔

مگر یہ قاعدہ اس وقت ہے جب کہ تساوی یا تفاضل پر کوئی قرینہ نہ ہو، اگر قرینہ موجود ہو تو قرینے کے مطابق وجوب کا درجہ متعین ہوگا۔

مثال جزء اول: اشیاء متباینہ کے درمیان تخییر

فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ (المائدۃ:۸۹)

ترجمہ: چنانچہ اس کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو وہ اوسط درجے کا کھانا کھلاؤ جو تم اپنے گھر والوں کو کھلایا کرتے ہو، یا ان کو کپڑے دو، یا ایک غلام کو آزاد کرو۔

اس آیت میں کفارہ یمین سے متعلق مختلف چیزوں کے درمیان اختیار دیا گیا، ۱..... دس مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ ۲..... دس مسکینوں کو کپڑے پہنانا۔ ۳..... ایک غلام آزاد کرنا۔ ۴..... تین روزے رکھنا۔ اب یہ چاروں چیزیں ایک دوسرے سے الگ اور متباین ہیں، پس ان سب میں سے کسی بھی ایک کا وجوب مساوی طور پر ہوگا، یعنی ان مذکورہ اشیاء میں سے کوئی بھی ادا کردے تو کفارہ ادا ہوجائے گا۔

مثال جزء ثانی: اقل و اکثر کے مابین تخییر

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ

Marfat.com

اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝ (المزمل)

ترجمہ: اے چادر میں لپٹنے والے! رات کا تھوڑا سا حصہ چھوڑ کر باقی رات میں (عبادت کے لئے) کھڑے ہو جایا کرو، رات کا آدھا حصہ یا آدھے حصے سے کچھ کم کرلو، یا اس سے کچھ زیادہ کرلو، اور قرآن کی تلاوت اطمینان سے صاف صاف کیا کرو۔

یہاں ثلث، نصف اور ثلثین کے درمیان اختیار دیا گیا ہے "اُنْقُصْ مِنْهُ" میں ثلث اور "زِدْ عَلَيْهِ" میں ثلثین کا امر ہے، اور یہ تینوں ایک دوسرے کے مقابلہ میں اقل و اکثر ہیں۔ پس ثلث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں واجب ہوگا کیوں کہ وہ ادنی فرد ہے، اور اس سے اوپر جو ہے یعنی نصف اور ثلثین یہ درجہ استحباب میں ہوں گے۔

قاعدہ نمبر (۴۰)

اَلْأَمْرُ لِجَمَاعَةٍ يَقْتَضِيْ وُجُوْبَهُ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ إِلَّا لِدَلِيْلٍ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

جماعت کو کیا گیا امر ہر فرد پر وجوب کا متقاضی ہے مگر یہ کہ اختصاص پر کوئی دلیل ہو۔

تشریح

کسی جماعت کو کیا گیا امر یا تو ایسے لفظ سے ہوگا جو عموم کا مقتضی ہے، یا ایسے لفظ سے ہوگا جو مقتضی عموم نہیں ہے۔

صورتِ اولیٰ: یعنی لفظ اگر مقتضی عموم ہے تو دو حال سے خالی نہیں ہے، یا تو اختصاص پر کوئی دلیل موجود ہوگی یعنی کوئی ایسی دلیل پائی جاتی ہوگی جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ خطاب بعض کے ساتھ خاص ہے، جماعت کے ہر فرد سے متعلق نہیں ہے یا اس طرح کی دلیل نہ

(۱) روضة الناظر وجنة المناظر: باب: الأمر، فصل: أمر الجماعة أمر لكل واحد منهم، ج۱ ص۵۸۳

Marfat.com

ہوگی، پس اس صورت (یعنی لفظ مقتضی عموم اور تخصیص کی کوئی دلیل نہ ہو) کے متعلق یہ قاعدہ ہے کہ امر کا وجوب جماعت کے ہر فرد پر ہوگا کوئی اس سے مستثنیٰ نہ ہوگا، کیوں کہ "افعلوا" کا واو "زیدون" کے واو کی طرح ہے تعدد اشخاص پر دلالت کرنے میں، گویا یوں کہا گیا ہر ہر فرد کو الگ الگ کہ "افعل أنت، وانت، وأنت، وأنت"

اور اگر عموم سے پھیرنے کے لئے کوئی دلیل موجود ہو تو وہ دلیل دو طرح کی ہوگی یا تو بعض معین افراد کو خارج کرے گی یا غیر معین افراد کو خارج کرے گی، صورتِ اولیٰ ہی کو عام مخصوص منہ البعض کہا جاتا ہے، خواہ یہ تخصیص نام کی تعیین کے ذریعہ ہو، جیسے:

اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۝ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ (الحجر: ۵۸، ۵۹)

ترجمہ: ہمیں ایک مجرم قوم کی طرف (عذاب نازل کرنے کے لئے) بھیجا گیا ہے، البتہ لوط کے گھر والے اس سے مستثنیٰ ہیں۔ یا صفت کے ذریعہ ہو، جیسے:

اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۝ (الزخرف)

ترجمہ: اس دن تمام دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقی لوگوں کے۔

پہلی آیت میں قومِ مجرمین کے عموم میں تخصیص پیدا کرنے والا لفظ "إلا ال لوط" ہے، اور دوسری آیت میں "إلا المتقین" ہے۔

اور اگر بعض افرادِ غیر معینہ کو خارج کرے یا پھر خطاب ایسے لفظ سے ہو جو تعمیم کا مقتضی نہ ہو تو اس امر کا وجوب بر سبیلِ کفایہ ہوگا۔

مثال: خطاب بصیغہ عموم، دلیلِ اختصاص نہ ہونے کی صورت میں:

وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ (النور: ۵۶)

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو۔

یہاں صیغہ عموم (جمع) کے ساتھ جماعۃ المسلمین کو خطاب ہے، اور اختصاص پر کوئی دلیل نہیں ہے، پس صلاۃ وزکوٰۃ کا امر ہر ہر فردِ جماعت کی طرف متوجہ ہوگا۔

مثال: خطاب بصیغہ غیر عامہ:

Marfat.com

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ (آل عمران:۱۰۴)

ترجمہ: اور تمہارے درمیان ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جن کے افراد (لوگوں کو) بھلائی کی طرف بلائیں، نیکی کی تلقین کریں اور برائی سے روکیں۔

اس آیت میں لفظ ''منکم'' سے تعیین ہوگئی کہ دعوت کا حکم ہر ہر فرد پر علی سبیل الفرض لازم نہیں ہے، بلکہ ''مــــن'' تبعیضیہ کی وجہ سے یہ حکم پوری امت پر علی سبیل الکفایہ لازم ہے، پس اگر کوئی بھی یہ کام نہ کرے تو سب گناہ گار ہوں گے، لیکن صلاۃ وصوم کا حکم ہر ہر فرد پر علی سبیل الفرض لازم ہے، ہر ہر شخص سے اس کے متعلق باز پرس ہوگی۔ خلاصہ یہ ہے کہ دعوت کا حکم ہر فردِ جماعت پر نہیں ہے، بلکہ پوری جماعت پر علی سبیل الکفایہ فرض ہے۔

قاعدہ نمبر (۴۱)

اَلْاَوْصَافُ الْمُخْتَصَّةُ بِالْاِنَاثِ اِنْ اُرِيْدَ بِهَا الْفِعْلُ لَحِقَهَا التَّاءُ وَاِنْ اُرِيْدَ بِهَا الْقُوَّةُ جُرِّدَتْ مِنَ التَّاءِ۔[۱]

حاصل قاعدہ

وہ اوصاف جو عورتوں کے ساتھ خاص ہوں اگر ان کا معنی بالفعل مراد ہو تو اس پر ''تاء'' داخل ہوتی ہے، اور اگر بالقوۃ معنی مراد ہو تو ''تاء'' نہیں داخل ہوتی۔

تشریح

جو صفات عورتوں کے ساتھ خاص ہیں ان کے متعلق ضابطہ یہ ہے کہ اگر وہ صفت بالفعل پائی جاتی ہو، بالفعل کا مطلب یہ ہے کہ عورت میں ایک صفت ہے اور کسی وقت میں وہ عورت اسی صفت والا کام کر رہی ہے تو اس وقت کی کیفیت کو بتلانے کے لئے تاء

(۱) أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن: سورة الحج آیت نمبر ۲ کے تحت، ج ۴ ص ۲۵۵

Marfat.com

تانیث کے ساتھ وہ صفت لائی جائے گی، اور اگر عورت میں وہ صفت بالفعل نہیں صرف بالقوۃ ہے یعنی عورت میں اس صفت کی اہلیت تو ہے مگر اس وقت اس صفت والا کام نہیں کر رہی ہے تو اس صورت میں یہ صفت تائے تانیث کے بغیر (مذکر کی شکل میں) لائی جائے گی، جیسے:

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ (الحج: ۲)

ترجمہ: جس دن وہ تمہیں نظر آجائے گا، اُس دن ہر دودھ پلانے والی (عورتیں) اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائیں گی۔

یہاں مُرضعہ بالفعل مراد ہے اس لئے ''مرضع'' کے بجائے ''مرضعة'' تاء کے ساتھ ذکر کیا گیا۔

قاعدہ مذکورہ کی رو سے آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ قیامت کا منظر ایسا ہولناک ہوگا کہ ایک ماں اپنے بچہ کو دودھ پلا رہی ہوگی اور اسی دودھ پلانے کی حالت میں دہشت وہیبت کے غلبہ کے سبب وہ اپنے دودھ پیتے بچہ کو بھول جائے گی۔ آیت کریمہ کی بلاغت پر غور کیجیے کہ ایک عورت وہ ہے جو دودھ پلانے کے قابل ہے مگر اس وقت وہ دودھ پلانے میں مشغول نہیں ہے، وہ اپنے بچہ کو بھول جائے تو زیادہ قابلِ تعجب نہیں، مگر وہ عورت جو بالفعل اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہے اسی دودھ پلانے کی حالت میں دہشت وہیبت کے غلبہ کے سبب وہ اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی، اور یہ کس قدر قیامت کی ہولناکی کو ظاہر کرنے والی بات ہے اور یہاں پر یہی مفہوم مقصود ہے۔

قاعدہ نمبر (۴۲)

اَلْآيَاتُ الَّتِيْ تُوْهِمُ التَّعَارُضَ يُحْمَلُ كُلُّ نَوْعٍ مِنْهَا عَلٰى مَا يَلِيْقُ بِهٖ وَ يُنَاسِبُ الْمَقَامَ كُلٌّ بِحَسْبِهٖ۔ (۱)

(۱) قواعد التفسير: المقصد الثالث والعشرون: موهم الاختلاف والتعارض، ج۲ ص۶۹۸

Marfat.com

حاصل قاعدہ

جن دو آیتوں کے مابین تعارض کا وہم ہو ان میں سے ہر ایک کو مقام کے مقتضی کے اعتبار سے جدا جدا محمل پر رکھا جائے۔

تطبیق

فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ﴿۳۹﴾ (الرحمن)

ترجمہ: اور پھر اُس دن نہ کسی انسان سے اُس کے گناہ کے بارے میں پوچھا جائے گا، اور نہ کسی جن سے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جن وانس سے گناہوں کے متعلق سوال نہ ہوگا جب کہ دوسری آیتوں سے سوال کا اثبات ہوتا ہے۔ مثلاً:

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ (الصافات)

ترجمہ: اور ذرا انہیں ٹھہراؤ، ان سے کچھ پوچھا جائے گا۔

وَیَوْمَ یُنَادِیْهِمْ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۶۵﴾ (القصص)

ترجمہ: اور وہ دن (بھی ہرگز نہ بھولو) جب اللہ ان کو پکارے گا، اور کہے گا: تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا۔

ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال ہوگا، اب دونوں کا محمل جدا جدا متعین کیا جائے، پس جہاں سوال کا اثبات ہے، وہاں سوالِ تہویل وتقریع مراد ہے، اور جہاں سوال کی نفی ہے، وہاں مراد سوالِ استعلام ہے۔

مثال نمبر ۱..... بعض آیات میں آیا ہے کہ کفار قیامت کے دن تکلم نہیں کریں گے، اور بعض آیات میں ہے کہ تکلم کریں گے، پس اس کو اختلافِ احوال، اختلافِ اوقات اور اختلافِ مواقف پر محمول کر کے تعارض کو دفع کیا جائے گا۔

مثال نمبر ۲..... بعض آیات میں خدا کے کفار سے ہم کلام ہونے کی نفی وارد ہے، جب

Marfat.com

کہ دیگر آیات میں اثبات ہے، پس کلامِ منفی کو کلامِ رضا (خوشی اور رضامندی کا کلام) پر محمول کیا جائے، اور کلامِ مثبت کو کلامِ تقریع وتوبیخ پر محمول کیا جائے۔

مثال نمبر ۳..... بعض آیات میں آیا کہ قیامت کے روز لوگوں میں آپس میں حسب و نسب باقی نہیں رہے گا، جیسے:

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ (المومنون)

ترجمہ: پھر جب صور پھونکا جائے گا تو اس دن نہ ان کے درمیان رشتے ناتے باقی رہیں گے، اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا۔

جبکہ دیگر آیات سے نسب کا اثبات ہوتا ہے:

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ (العبس)

ترجمہ: یہ اس دن ہوگا جب انسان اپنے بھائی سے بھی بھاگے گا، اور اپنے ماں باپ سے بھی، اور اپنے بیوی بچوں سے بھی۔

پس دونوں کو اس طرح دفع کیا جائے کہ نسب کے اثبات کو حقیقت پر محمول کیا جائے، اور نفیِ نسب کو انتفاع پر محمول کیا جائے یعنی نسب تو ہوں گے مگر ان سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

قاعدہ نمبر (۴۳)

اَلْاِيْمَانُ بِظَاهِرِ التَّنْزِيْلِ فَرْضٌ وَ مَاعَدَاهُ فَمَوْضُوْعٌ عَنَّا تَكَلُّفُ عَمَلِهٖ اِذَا لَمْ تَاْتِ بِالْبَيَانِ عَنْهُ دَلَالَةٌ مِنْ كِتَابٍ اَوْخَبَرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

قرآن مجید کے ظاہر پر ایمان لانا فرض ہے، اور جن مبہمات کی توضیح کتاب وسنت میں نہیں آئی ہے ان کو جاننا دائرہ تکلیف سے خارج ہے۔

(۱) تفسیر الطبری: سورۃ یوسف آیت نمبر ۲۰ کے تحت، ج۱۵ ص۱۶

Marfat.com

تشریح

ایک بندے پر قرآن مجید کے تعلق سے یہ اعتقاد رکھنا کہ پورا قرآن برحق ہے یہ فرض ہے، نیز قرآن مجید کے جن احکام وتعلیمات سے بندوں کی منفعت وابستہ ہے ان کو بھی سیکھنے اور معلوم کرنے پر بندوں کو مامور اور مکلّف کیا گیا ہے، البتہ جن امور کو اللہ تعالیٰ نے پردہ خفا میں رکھا ہے، مثلاً امورِ غیبیہ یا گذشتہ اقوام کے وقائع کی تفصیل و جزئیات، ان کو معلوم کرنے کے درپے ہونا اشتغال بالعبث ہے، پس قرآن نے جن باتوں کو بیان کردیا ہے ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں، اور جن باتوں کو مبہم رکھا ہے ہم اس سلسلہ میں توقف کریں اور اس کا علم اللہ کے حوالے کریں۔

مثال نمبر ا..... وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ (یوسف:۲۰)

ترجمہ: (پھر) انہوں نے یوسف کو بہت کم قیمت میں بیچ دیا جو گنتی کے چند درہموں کی شکل میں تھی۔

قرآنِ کریم نے ثمنِ یوسف کی مقدار کو مبہم رکھا ہے، بعض مفسرین نے اس کی تحقیق و جستجو کر کے متعدد اقوال بتائے ہیں، کسی نے بیس کہا، کسی نے کہا بائیس درہم تھے، کسی نے کہا چالیس درہم تھے وغیرہ۔ اس کے درپے ہونا لایعنی اور عبث ہے، اتنا ہمیں ایمان رکھنا ہے کہ وہ دراہم عددی تھے۔

مثال نمبر ۲..... وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۲﴾ (یوسف)

ترجمہ: اور جب یوسف اپنی بھرپور جوانی کو پہنچے تو ہم نے انہیں حکمت اور علم عطا کیا۔

''اشد'' کی تفسیر میں متعدد اقوال ذکر کیے گئے ہیں، بعض نے کہا اشد عمر ۲۳ سال ہے، بعض نے کہا ۲۰ سال، بعض نے ۱۸ سال بتایا ہے، کتاب وسنت میں اس کی تحدید و تعیین نہیں آئی ہے۔ آیت سے اتنا معلوم ہوتا کہ قوت وشباب کے عروج کا زمانہ مراد ہے،

Marfat.com

اب وہ اٹھارہ سال بھی ہوسکتا ہے، بیس بھی اور تیس بھی، پس اس کی تعیین کے پیچھے پڑھنا ایک غیر ضروری امر ہے۔

مثال نمبر ۳..... قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ (المائدة:۱۱۴)

ترجمہ: (چنانچہ) عیسیٰ ابن مریم نے درخواست کی کہ یا اللہ! ہم پر آسمان سے ایک دسترخوان اُتار دیجئے۔

اس مائدہ میں کیا تھا؟ مفسرین نے اسکے سلسلہ میں مختلف اقوال ذکر کیے ہیں: کسی نے کہا کہ ماکول شیٔ تھی، کسی نے کہا مچھلی اور روٹی تھی، کسی نے کہا جنت کے پھلوں میں سے کوئی پھل تھا، کسی نے کہا گوشت تھا، لیکن قرآن وسنت میں کہیں اس کی تعیین نہیں آئی ہے، پس اس کے درپے ہونا عبث ہے، کیوں کہ اس کے علم میں کوئی فائدہ نہیں اور اس کی جہالت مضر نہیں۔

قاعدہ نمبر (۴۴)

اَلتَّعَجُّبُ كَمَا يَدُلُّ عَلَى مَحَبَّةِ اللّٰهِ الْفِعْلَ فَإِنَّه قَدْ يَدُلُّ عَلَى بُغْضِهٖ أَوْ اِمْتِنَاعِهٖ وَ عَدَمِ حُسْنِهٖ أَوْ يَدُلُّ عَلَى حُسْنِ الْمَنْعِ مِنْهُ وَأَنَّهُ لَا يَلِيْقُ فِعْلُهٗ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

کسی امر پر تعجب جس طرح محبوبیت عنداللہ کو بتلاتا ہے، اسی طرح مبغوضیت وممنوعیت عنداللہ اور اس کے غیر مستحسن ہونے پر بھی دلالت کرتا ہے۔ نیز حسنِ منع کے طور پر اس امر کے قابلِ ترک ہونے پر دال ہوتا ہے۔

(۱) بدائع الفوائد: فائدة: دلالات التعجب، ج۴ ص۸/ البرهان في علوم القرآن: النوع الثاني والثلاثون، ج۲ ص۱۴

Marfat.com

تعجب دال علی البغض کی مثال

ا.... وَإِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ (الرعد:۵)

ترجمہ: اور اگر تمہیں (ان کافروں پر) تعجب ہوتا ہے تو ان کا یہ کہنا (واقعی) عجیب ہے۔

تعجب دال بر امتناع حکم کی مثال

كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِنْدَ اللهِ وَ عِنْدَ رَسُولِهِ (التوبة:۷)

ترجمہ: ان مشرکین (قریش) کا عہد اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک کیسے (قابل رعایت) رہے گا۔

تعجب دال پر نا قابل عمل کی مثال

كَيْفَ يَهْدِي اللهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيْمَانِهِمْ ۔ (آل عمران:۸۶)

ترجمہ: اور اللہ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت دے جنہوں نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کر لیا۔

قاعدہ نمبر (۴۵)

اَلتَّعْقِيْبُ بِالْمَصْدَرِ يُفِيْدُ التَّعْظِيْمَ أَوِ الذَّمَّ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

فعل کو حذف کر کے مصدر کو اس کے قائم مقام کر دینا تعظیم یا مذمت کا فائدہ دیتا ہے۔

تعظیم کی مثال..... صِبْغَةَ اللهِ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللهِ صِبْغَةً (البقرة:۱۳۸)

ترجمہ: (اے مسلمانو! کہہ دو کہ) ہم پر تو اللہ نے اپنا رنگ چڑھا دیا ہے، اور کون ہے جو اللہ سے بہتر رنگ چڑھائے؟

---

(۱) قواعد التفسير: المقصد الثالث، القواعد اللغوية، ج۱ ص۲۶۴

Marfat.com

ذم کی مثال..... کسی آدمی کے عیوب کو بیان کر کے یہ کہنا کہ ''صنع الشیطان'' اسے شیطان نے اپنا رنگ چڑھایا ہے، یہ شیاطین والے کام کرتا ہے۔

مثال نمبر ا..... صُنْعَ اللّٰہِ الَّذِیْٓ اَتْقَنَ کُلَّ شَیْءٍ ط (النمل:۸۸)

ترجمہ: یہ سب اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مستحکم طریقے سے بنایا ہے۔

اس آیت کے شروع میں فعل ''انظروا'' محذوف ہے، یہاں مصدر کو فعل کے قائم مقام کیا گیا ہے تعظیم کے لئے۔ اب مطلب یہ ہے ''انظروا صنع اللہ'' دیکھو اللہ کی کاریگری کی طرف اس نے کس طرح ہر چیز کو بنایا ہے۔

مثال نمبر ۲..... فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا۔ (الروم)

ترجمہ: اللہ کی بنائی ہوئی اس فطرت پر چلو جس پر اس نے تمام لوگوں کو پیدا کیا ہے۔

یعنی ''الزموا دین اللہ'' اللہ کے اس دین (دینِ اسلام) کو لازم پکڑو جس پر اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے۔

مثال نمبر ۳..... وَعْدَ اللّٰہِ ط لَا یُخْلِفُ اللّٰہُ وَعْدَہٗ (الروم:۶)

ترجمہ: اور یہ اللہ کا کیا ہوا وعدہ ہے، اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

یعنی ''ارتقبوا وعد اللہ'' اللہ کے وعدے کا انتظار کرو، وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا، یہاں بھی فعل کو محذوف کر کے مصدر کو اس کا قائم مقام کیا گیا ہے تعظیم کے لئے۔

قاعدہ نمبر (۴۶)

اَلتَّفْسِیْرُ اِمَّا بِنَقْلٍ ثَابِتٍ اَوْ رَاْیٍ صَائِبٍ وَ مَا سِوَاھُمَا فَبَاطِلٌ۔[1]

حاصل قاعدہ

تفسیر کا ماخذ نقلِ صحیح ہے یا عقلِ سلیم، اس سے ہٹ کر جو تفسیر کی جائے وہ مردود اور نا قابلِ قبول ہوگی۔

(۱) قواعد التفسیر: المقصد الثاني: طریقة التفسیر، ج۱ ص۱۰۴/ قاعدة جلیلة في التوسل والوسیلة: الفصل الثالث، ص۱۹۰

Marfat.com

تشریح

قرآن مجید کی تفسیر کے بنیادی مآخذ دو ہیں: نقلِ صحیح، عقلِ سلیم، پھر نقل صحیح کے تحت درج ذیل مآخذ داخل ہیں:

۱.....کتاب اللہ۔ ۲.....سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۳.....اقوالِ صحابہ۔ ۴.....اقوالِ تابعین۔ ۵.....لغت۔

قاعدہ نمبر (۴۷)

اَلتَّفْسِیْرُ بَعْدَ الْاِبْهَامِ یَدُلُّ عَلَی التَّهْوِیْلِ وَ التَّعْظِیْمِ۔(۱)

حاصل قاعدہ

ابہام کے بعد تفسیر، تہویل اور تعظیم پر دلالت کرتی ہے۔

تشریح

قرآن کریم ایک بات کو اولاً مبہم انداز میں ذکر کرتا ہے، پھر اس کی توضیح وتفسیر کرتا ہے، اس اندازِ کلام سے مقصد اس مضمون کی عظمت اور ہولنا کی کو بتلانا ہوتا ہے، جیسے:

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ﴿۵﴾ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۙ﴿۶﴾ (التکاثر)

ترجمہ: ہرگز ایسا نہیں، تمہیں عنقریب سب پتہ چل جائے گا، پھر (سن لو کہ) ہرگز ایسا نہیں، تمہیں عنقریب سب پتہ چل جائے گا، ہرگز نہیں! اگر تم یقینی علم کے ساتھ یہ بات جانتے ہوتے (تو ایسا نہ کرتے)، یقین جانو تم دوزخ کو ضرور دیکھو گے۔

---

(۱) التسہیل لعلوم التنزیل: سورۃ التکاثر آیت نمبر ۷۷ کے تحت، ج۲ ص ۵۱۰

Marfat.com

یہاں ''كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ'' میں معمول حذف کر دیا گیا، اسی طرح ''لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ'' میں بھی معمول کو حذف کر کے مبہم رکھا گیا، پھر اس کی تفسیر ''لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ'' سے کی گئی تا کہ ابہام کے بعد تفسیر سے تہویل اور تعظیم کا معنی پیدا ہو۔

قاعدہ نمبر (۴۸)

إِنَّ الْأَلْفَاظَ الْمَوْجُوْدَةَ فِي الْقُرْآنِ وَ الْحَدِيْثِ إِذَا عُرِفَ تَفْسِيْرُهَا وَ مَا أُرِيْدَ مِنْ جِهَةِ النَّبِيِّ لَمْ يَحْتَجْ فِيْ ذٰلِكَ إِلَى الْإِسْتِدْلَالِ بِأَقْوَالِ أَهْلِ اللُّغَةِ وَلَا غَيْرِهِمْ۔[1]

حاصل قاعدہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تفسیر منقول ہونے کے بعد کسی دوسرے قول کی حاجت نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ معصوم مؤید بالحق بلکہ حق جل شانہ کی جانب سے منتخب کردہ قرآن کے شارح اور مبین تھے، اس لئے مرادِ الٰہی سے آپ جس قدر واقف ہو سکتے تھے کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس آیت کی تفسیر منقول ہو اس میں لغت یا شواہدِ عرب وغیرہ کا سہارا لے کر کوئی دوسرا قول نہیں کیا جائے گا۔

مثلاً ایمان، صلوۃ، زکوۃ وغیرہ کا معنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بیان کر دیا گیا ہے، لہٰذا اس سے ہٹ کر کوئی اور معنی بالکل مراد نہیں لیا جا سکتا۔

قاعدہ نمبر (۴۹)

إِنَّمَا يَتَنَاقَضُ الْخَبَرَانِ اللَّذَانِ أَحَدُهُمَا نَفْيٌ وَ الْآخَرُ إِثْبَاتٌ إِذَا اسْتَوَيَا فِي الْخَبَرِ وَ الْمُخْبَرِ عَنْهُ وَ فِي الْمُتَعَلَّقِ بِهِمَا وَفِي الزَّمَانِ وَ الْمَكَانِ وَ فِي الْحَقِيْقَةِ وَ الْمَجَازِ۔[2]

(۱) مجموع الفتاوی: الإیمان، فصل: أن الألفاظ الموجودة فی القرآن إلخ، ج۷ ص۲۸٦

(۲) قواعد التفسیر: المقصد الثالث والعشرون: موهم الاختلاف والتعارض، ج۲ ص٦۹۸

Marfat.com

حاصل قاعدہ

دو خبریں جن میں ایک منفی ہو دوسری مثبت، تو ان میں تناقض کا تحقق اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ خبر مخبر عنہ، نیز ان کے متعلق زمان و مکان اور حقیقت و مجاز میں اتحاد ہو۔

تشریح

اگر دو خبریں ہوں جن میں ایک مثبت ہو دوسری منفی لیکن نفی کا محمل کچھ اور ہو اور اثبات کا محل الگ ہو، مثلاً نفی کسی ایک حالت کے متعلق ہو اور اثبات دوسری حالت سے متعلق ہو، یا نفی کا تعلق کسی خاص وقت کے ساتھ ہو اور اثبات کا اس کے علاوہ وقت کے ساتھ تو اس کو تناقض و تعارض نہیں کہا جائے گا۔

تناقض و تعارض کا تحقق اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ نفی اور اثبات ایک ہی شئ سے اور ایک ہی حالت میں اور ایک ہی زمان و مکان سے متعلق ہو، اس طرح کے تعارض سے کتاب اللہ پاک ہے، تناقض کے پائے جانے کے لئے آٹھ شرائط ہیں، جو مندرجہ ذیل اشعار میں موجود ہیں:

در تناقض ہشت وحدت شرط دان — وحدت موضوع ومحمول ومکان

وحدت شرط واضافت جزء وکل — قوت وفعل است در آخر زمان

قاعدہ نمبر (۵۰)

اَلتَّقَدُّمُ فِي الذِّكْرِ لَا يَعْنِيُ التَّقَدُّمَ فِي الْوُقُوْعِ وَ الْحُكْمِ۔[1]

حاصل قاعدہ

کسی شئ کا ذکر میں مقدم ہونا اس کے وقوع اور حکم میں مقدم ہونے کو مستلزم نہیں۔

---

(۱) التفسير الكبير: سورة البقرة آیت نمبر ۲۷ کے تحت، ج ۳ ص ۵۵۱

Marfat.com

تشریح

جب چند چیزیں بالترتیب ذکر کی جاتی ہیں تو ان کی ترتیب ذکری سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کا وقوع اور ان کا درجہ بھی اسی ترتیب کے مطابق ہے، بلکہ کبھی کبھار تو اس ترتیب ذکری سے ان امور کی ترتیبِ وقوع وترتیب رتبی کو بتلانا مقصود ہوتا ہے مگر ایسا ہمیشہ نہیں، بلکہ کبھی اس کے برخلاف ذکر میں تقدیم وتاخیر بھی واقع ہوتی ہے اور اس کی کوئی علت ہوتی ہے جو متعین نہیں بلکہ مقام کی مناسبت سے مختلف ہوتی رہتی ہے اور سیاق وسباق سے مفہوم ہوتی ہے، اور کبھی اس کی علت وحکمت نہایت مخفی اور غیر واضح ہوتی ہے، سو ایسے مقامات پر تفویض الی اللہ سے کام لیتے ہوئے یہی کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمتوں کو بہتر جانتے ہیں۔

مثال نمبر ا..... وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖٓ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً (البقرۃ: ۶۷)

ترجمہ: (اور وہ وقت یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم ایک گائے کو ذبح کرو۔

مثالِ مذکور میں ذبح بقرہ کا حکم قتل پر مقدم ہے، یعنی ذبح بقرہ کا ذکر پہلے ہے اور قتل کا ذکر بعد کی آیات میں آیا ہے، حالانکہ واقعہ کی ترتیب اس کے برعکس ہے کہ قتل پہلے ہوا اور ذبح بقرہ بعد میں ہوا ہے۔

مثال نمبر ۲..... وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَھُمْ وَمِنْکَ وَمِنْ نُّوْحٍ (احزاب: ۷)

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) وہ وقت یاد رکھو جب ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا تھا، اور تم سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے بھی۔

اس آیت میں لفظ "منك" میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پہلے ہے اور نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کا ذکر بعد میں ہے، حالانکہ ترتیب اس کے برعکس ہے کہ مذکورہ انبیاء سب پہلے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخر میں آئے۔

مثال نمبر ۳..... اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ (آل عمران: ۵۵)

ترجمہ: جب اللہ نے کہا تھا کہ اے عیسیٰ! میں تمہیں صحیح سالم واپس لے لوں گا

Marfat.com

اور تمہیں اپنی طرف اُٹھالوں گا۔

آیت کا جو یہاں ترجمہ کیا گیا ہے وہ عربی لفظ ''توفی'' کے لغوی معنی پر مبنی ہے، اور مفسرین کی ایک بڑی جماعت نے یہاں یہی معنی مراد لیا ہے، اس لفظ کی ایک اور تشریح بھی ہے، جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إنی متوفیك ورافعك إلی یعنی رافعك ثم متوفیك فی آخر الزمان۔ (۱)

یعنی میں آپ کو اپنی طرف اٹھالوں گا، پھر آخر زمانہ میں آپ کو طبعی طور پر وفات دوں گا۔

تو اس تفسیر کی روشنی میں مطلب یہ ہے کہ ہم آپ کو طبعی موت دیں گے، تو یہاں موت کا ذکر پہلے ہے اور رفع الی السماء کا ذکر بعد میں، حالانکہ ترتیب اس کے برعکس ہے کہ رفع پہلے ہے اور موت بعد میں آئے گی۔

قاعدہ نمبر (۵۱)

اَلتَّکْرِیْرُ یَدُلُّ عَلَی الْاِعْتِنَاءِ۔ (۲)

حاصل قاعدہ

کسی شئ کو تکرار کے ساتھ لانا اُس کی اہمیت پر دلالت کرتا ہے۔

تشریح

قرآنِ کریم میں جن احکام ونصائح یا حقائق و وقائع کا ذکر مکرر آیا ہے تو اس کی وجہ اس کی اہمیت کو ظاہر کرنا ہے، مثلاً صفاتِ باری تعالیٰ، قصصِ انبیاء اور احوالِ آخرت وغیرہ کا تکرار ان مضامین کی قدر وقیمت اور عظمت واہمیت کو بتلانے کے لئے ہے، جیسے:

(۱) الدر المنثور فی التفسیر المأثور: سورۃ آل عمران آیت نمبر ۵۵ کے تحت، ج۲ ص۲۲۶

(۲) قواعد التفسیر: المقصد الرابع والعشرون: التکرار فی القرآن، ج۲ ص۷۰۹

Marfat.com

اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝۱ حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ۝۲ (التکاثر)

ترجمہ: ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر (دنیا کا عیش) حاصل کرنے کی ہوس نے تمہیں غفلت میں ڈال رکھا ہے، یہاں تک کہ تم قبرستان میں پہنچ جاتے ہو۔

تطبیق

مطلب یہ ہے کہ اموال واولاد کی کثرت نے تمہیں معاد سے غافل کردیا ہے، لہٰذا اس پر ''كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ'' کے ذریعہ زجر کیا گیا بایں طور کہ پہلے ''كَلَّا'' کے ذریعہ انکار کیا گیا، پھر اس کے بعد ''سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ'' کے ذریعہ تہدید کی گئی، پھر ''كَلَّا'' ثانیہ کے ذریعہ اول تہدید کو مؤکد کیا گیا، بعد اس کے پھر ''سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ'' کے ذریعہ مزید تاکید پیدا کی گئی، یہ سب تہدیداتِ مکررہ استعدادِ آخرت کے مہتم بالشان ہونے کے پیش نظر کی گئی ہیں۔

فوائد تکرار

۱.....تقریر: یعنی کسی بات کو اچھی طرح ثابت کردینا کما قیل: الكلام إذا تكرر تقرر۔ قصصِ قرآنیہ اور آیاتِ انداز میں تکرار، تقریر ہی کی غرض سے ہے، تکرار کے اس فائدے کی طرف قرآن اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

وَ كَذٰلِكَ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا وَّ صَرَّفۡنَا فِيۡهِ مِنَ الۡوَعِيۡدِ لَعَلَّهُمۡ يَتَّقُوۡنَ اَوۡ يُحۡدِثُ لَهُمۡ ذِكۡرًا ۝۱۱۳ (طٰه)

ترجمہ: اور ہم نے اس طرح یہ وحی ایک عربی قرآن کی شکل میں نازل کی ہے، اور اس میں تنبیہات کو طرح طرح سے بیان کیا ہے تاکہ لوگ پرہیزگاری اختیار کریں، یا یہ قرآن ان میں کچھ سمجھ پیدا کرے۔

۲.....تاکید: مثلاً ''فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمۡ جَزَآءً مَّوۡفُوۡرًا ۝۶۳'' (الاسراء)

ترجمہ: تو جہنم ہی تم سب کی سزا ہوگی مکمل اور بھرپور سزا۔

۳.....نافی تہمت بر تنبیہ مزید: یعنی کلام کے اس جز پر تنبیہ کرنا جو تہمت کی نفی کرتے

Marfat.com

ہیں تا کہ کلام مکمل طور پر مقبول ہو جائے۔ مثلاً:

وَ قَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ ۫ وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ (المومن)

ترجمہ: اور جو شخص ایمان لے آیا تھا اس نے کہا اے میری قوم! یہ دنیوی زندگی تو بس تھوڑا سا مزہ ہے، اور یقین جانو کہ آخرت ہی رہنے بسنے کا اصل گھر ہے۔

اس میں قوم کا تکرار ہے جس کا فائدہ یہاں یہ ہے کہ اس رجلِ مؤمن نے جب قوم سے بغرضِ ہدایت اپنی اتباع کا مطالبہ کیا تو ڈر تھا کہ ان کی دنیوی ریاست اور دنیوی آسائش و آرائش قبولِ کلام میں مانع بن جائے اس لئے یا قوم سے اس کی نفی کر دی۔

۴..... تجدیدِ کلام: یعنی جب کلام طویل ہو جائے اور بھول جانے کا اندیشہ ہو تو تکرار کے ذریعہ کلام کا وہ حصہ یاد دلایا جاتا ہے، مثلاً:

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۸۸﴾ (آل عمران)

ترجمہ: یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ جو لوگ اپنے کیے پر بڑے خوش ہیں، اور چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف ان کاموں پر بھی کی جائے جو انہوں نے کیے ہی نہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں ہرگز نہ سمجھنا کہ وہ عذاب سے بچنے میں کامیاب ہو جائیں گے، ان کے لئے دردناک سزا (تیار) ہے۔

اس میں ''لَا تَحْسَبَنَّ'' کا تکرار اسی غرض سے ہے۔

۵..... تعظیم و تہویل: مثلاً وَ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ۬ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ﴿۲۷﴾ (الواقعة)

ترجمہ: اور جو دائیں ہاتھ والے ہوں گے، کیا کہنا ان دائیں ہاتھ والوں کا۔

اور ''اَلْحَآقَّةُ ﴿۱﴾ مَا الْحَآقَّةُ ﴿۲﴾'' (الحاقة)

ترجمہ: وہ حقیقت جو ہو کر رہے گی، کیا ہے وہ حقیقت جو ہو کر رہے گی؟

۶..... تہدید: مثلاً ''كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾'' (التکاثر)

Marfat.com

ترجمہ: ہرگز ایسا نہیں چاہیے، تمہیں عنقریب سب پتہ چل جائے گا، پھر (سن لو) ہرگز ایسا نہیں چاہیے، تمہیں عنقریب سب پتہ چل جائے گا۔

۷.....تعجب: مثلاً ''فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۲۰﴾'' (المدثر)

ترجمہ: خدا کی مار ہو اس پر کہ کیسی بات بنائی، دوبارہ خدا کی مار ہو اس پر کہ کیسی بات بنائی۔

۸.....تعدد متعلق کے سبب: مثلاً ''فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۳﴾'' (الرحمن)

ترجمہ: (اے انسانو اور جنات) اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

یہ آیت بار بار آئی ہے مگر ہر جگہ اس کا متعلق جدا جدا ہے۔[1]

قاعدہ نمبر (۵۲)

اَلتَّنْصِيْصُ عَلَى الشَّيْئِ لَا يَلْزَمُ مِنْهُ النَّفْيُ عَمَّا عَدَاهُ۔[2]

حاصل قاعدہ

کسی چیز کی صراحت کرنا یہ اُس کے ماسوا کی نفی کو مستلزم نہیں۔

تشریح

کسی معین چیز پر کوئی حکم لگایا جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حکم اسی شئی کے ساتھ خاص ہے اس کے ماسوا کے لئے نہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ حکم اس شئی مذکور کے لئے تو یقینی طور پر ثابت ہے اور اس کے ماسوا کے لئے یہ حکم ہے یا نہیں اس سے سکوت ہے، جیسے:

---

(۱) البرهان فی علوم القرآن: النوع السادس والأربعون، ج۳ ص۱۸

(۲) التفسیر الکبیر: سورۃ البقرۃ آیت نمبر۲۹ کے تحت، ج۲ ص۳۸۰/عمدۃ القاری: کتاب العلم، باب تعلیم الرجل أمته واهله، ج۲ ص۱۲۲

Marfat.com

حُرِّمَتۡ عَلَیۡکُمُ الۡمَیۡتَۃُ وَالدَّمُ وَ لَحۡمُ الۡخِنۡزِیۡرِ (المائدۃ:۳)

ترجمہ: تم پر مردار جانور اور خون اور سور کا گوشت حرام کیا گیا ہے۔

اس میں ''لَحۡمُ الۡخِنۡزِیۡرِ '' کی حرمت کی تصریح ہے جس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کے علاوہ دوسرے تمام جانوروں کے گوشت حلال ہیں بلکہ آیت میں دوسرے جانوروں کے گوشت کے متعلق سکوت ہے، البتہ حدیث سے بعض دوسرے جانور مثلاً درندوں اور اہلی گدھوں کے گوشت کا بھی حرام ہونا ثابت ہے۔

قاعدہ نمبر (۵۳)

اَلتَّوۡکِیۡدُ یَنۡفِیۡ اِحۡتِمَالَ الۡمَجَازِ ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

تاکید کے بعد مجاز کا احتمال باقی نہیں رہتا۔

تشریح

تاکید جس نوعیت کی ہو اس نوع کے احتمالِ مجاز کو ختم کر دیتی ہے، مثلاً:

''ضرب الأمیر ''اس میں دو مجاز کے احتمال ہیں۔

اول: یہ کہ ضرب سے مراد مقدماتِ ضرب ہوں۔

دوم: امیر سے مراد امرِ امیر ہو، خود امیر نے نہ مارا ہو، پس احتمال اول کو رفع کرنے کے لئے'' ضربا'' سے تاکید لائی جائے اور احتمال ثانی کو ختم کرنے کے لئے'' نفسہ'' یا ''عینہ'' سے تاکید لائی جائے تو اس صورت میں مجازی معنی کا احتمال ختم ہو جائے گا۔

مثال نمبر ۱..... وَ کَلَّمَ اللّٰہُ مُوۡسٰی تَکۡلِیۡمًا ﴿۱۶۴﴾ (النساء: ۱۶۴)

ترجمہ: اور موسیٰ سے تو اللہ براہِ راست ہم کلام ہوا۔

---

(۱) المزھر فی علوم اللغۃ وأنواعھا: النوع الثامن والعشرون، ج۱ ص۳۲۵/ البحر المحیط فی أصول الفقہ: مباحث الترادف، مسألۃ الاتباع، ج۲ ص۳۶۹

Marfat.com

یہاں ''کَلَّمَ'' کی تاکید جب مصدر سے لائی گئی تو کلام مجازی (الہام واشارہ) اور دیگر تمام احتمالات ختم ہوگئے۔ اور اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے کہ اللہ نے براہِ راست خود کلام کیا۔

مثال نمبر ۲..... فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾ (الإسراء)

ترجمہ: تو جہنم ہی تم سب کی سزا ہوگی، مکمل اور بھرپور سزا۔

مثال نمبر ۳..... يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ (الأحزاب)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

مثال نمبر ۴..... يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ﴿۹﴾ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ﴿۱۰﴾ (الطور)

ترجمہ: جس دن آسمان تھرتھرا کر لرز اُٹھے گا، اور پہاڑ ہولناک طریقے سے چل پڑیں گے۔

ان تمام آیات میں تاکیدات لائی گئی ہیں جس کے بعد مجازی معنی کا احتمال بالکل ختم ہوگیا، مذکورہ آیات میں ان کا حقیقی معنی مراد ہے۔

قاعدہ نمبر (۵۴)

اَلْجُمْلَةُ الْاِسْمِيَّةُ تَدُلُّ عَلَى الدَّوَامِ وَ الثُّبُوْتِ وَ الْفِعْلِيَّةُ تَدُلُّ عَلَى التَّجَدُّدِ۔[1]

حاصل قاعدہ

جملہ اسمیہ دوام اور ثبوت پر دلالت کرتا ہے، اور جملہ فعلیہ تجدد وحدوث کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔

مثال..... وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ (الكهف:۱۸)

ترجمہ: اور ان کا کتا دہلیز پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے (بیٹھا) تھا۔

(۱) البرهان في علوم القرآن: النوع السادس والأربعون، ج۴ ص۶۶/ الإتقان في علوم القرآن: النوع الثاني والأربعون، ج۲ ص۳۷۶

Marfat.com

اس میں ''كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ'' جملہ اسمیہ وارد ہے جو اس بات پر دال ہے کہ اصحابِ کہف کا کتا اب تک اسی بیان کردہ حالت میں ہے، اگر ''بَاسِطٌ'' کے بجائے ''یبسط'' کہتے تو یہ وہم ہوسکتا ہے کہ اس کی حالت بدلتی رہتی ہوگی۔

۲..... الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ (الأنفال)

ترجمہ: جو نماز قائم کرتے ہیں، اور ہم نے ان کو جو رزق دیا ہے اس میں سے (فی سبیل اللہ) خرچ کرتے ہیں۔

''يُقِيمُونَ'' اور ''يُنْفِقُونَ'' دلالت کررہے ہیں کہ مومنین بالتکرار اقامتِ صلاۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کرتے رہتے ہیں۔

قاعدہ نمبر (۵۵)

اَلْحُكْمُ الْمُعَلَّقُ عَلَى وَصْفٍ يَقْوىٰ بِقُوَّتِهِ وَ يَنْقُصُ بِنَقْصِهِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

جو حکم کسی وصف پر معلق ہو وہ اس وصف کے قوت ونقص سے قوی اور ناقص ہوگا۔

تشریح

مدح وذم یا وعد و وعید کو کسی فعل یا صفت پر مرتب کیا گیا ہو تو وہ (مدح وذم یا وعد و وعید) اس فعل اور صفت کے لحاظ سے مؤکد وغیر مؤکد ہوا کرتی ہے، یعنی وہ فعل اگر شدید اور اعلیٰ درجہ کا ہوگا تو اس پر مرتب کیا گیا نتیجہ بھی اعلیٰ درجے کا ہوگا، اور اگر فعل ادنیٰ درجے کا ہوگا تو نتیجہ بھی ادنیٰ درجے کا ہوگا۔

مثال نمبر ا..... اَلَّذِينَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (الأنعام)

---

(۱) قواعد التفسیر: المقصد التاسع عشر: المنطوق والمفهوم، ج۲ ص۶۲۹

Marfat.com

ترجمہ: جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ کسی ظلم کا شائبہ بھی آنے نہیں دیا، امن اور چین تو بس انہی کا حق ہے، اور وہی ہیں جو صحیح راستے پر پہنچ چکے ہیں۔

یہاں امن اور اہتداء کو مرتب کیا گیا ہے ایمان اور اجتناب عن الشرک پر، لہٰذا جس شخص میں یہ دونوں وصف جس قدر اعلیٰ درجہ میں ہوں گے اس کے لئے امن و اہتداء بھی ویسے ہی اعلیٰ درجہ کا ہوگا، اور جو ان دونوں چیزوں میں ناقص ہوگا اس کا امن و اہتداء بھی اسی قدر ناقص ہوگا۔

مثال نمبر ۲..... اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ............الی قولہ............ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾ (الأحزاب)

ترجمہ: بے شک فرماں بردار مرد ہوں اور فرماں بردار عورتیں.........ان سب کے لئے اللہ نے مغفرت اور شاندار اجر تیار کر رکھا ہے۔

جس مرد اور عورت میں جس درجہ اسلامی اعمال ہوں گے اسی درجہ اس کے لئے مغفرت و اجر کا فیصلہ ہوگا۔

مثال نمبر ۳..... اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ (الزمر: ۳۶)

ترجمہ: کیا اللہ اپنے بندوں کے لئے کافی نہیں ہے۔

جس شخص میں جس قدر عبدیت ہوگی اس کو اسی قدر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفایت نصیب ہوگی۔

قاعدہ نمبر (۵۶)

اَلشَّرْطُ لَا يَقْتَضِيْ جَوَازَ الْوُقُوْعِ۔ (۱)

(۱) تفسیر ابن کثیر: سورۃ الأنعام آیت نمبر ۸۸ کے تحت، ج ۳ ص ۲۶۶/اضواء البیان: سورۃ الأنعام آیت نمبر ۹۳ کے تحت، ج ۱ ص ۴۸۷

Marfat.com

حاصل قاعدہ

شرط کسی شیٔ کے وقوع کے جواز کا تقاضا نہیں کرتی یعنی شرط امکانِ وقوع کو مستلزم نہیں ہوتی ہے۔

تشریح

کسی حکم کو کسی شرط پر معلق کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس شرط کا پایا جانا ممکن ہے، بلکہ کبھی کبھی حکم کو ایسی شرط پر بھی معلق کر دیا جاتا ہے جو شرط بذاتِ خود ممتنع الوقوع ہوتی ہے، جیسے:

وَ لَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ (الأنعام)

ترجمہ: اگر بالفرض یہ حضرات (انبیائے کرام علیہم السلام) بھی (نعوذ باللہ) شرک کریں تو جو کچھ یہ اعمال کرتے تھے سب اکارت ہو جاتے۔

یہاں حبطِ اعمالِ انبیاء کو شرک پر معلق کیا گیا ہے، جب کہ ان سے وقوعِ شرک کا ذرہ برابر بھی کوئی احتمال نہیں ہے۔

مثال نمبر ا..... قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ (الزخرف)

ترجمہ: آپ کہہ دیجیے کہ اگر خدائے رحمٰن کی کوئی اولاد ہو تو سب سے اول اس کی عبادت کرنے والا میں ہوتا۔

مثال نمبر ۲..... لَوْ اَرَدْنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّاۤ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ (الأنبیاء)

ترجمہ: اگر ہم کو (آسمان و زمین کے بنانے سے کوئی حکمت مقصود نہ ہوتی بلکہ ان کو محض) مشغلہ ہی بنانا ہوتا تو ہم خود اپنے پاس سے بنا لیتے، اگر ہمیں ایسا کرنا ہی ہوتا۔

مثال نمبر ۳..... لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ (الزمر)

ترجمہ: اگر اللہ یہ چاہتا کہ کسی کو اولاد بنائے تو وہ اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا

Marfat.com

منتخب کر لیتا، (لیکن) وہ پاک ہے (اس بات سے کہ اس کی کوئی اولاد ہو) وہ تو اللہ ہے، ایک اور زبردست اقتدار کا مالک۔

ان تینوں آیات میں شرط کو حکم پر معلق کیا گیا ہے لیکن اس سے شرط کا وقوع ثابت نہیں ہوتا، وقوع تو دور کی بات ہے اس کا امکان بھی ممتنع ہے۔ یعنی اگر اللہ کے لئے کوئی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرتا، لیکن یہاں عبادت جو حکم ہے اس شرط (اولاد) کے ساتھ معلق کیا، اس سے شرط کا وقوع یعنی اللہ کا صاحبِ اولاد ہونا لازم نہیں آتا، اور نہ ہی آپ کا غیر اللہ کی عبادت کرنا لازم آتا ہے اسی طرح دیگر دونوں آیات میں۔

قاعدہ نمبر (۵۷)

اَلشَّيْئُ الْوَاحِدُ إِذَا ذُكِرَ بِصِفَتَيْنِ مُخْتَلِفَتَيْنِ جَازَ عَطْفُ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ تَنْزِيلاً لِتَغَايُرِ الصِّفَاتِ بِمَنْزِلَةِ تَغَايُرِ الذَّوَاتِ۔[1]

حاصل قاعدہ

ایک ہی شئی کو دو مختلف صفتوں سے موصوف کرنا ہو تو حرفِ عطف لا کر بصورت عطف ذکر کرنا صحیح ہے، بایں وجہ کہ تغایر وصفی کو تغایر ذاتی کا درجہ دے دیا جائے۔

تشریح

ایک ہی شئی کی متعدد صفات ذکر کرنا ہو تو اس کے دو طریقے ہیں۔

ایک طریقہ تو یہ ہے کہ حرفِ عطف نہ لایا جائے، اور یہی طریقہ افصح ہے، نیز یہ بات کہ اگر متعدد صفات کے درمیان حرفِ عطف آجائے تو یہ موصوف کے تغایر اور تعدد کو بتلاتا ہے، مگر یہ کوئی لازمی امر نہیں بلکہ موصوف کے ایک ہونے کے باوجود بذریعہ عطف صفات کو ذکر کرنا بھی جائز ہے، گو افصح یہ ہے کہ عطف نہ ذکر کیا جائے۔

---

(۱) أضواء البیان: سورة الحجرات آیت نمبر ۸۷ کے تحت، ج ۲ ص ۳۱۴/ الجواب الصحیح لمن بدّل دین المسیح: فصل: توضیح الدعوی والرد علیهم، ج ۱ ص ۱۳۴

Marfat.com

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ عطف لانے سے ہر صفت کے مستقل ہونے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

علامہ زرکشی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دونوں قاعدے (ایرادِ عطف اور ترکِ عطف) کا محل جدا جدا بیان کیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر صفات باہم متباعد المعنیٰ ہوں تو عطف بہتر ہے ورنہ ترکِ عطف اولیٰ ہے۔

مثال بر جزءِ اول: موصوف ایک ہی ہو اور صفات کے مابین حرف عطف لایا گیا ہو:

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝ الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّىٰ ۝ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ ۝ وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَىٰ ۝ (الأعلى)

ترجمہ: اپنے پروردگار کے نام کی تسبیح کرو جس کی شان سب سے اونچی ہے، جس نے سب کچھ پیدا کیا، اور ٹھیک ٹھیک بنایا، اور جس نے ہر چیز کو ایک خاص انداز دیا پھر راستہ بتایا، اور جس نے سبز چارہ (زمین سے) نکالا۔

یہاں "الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّىٰ" سے اللہ رب العزت ہی کی صفات بیان کی گئی ہیں مگر ان کے درمیان "واو عاطفہ" لایا گیا ہے۔

مثال بر جزءِ ثانی: ایک ہی موصوف کی صفات ہوں مگر عطف نہ کیا گیا ہو:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ۝ (القلم)

ترجمہ: اور کسی بھی ایسے شخص کی باتوں میں نہ آنا جو بہت قسمیں کھانے والا، بے وقعت شخص ہے، طعنے دینے کا عادی ہے، چغلیاں لگاتا پھرتا ہے، بھلائی سے روکنے والا، زیادتی کرنے والا، بدعمل ہے، بدمزاج ہے، اور اس کے علاوہ نچلے نسب والا بھی۔

یہ سب صفات شخصِ واحد ولید بن مغیرہ کی بیان کی گئی ہیں اس لئے ان کے مابین حرفِ عطف نہیں لایا گیا ہے۔

Marfat.com

مثال بر جزء ثالث: صفات کے متباعد المعنی ہونے کی وجہ سے عطف کیا گیا ہو:

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٣﴾ (الحدید)

ترجمہ: وہی اول بھی ہے، اور آخر بھی، ظاہر بھی ہے، اور چھپا ہوا بھی، اور وہ ہر چیز کو پوری طرح جاننے والا ہے۔

یہ ساری صفات ایک موصوف یعنی اللہ جل شانہ کی ہیں مگر ان کے معانی میں بُعد اور مغایرت ہونے کی وجہ سے عطف کیا گیا ہے۔

جزء اول سے متعلق

۱..... الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ﴿٧٨﴾ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ﴿٧٩﴾ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ﴿٨٠﴾ (الشعراء)

ترجمہ: جس نے مجھے پیدا کیا ہے، پھر وہی میری رہنمائی فرماتا ہے، اور وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے، اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو مجھے شفا دیتا ہے، اور جو مجھے موت دے گا پھر زندہ کرے گا۔

یہاں موصوف حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جو ایک ہی ہیں، اور ان کی صفات کے درمیان حرفِ عطف لایا گیا ہے۔

۲..... وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيمَ ﴿٨٧﴾ (الحجر)

ترجمہ: اور ہم نے تمہیں سات ایسی آیتیں دے رکھی ہیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں اور عظمت والا قرآن عطا کیا ہے۔

سبعِ مثانی اور قرآنِ عظیم کی تفسیر حدیث شریف میں سورہ فاتحہ سے کی گئی ہے، پس دونوں (سبعِ مثانی اور قرآنِ عظیم) ایک ہی موصوف (فاتحہ) کی دو صفات ہیں جن کو بصورتِ عطف ذکر کیا گیا ہے۔

۳..... قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١﴾ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خٰشِعُونَ ﴿٢﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ﴿٣﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُونَ ﴿٤﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حٰفِظُونَ ﴿٥﴾ (المومنون)

Marfat.com

ترجمہ: ان ایمان والوں نے یقیناً فلاح پالی ہے، جو اپنی نماز میں دل سے جھکنے والے ہیں، اور جو لغو چیزوں سے منہ موڑے ہوئے ہیں، اور جو زکوٰۃ پر عمل کرنے والے ہیں، اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

یہاں مؤمنین موصوف ہیں، جن کی صفات بیان کی گئی ہیں، اور ان کے درمیان حرف عطف لایا گیا ہے۔

جزءِ ثانی سے متعلق

ا..... هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ (الحشر: ۲۴)

ترجمہ: اور اللہ وہی ہے جو پیدا کرنے والا ہے، وجود میں لانے والا ہے، صورت بنانے والا ہے، اس کے سب سے اچھے نام ہیں۔

یہاں ذاتِ باری تعالیٰ موصوف ہے جس کی متعدد صفات لائی گئی ہیں، اور ان کے درمیان حرفِ عطف نہیں لایا گیا ہے۔

۲..... نَبِّئْ عِبَادِیْۤ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۴۹﴾ (الحجر)

ترجمہ: میرے بندوں کو بتادو کہ میں ہی بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہوں۔

۳..... عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ﴿۵﴾ (التحریم)

ترجمہ: اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں تو ان کے پروردگار کو اس بات میں دیر نہیں لگے گی کہ وہ ان کو (تمہارے) بدلے میں ایسی بیویاں عطا فرمادے جو تم سب سے بہتر ہوں، مسلمان، ایمانی والی، طاعت شعار، توبہ کرنے والی، عبادت گزار، روزہ دار ہوں، چاہے پہلے ان کے شوہر رہے ہوں یا کنواری ہوں۔

یہاں متعدد صفات بیان کی گئی ہیں اور ان کے درمیان حرفِ عطف نہیں لایا گیا ہے۔

جزءِ ثالث سے متعلق

ا..... رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ (البقرۃ: ۲۵۸)

Marfat.com

ترجمہ: اور میرا پروردگار وہ ہے جو زندگی بھی دیتا ہے اور موت بھی۔

۲..... وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ﴿۴۳﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ﴿۴۴﴾ (النجم)

ترجمہ: اور یہ کہ وہی ہے جو ہنساتا ہے اور رُلاتا ہے، اور یہ کہ وہی ہے جو موت بھی دیتا ہے اور زندگی بھی۔

ان آیات میں جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ متباعد المعنی ہیں، یعنی موت وحیات، اور ضحک وبکاء، اس لئے ان کے درمیان حرفِ عطف لایا گیا ہے۔

قاعدہ نمبر (۵۸)

اَلصِّفَةُ إِذَا وَقَعَتْ لِلنَّكِرَةِ فَهِيَ مُخَصِّصَةٌ وَإِنْ جَاءَتْ لِلْمَعْرِفَةِ فَهِيَ مُوَضِّحَةٌ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

نکرہ کی جب صفت لائی جائے تو تخصیص کا فائدہ دیتی ہے، اور معرفہ کی جب صفت لائی جائے تو توضیح کا فائدہ دیتی ہے۔

صفتِ نکرہ کی مثال

وَ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ (المومن:۲۸)

ترجمہ: اور فرعون کے خاندان میں سے ایک مؤمن شخص جو ابھی تک اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا۔

یہاں ''رَجُلٌ'' نکرہ ہے جس کی صفت ''مُّؤْمِنٌ'' لائی گئی ہے، اب اس صفت کی وجہ سے نکرہ کی تخصیص ہوگئی کہ رجل کافر نہیں تھا بلکہ مؤمن تھا۔

---

(۱) البرهان في علوم القرآن: النوع السادس والأربعون، ج۲ ص۴۲۲

Marfat.com

صفت معرفہ کی مثال

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ (الأعراف:۱۵۷)

ترجمہ: جو اس رسول یعنی نبی اُمی کے پیچھے چلیں۔

اس آیت میں ''الرَّسُوْلَ'' معرفہ ہے اور اس کی صفت ''النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ'' لائی گئی جو توضیح کے لئے ہے۔

صفتِ نکرہ سے متعلق

۱.....وَامْرَاَۃً مُّؤْمِنَۃً اِنْ وَّھَبَتْ نَفْسَھَا لِلنَّبِیِّ (الأحزاب:۵۰)

ترجمہ: کوئی مسلمان عورت جس نے مہر کے بغیر نبی کو اپنے آپ (سے نکاح کرنے) کی پیشکش کی ہو۔

اس آیت میں ''وَامْرَاَۃً'' نکرہ ہے اور اس کی صفت ''مُّؤْمِنَۃً'' لائی گئی ہے جو تخصیص کے لئے ہے یعنی مؤمن عورت نہ کہ کافر عورت۔

۲.....وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکٍ وَّلَوْ اَعْجَبَکُمْ (البقرۃ: ۲۲۱)

ترجمہ: اور یقیناً ایک مؤمن غلام کسی بھی مشرک مرد سے بہتر ہے، خواہ وہ مشرک مرد تمہیں پسند آرہا ہو۔

اس آیت میں ''لَعَبْدٌ'' نکرہ ہے اور اس کی صفت ''مُّؤْمِنٌ'' لائی گئی ہے جو تخصیص کے لئے ہے یعنی مؤمن غلام بہتر ہے نہ کہ کافر غلام۔

۳.....وَلَاَمَۃٌ مُّؤْمِنَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکَۃٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْکُمْ (البقرۃ: ۲۲۱)

ترجمہ: یقیناً ایک مؤمن باندی کسی بھی مشرک عورت سے بہتر ہے خواہ وہ مشرک عورت تمہیں پسند آرہی ہو۔

اس آیت میں ''اَمَۃٌ'' نکرہ ہے اور ''مُّؤْمِنَۃٌ'' سے اس کی صفت لائی گئی ہے جو محض تخصیص کے لئے ہے۔

Marfat.com

صفتِ معرفہ سے متعلق

۱..... يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا (المائدة:۴۴)

ترجمہ: تمام نبی اللہ کے فرماں بردار تھے، اس کے مطابق یہودیوں کے معاملات کا فیصلہ کرتے تھے۔

اس آیت میں ''النَّبِيُّوْنَ'' معرفہ ہے اور ''الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا'' موصول صلہ مل کر اس کے لئے صفت بن رہا ہے، اور یہ معرفہ کی صفت وضاحت کے لئے ہے، یعنی تمام انبیاء اللہ کے فرماں بردار تھے۔

۲.... فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ (الأعراف:۱۵۸)

ترجمہ: اب تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ جو نبی اُمی ہے۔

اس آیت میں ''رَسُوْلِهِ'' اضافت کی وجہ سے معرفہ ہے اور ''النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ'' اس کی صفت وضاحت کے لئے لائی گئی ہے۔

قاعدہ نمبر (۵۹)

اَلْعِبْرَةُ لِعُمُوْمِ اللَّفْظِ لَا لِخُصُوْصِ السَّبَبِ۔[1]

حاصل قاعدہ

اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوگا نہ کہ سببِ نزول کے خاص واقعہ کا۔

تشریح

اس قاعدہ کے متعلق چند صورتیں ہیں اور عموم وخصوص کے اعتبار سے ہر ایک کا حکم جدا جدا ہے جن کو یہاں کسی قدر تفصیل سے پیش کیا جاتا ہے۔

---

(۱) روح المعاني: سورة البقرة آیت نمبر ۱۵۸ کے تحت، ج ۱ ص ۴۲۵/تفسير أبي السعود: سورة النساء آیت نمبر ۲ کے تحت، ج ۲ ص ۱۳۹

Marfat.com

کسی سببِ نزول کے تحت قرآنِ کریم کی جو آیات نازل ہوئیں وہ اپنے عموم و خصوص کے لحاظ سے چار قسم کی ہیں:

۱.....خاص بالاسم۔ ۲.....عام مربوط بقرینہ التخصیص۔

۳.....عام مربوط بقرینہ التعمیم۔ ۴.....مجرد عن القرینۃ۔

۱.....خاص بالاسم سے مراد وہ آیتیں ہیں جن میں کسی خاص شخص کا نام لے کر یہ متعین کر دیا گیا ہے کہ آیت کا مضمون اسی کے حق میں ہے، ایسی آیتوں کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ ان کا مضمون صرف اسی معین شخص کے بارے میں قرار دیا جائے گا اور دوسروں کو شامل نہیں ہوگا۔ مثلاً " تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَہَبٍ " ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوں۔

اس آیت کا شانِ نزول معروف و مشہور ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر تمام قریش کے لوگوں کو اسلام کی تبلیغ فرمائی تو اس پر ابولہب نے کہا تھا:

تبالك ألهذا دعوتنا؟

تمہارے لئے ہلاکت ہو کیا تم نے ہمیں اسی لئے بلایا تھا؟

اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں خاص ابولہب کا نام لے کر اس کے لئے وعید بیان فرمائی گئی ہے، اس لئے یہ وعید اسی کے لئے خاص ہے۔

۲.....عام مربوط بقرینہ التخصیص سے مراد وہ آیتیں ہیں جن میں کسی خاص شخص یا گروہ یا چیز کا نام لئے بغیر اس کے کچھ اوصاف بیان کئے گئے ہوں، اور ان اوصاف پر کوئی حکم لگایا گیا ہو، لیکن دوسرے دلائل سے یہ ثابت ہے کہ اس سے مراد فلاں معین شخص یا فلاں معین گروہ یا فلاں معین چیز ہے، اس صورت کے بارے میں بھی تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ آیت کا مضمون یا حکم صرف اسی شخص یا گروہ یا چیز کی حد تک مخصوص رہے گا جو قرآنِ کریم کی مراد ہے، اور کوئی دوسرا اس میں داخل نہیں ہوگا، خواہ وہ اوصاف اس میں بھی پائے جاتے ہوں، مثلاً سورۂ لیل میں ارشاد ہے:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝ (اللیل)

Marfat.com

ترجمہ: اور اس سے ایسے پرہیزگار شخص کو دور رکھا جائے گا جو اپنا مال پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے (اللہ کے راستے میں) دیتا ہے۔

یہ آیت بالاتفاق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جو مفلس غلاموں کو خرید کر آزاد کیا کرتے تھے، یہاں اگرچہ حضرت ابوبکر کا نام مذکور نہیں لیکن اوصاف انہی کے ذکر کئے گئے ہیں:

أجمع المفسرون على أن المراد منه أبوبكر رضي الله تعالىٰ عنه۔[1]

مفسرینِ کرام نے تصریح کی ہے کہ اس سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، لہٰذا اس آیت کی فضیلت بلاشرکت غیر انہی کو حاصل ہے۔

اسی لئے امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں۔

لأن الأمة مجمعة على أن أفضل الخلق بعد رسول الله۔[2]

کیونکہ اس آیت میں انہیں اتقی (سب سے بڑھ کر متقی شخص) کہا گیا ہے۔

اور وہ دوسری آیت میں ارشاد ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ (الحجرات:١٣)

ترجمہ: درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو۔

بہرحال باوجود یہ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہاں نام نہیں لیا گیا لیکن جمہور مفسرین نے آیت کو انہی کے حق میں خاص قرار دیا ہے۔ کیونکہ تخصیص کی دو دلیلیں موجود ہیں۔

ایک یہ کہ "الأتقى" الف لام عہد کے ساتھ صرف ایک ہی شخص کے لئے استعمال

(۱) التفسير الكبير: سورة الليل آیت نمبر ۱۷، ۱۸ کے تحت، ج ۳۰ ص ۱۸۷

(۲) التفسير الكبير: سورة الليل آیت نمبر ۱۷، ۱۸ کے تحت، ج ۳۰ ص ۱۸۷

Marfat.com

ہوسکتا ہے، دوسرے یہ کہ روایاتِ حدیث نے اس کی تعیین کردی، لہٰذا اگر کوئی اور شخص بھی اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے لگے تو وہ اس کے لئے کتنا ہی باعثِ اجر کیوں نہ ہو لیکن آیات بالا کا مصداق ہونے کی فضیلت اسے حاصل نہیں ہوسکتی۔

۳.....عام مربوط بقرینة التعمیم: اس سے مراد وہ آیتیں ہیں جو نازل تو کسی خاص واقعہ میں ہوئی تھیں لیکن الفاظ عام ہیں، اور آیت کے صریح الفاظ یا اور کسی خارجی دلیل سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آیت کا حکم اس واقعہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اس نوعیت کے ہر واقعہ کا یہی حکم ہے، اس قسم کے بارے میں تمام اہلِ علم متفق ہیں اس صورت میں آیت کا حکم اس کے الفاظ کے تابع ہوکر عام ہی رہے گا، صرف سببِ نزول کے واقعے کے ساتھ خاص نہیں ہوگا۔ مثلاً سورۂ مجادلہ کی ابتدائی آیات کے بارے میں یہ ثابت ہے کہ وہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی تھیں، جن کے شوہر نے ان سے یہ کہہ دیا تھا کہ "انتِ عَلَیَّ کَظَهرِ اُمّی" (تم مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہو) لیکن آیت میں جن الفاظ کے ذریعہ حکم بیان کیا گیا وہ اس بات کی صراحت کررہا ہے کہ یہ حکم صرف حضرت خولہ کے شوہر کے لئے نہیں بلکہ ان تمام لوگوں کے لئے ہے جو اپنی بیوی سے ظہار کرلیں (یعنی مذکورہ بالا الفاظ کہہ دیں) ایسے تمام لوگوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرنے سے قبل ایک غلام آزاد کریں، یا ساٹھ روزے مسلسل رکھیں یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائیں۔

۴.....مجرد عن القرینہ: وہ آیت ہے جو خاص واقعہ کے تحت نازل ہوئی لیکن الفاظ عام استعمال کئے گئے، اور آیت یا کسی خارجی دلیل سے یہ صراحت معلوم نہیں ہوتی کہ آیت کا حکم یا مضمون صرف اسی واقعہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ یا اس نوعیت کے ہر واقعے کے لئے عام ہے، اس صورت میں اہلِ علم کا تھوڑا سا اختلاف رہا ہے، بعض حضرات کا کہنا یہ تھا کہ اس صورت میں آیت کو صرف سببِ نزول کے واقعے کے ساتھ مخصوص رکھا جائے گا، لیکن جمہور علماء وفقہا کی رائے اس کے برخلاف یہی ہے کہ مذکورہ شکل میں سببِ نزول

Marfat.com

کے خاص واقعے کے بجائے الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوگا، اور آیت کے الفاظ جس جس صورت کو شامل ہوں ان سب صورتوں پر بھی یہ حکم نافذ کیا جاوے گا۔ قاعدہ مذکورہ بالا ''العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب'' اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوگا نہ کہ سببِ نزول کے خاص واقعہ کا، اسی چوتھی صورت سے متعلق ہے۔

لیکن درحقیقت یہ اختلاف نظریاتی نوعیت کا ہے عملاً اس سے کوئی خاص فرق واقع نہیں ہوتا کیونکہ جو حضرات آیاتِ قرآنی کو ان کے سببِ نزول کے ساتھ مخصوص قرار دیتے ہیں وہ بھی عملاً آیت کا حکم اس نوعیت کے دوسرے واقعات میں جاری کر دیتے ہیں، لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک تو اس کا ماخذ وہی آیت ہوتی ہے، اور یہ حضرات اس کا ماخذ کسی دوسری دلیلِ شرعی مثلاً حدیث، اجماع یا قیاس وغیرہ کو قرار دیتے ہیں۔

وضاحت کے لئے ایک مثال پر غور فرمائیں سورہ بقرہ میں ارشاد ہے:

وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ (البقرة: ۲۸۰)

ترجمہ: اور اگر (قرض دار) تنگ دست ہو تو اسے کشادگی تک مہلت دے دے۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ بنو عمرو بن عمیر کا کچھ قرض بنو مغیرہ پر واجب تھا، جب سود کی حرمت نازل ہوئی تو بنو عمرو نے اپنے مقروض قبیلہ سے کہا کہ ہم سود کو چھوڑتے ہیں لیکن اصل قرضہ واپس کرو، بنو مغیرہ نے کہا اس وقت ہمارا ہاتھ تنگ ہے اس لئے ہمیں کچھ مہلت دے دو، بنو عمرو نے مہلت دینے سے انکار کیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اب آیت کا یہ حکم تو سب کے نزدیک عام ہے ہر قرض خواہ کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ مقروض کو تنگ دست دیکھے تو اس مہلت دے دے، لیکن فرق اتنا ہے کہ جمہور کے نزدیک یہ عام حکم اسی آیت سے ثابت ہوا ہے، اور جو لوگ آیت کو سببِ نزول کے ساتھ مخصوص مانتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ آیت کا حکم تو صرف بنو عمرو کے لئے تھا لیکن دوسرے مسلمانوں کے لئے یہ حکم ان احادیث سے ثابت ہوا ہے جن میں مقروض کو مہلت دینے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

اس سے واضح ہے کہ اس اختلاف کا علمی طور پر کوئی خاص اثر مرتب نہیں ہوتا۔

Marfat.com

قاعدہ نمبر (٦٠)

اَلْعَرَبُ إِذَا افْتَخَرَتْ قَدْ تُخْرِجُ الْخَبَرَ مَخْرَجَ الْخَبَرِ عَنِ الْجَمَاعَةِ وَإِنْ كَانَ مَا افْتَخَرَتْ بِهِ مِنْ فِعْلِ وَاحِدٍ مِنْهُمْ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

اہلِ عرب مقامِ فخر میں کسی ایک سے صادر ہونے والے فعل کو ایک پوری جماعت کی طرف منسوب کر کے بیان کرتے ہیں۔

مثال: وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (المائدة:۱۸)

ترجمہ: یہود ونصاری کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں۔

"نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ" یہود ونصاری کا یہ عقیدہ نہیں تھا کہ ان کا ہر ہر فرد اللہ کا بیٹا ہے، ہاں یہود کا ایک گروہ حضرت عزیز علیہ السلام کو اور نصاریٰ کا ایک گروہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہتا تھا، لیکن وہ فخر یہ صیغہ کے ساتھ کہتے تھے، کہ "نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ" کہ ہم سب اللہ کے بیٹے ہیں گویا وہ اپنے زعم وگمان کے مطابق ایک کے ابن اللہ ہونے کی فضیلت کو برائے تفاخر پوری قوم کی طرف منسوب کرتے تھے۔

قاعدہ نمبر (٦١)

اَلْعَرَبُ إِذَا جَاءَتْ بَيْنَ الْكَلَامَيْنِ بِجَحْدَيْنِ كَانَ الْكَلَامُ إِخْبَارًا۔ (۲)

حاصل قاعدہ

اہلِ عرب جب دو جملے حرف نفی کے ساتھ لاتے ہیں تو وہ کلام اخبار یعنی مثبت ہوتا ہے۔

(۱) تفسیر الطبری: سورۃ المائدۃ آیت نمبر ۱۸ کے تحت، ج۱۰ ص۱۵۱

(۲) البرہان فی علوم القرآن: النوع السادس والأربعون، ج۴ ص۷۷/ الإتقان فی علوم القرآن: النوع السادس والخمسون، ج۳ ص۲٦٦

Marfat.com

مثال..... وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝ (الأنبياء)

ترجمہ: اور ہم نے ان (رسولوں) کو ایسے جسم بنا کر پیدا نہیں کر دیا تھا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ ایسے تھے کہ ہمیشہ زندہ رہیں۔

یہاں دو جملے دو حرف نفی کے ساتھ ہیں "مَا جَعَلْنَا" اور "لَا يَأْكُلُوْنَ" لہٰذا جملہ مثبت ہو جائے گا اور مطلب ہوگا "جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ"

قاعدہ نمبر (۶۲)

اَلْعَرَبُ تَحْذِفُ مَا كَفَى مِنْهُ الظَّاهِرُ فِي الْكَلَامِ إِذَا لَمْ تَشُكَّ فِي مَعْرِفَةِ السَّامِعِ مَكَانَ الْحَذْفِ۔[1]

حاصل قاعدہ

اہلِ عرب کلام میں بدیہی چیزوں کا حذف کر دیتے ہیں بشرطیکہ سامع کو فہمِ کلام میں کوئی اشتباہ پیش نہ آوے۔

مثال..... اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ... إلى ... إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ (الفاتحة)

أَيْ قُوْلُوْا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ.......... إِلَى.......... إِيَّاكَ نَعْبُدُ إلخ۔

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے جو بہت مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے، جو روزِ جزاء کا مالک ہے، (اے اللہ!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

تطبیق

سورہ فاتحہ کی آیات میں ابتداً اللہ تعالیٰ کی ثناء و تعریف ہے، پھر آگے "إِيَّاكَ نَعْبُدُ" سے عبادت کرنے کا ذکر ہے، اگر اس پوری سورت کو اللہ کا قول قرار دیا جائے تو "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

(۱) قواعد التفسير: المقصد الخامس، القسم الثالث، ج ۱ ص ۳۶۴

Marfat.com

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' کے متعلق تو کوئی اعتراض نہیں کیونکہ اس کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ خود اپنی تعریف کر رہا ہے اور اس میں کوئی اعتراض نہیں لیکن ''اِیَّاكَ نَعْبُدُ'' کو بھی اگر اللہ تعالیٰ کا قول مانا جائے تو اعتراض ہوگا کہ اللہ عبادت کرنے والا ہے اور یہ صحیح نہیں، اس لئے لامحالہ یہاں ''قُوْلُوْا'' کے حذف سے چونکہ فہم مراد میں کوئی خلل نہیں آتا اس لئے اسے حذف کردیا گیا، اور خلل نہ آنا اس وجہ سے ہے کہ یہ مسلمات قطعیہ میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ عبادت کرنے والا نہیں ہے بلکہ عبادت کرنے والے اس کے بندے ہیں۔

قاعدہ نمبر (۶۳)

اَلْعَرَبُ تُكَرِّرُ الشَّیْئَ فِی الْاِسْتِفْهَامِ اِسْتِبْعَادًا لَهٗ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

عرب کسی چیز کے استبعاد کو بتلانے کے لئے بصورتِ استفہام اس شئی کو مکرر ذکر کرتے ہیں۔

تشریح

اہلِ عرب کا دستور ہے کہ جب کسی شئی کے وقوع یا صدور کا مستبعد ہونا بتلانا چاہتے ہیں تو اس کو استفہامی انداز میں بار بار دہراتے ہیں۔ مثلاً جس آدمی سے جہاد متعذر ہو تو اس کو یوں کہا جائے گا: ءانت تجاهد؟ ءانت تجاهد؟

مثال..... اَىِٕذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ (الواقعة)

ترجمہ: اور کہا کرتے تھے کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں بن کر رہ جائیں گے تو کیا ہمیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

---

(۱) قواعد التفسیر: المقصد الرابع والعشرون: التكرار فی القرآن، ج۲ ص۷۰۹

Marfat.com

تطبیق

یہ آیت مشرکین کا مقولہ ہے، جو بعث بعد الموت اور حشر ونشر کو بعید سمجھتے تھے اور اس کے منکر تھے، تو انہوں نے اپنے استبعاد و انکار کو ظاہر کرنے کے لئے مکرر حرفِ استفہام استعمال کیا، ایک تو ''اَئِذَا مِتْنَا'' میں اور دوسرے ''ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ'' میں۔

قاعدہ نمبر (۶۴)

اَلْعَرَبُ قَدْ تُخْرِجُ الْكَلَامَ مَخْرَجَ الْأَمْرِ وَمَعْنَاهُ الْجَزَاءُ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

اہلِ عرب کبھی کبھی امر بول کر معنی شرط وجزاء مراد لیتے ہیں۔

مثال..... قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾ (التوبة)

ترجمہ: کہہ دو کہ تم اپنا مال چاہے خوشی خوشی چندے میں دو یا بددلی سے، وہ تم سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا تم ایسے لوگ ہو جو مسلسل نافرمانی کرتے رہتے ہو۔

اس مثال میں ''اَنْفِقُوْا'' (امر) ''اَنْ تُنْفِقُوْا'' (شرط) کے معنی میں ہے اور اس کی جزاء ''لَنْ يُّتَقَبَّلَ'' ہے۔

قاعدہ نمبر (۶۵)

اَلْعَرَبُ قَدْ تُعَلِّقُ الْأَمْرَ بِزَائِلٍ وَ الْمُرَادُ بِهِ التَّابِيْدُ۔ (۲)

حاصل قاعدہ

کبھی شئی مؤبد کو کسی غیر مؤبد شئی کے ساتھ مربوط کر دیا جاتا ہے اور مراد تابید ہوتی ہے۔

(۱) تفسیر الطبری: سورة التوبة آیت نمبر ۵۳ کے تحت، ج ۱۴ ص ۲۹۳

(۲) تفسیر الطبری: سورة هود آیت نمبر ۱۰۷ کے تحت، ج ۱۵ ص ۴۸۱/ تفسیر ابن کثیر: سورة هود آیت نمبر ۱۰۷ کے تحت، ج ۴ ص ۳۰۱

Marfat.com

تشریح

اہلِ عرب کبھی کسی حکم کو کسی زوال پذیر شئی پر معلق کر دیتے ہیں، مگر مراد اس سے دوام اور تابید کا معنی ہوتا ہے، مثلاً ایک شخص کہتا ہے: ''ھذا دائم دوام السموات و الأرض'' اس مثال میں دوام کو ارض وسماء کے دوام پر معلق کیا گیا ہے جو کہ زوال پذیر ہیں مگر اہلِ عرب تابید کو بتانے کے لئے یہ تعبیر ذکر کرتے ہیں، جیسے:

فَاَمَّا الَّذِیۡنَ شَقُوۡا فَفِی النَّارِ لَہُمۡ فِیۡہَا زَفِیۡرٌ وَّ شَہِیۡقٌ ﴿۱۰۶﴾ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ ؕ اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ ﴿۱۰۷﴾ وَ اَمَّا الَّذِیۡنَ سُعِدُوۡا فَفِی الۡجَنَّۃِ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الۡاَرۡضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ ؕ عَطَآءً غَیۡرَ مَجۡذُوۡذٍ ﴿۱۰۸﴾ (ھود)

ترجمہ: چنانچہ جو بدحال ہوں گے وہ دوزخ میں ہوں گے جہاں ان کے چیخنے چلانے کی آوازیں آئیں گی، یہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں، مگر یہ کہ تمہارے رب ہی کہ کچھ اور منظور ہو۔ یقیناً تمہارا رب جو ارادہ کرلے اس پر اچھی طرح عمل کرتا ہے۔

اور جو لوگ خوش حال ہوں گے وہ جنت میں ہوں گے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں، مگر یہ کہ تمہارے رب ہی کو کچھ اور منظور ہو۔ یہ ایک ایسی عطا ہوگی جو کبھی ختم ہونے میں نہیں آئے گی۔

تطبیق

اس میں اہلِ جہنم کا جہنم میں اور اہلِ جنت کا جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا آسمانوں اور زمینوں کے بقاء پر معلق کیا گیا جو زوال پذیر شئی ہے، مگر اس سے مقصود دوام اور تابید کا معنی ہے جیسا کہ ''خَالِدِیۡنَ فِیۡہَا'' کا جملہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔

Marfat.com

قاعدہ نمبر (٦٦)

اَلْعَطْفُ يَقْتَضِي الْمُغَايَرَةَ بَيْنَ الْمَعْطُوْفِ وَ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ مَعَ اِشْتِرَاكِهِمَا فِي الْحُكْمِ الَّذِيْ ذُكِرَ لَهُمَا۔ [1]

حاصل قاعدہ

عطف کا مقتضی معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مغایرت ہے گو حکم میں دونوں مشترک ہوں۔

تشریح

محض تغایرِ لفظی کی بناء پر عطف کرنا درست نہیں، عطف کے لئے معانی میں تغایر ضروری ہے، البتہ اس تغایر کے چند درجات ہیں۔

پہلا درجہ یہ ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ باہم متباین ہوں، یعنی ایک دوسرے کا نہ جزء ہو اور نہ دوسرے کے لئے لازم ہو، عطف کی یہ شکل سب سے زیادہ رائج ہے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان لزوم ہو یعنی معطوف، معطوف علیہ کا عین تو نہ ہو لیکن ایک کے ساتھ دوسرے کا شمول لازماً ہو جاتا ہو۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ جزء شئی کا عطف شئی پر کیا جائے۔

چوتھا درجہ یہ ہے کہ تغایرِ وصفی کو تغایرِ ذاتی کے قائم مقام کر دیا جائے یعنی ایک ہی شئی کی دو مختلف صفات ذکر کر کے ان کا باہم عطف کر دیا جائے، بایں خیال کہ گویا وہ دو ذات ہیں۔

تطبیق

مثال بر جزء اول: معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان تباین ہو:

---

(۱) مجموع الفتاوی: کتاب الإیمان، فصل: عطف الشيئ علی الشيئ فی القرآن... إلخ، ج۷ ص۱۷۲/ مختصر في قواعد التفسیر: المقصد التاسع، ص۱۵

Marfat.com

الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَهُمَا فِیۡ سِتَّةِ اَیَّامٍ (الفرقان:۵۹)

ترجمہ: وہ ذات جس نے چھ دن میں سارے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزیں پیدا کیں۔

''السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَیۡنَهُمَا'' یہاں ''السَّمٰوٰتِ، الۡاَرۡضَ، وَمَا بَیۡنَهُمَا'' تین مختلف اشیاء ہیں، ان کے درمیان تباین کی بناء پر عطف کیا گیا ہے کیونکہ آسمان وزمین اور ان کے مابین کی اشیاء سب الگ الگ ہیں، ایک دوسرے کے لئے جزیا ایک دوسرے کے لئے لازم نہیں ہیں۔

مثال بر جزء ثانی: معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان تلازم ہو:

وَلَا تَلۡبِسُوا الۡحَقَّ بِالۡبَاطِلِ وَتَکۡتُمُوا الۡحَقَّ وَ اَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۲﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: اور حق کو باطل کے ساتھ گڈمڈ نہ کرو، اور نہ حق بات کو چھپاؤ جبکہ (اصل حقیقت) تم اچھی طرح جانتے ہو۔

تلبیسِ حق اور کتمانِ حق دونوں دو الگ چیزیں ہیں، تاہم ایک کا وجود دوسرے کو مستلزم ہو جاتا ہے، وہ اس طور پر کہ باطل کے ساتھ حق کی تلبیس کرنے والا جتنا باطل کا اظہار کرے گا اسی قدر حق کا کتمان بھی ہوگا، اور کتمانِ حق کرنے والے کو لامحالہ حق کی جگہ باطل کو پیش کرنا ہوگا، اس طرح حق کی تلبیس بھی لازماً پائی جائے گی۔

مثال بر جزء ثالث: جزء شئی کا شئی پر عطف:

حٰفِظُوۡا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الۡوُسۡطٰی ٭ وَ قُوۡمُوۡا لِلّٰهِ قٰنِتِیۡنَ ﴿۲۳۸﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: تمام نمازوں کا پورا پورا خیال رکھو اور (خاص طور) درمیانی والی نماز کا، اور اللہ کے سامنے باادب فرماں بردار بن کر کھڑے ہوا کرو۔

صلاۃِ وسطیٰ صلوات کا ایک فرد ہے پس عطف الجزء علی الکل کی قبیل سے ہے۔

مثال بر جزء رابع: تغایر صفت کو تغایر ذات کے قائم مقام کر دیا جائے:

سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَی ۙ﴿۱﴾ الَّذِیۡ خَلَقَ فَسَوّٰی ۪ۙ﴿۲﴾ وَ الَّذِیۡ قَدَّرَ فَهَدٰی ۪ۙ﴿۳﴾

Marfat.com

وَ الَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الۡمَرۡعٰی ۪ۙ (الأعلیٰ)

ترجمہ: اپنے پروردگار کے نام کی تسبیح کرو جس کی شان سب سے اونچی ہے، جس نے سب کچھ پیدا کیا، اور ٹھیک ٹھیک بنایا، اور جس نے ہر چیز کو ایک خاص انداز دیا، پھر راستہ بتایا، اور جس نے سبز چارہ (زمین سے) نکالا۔

یہ سب صفات ایک ذات حق جل مجدہ کی ہیں مگر ان کے درمیان عطف کیا گیا ہے، صفات کے تغایر کے پیش نظر۔

جزءاوّل سے متعلق

۱..... مَنۡ کَانَ عَدُوًّا لِّلّٰہِ وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَ جِبۡرِیۡلَ وَ مِیۡکٰلَ فَاِنَّ اللّٰہَ عَدُوٌّ لِّلۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۹۸﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: کوئی شخص اللہ کا، اس کے فرشتوں اور رسولوں کا، اور جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہے تو (وہ سن رکھے کہ) اللہ کافروں کا دشمن ہے۔

۲..... وَ اَنۡزَلَ التَّوۡرٰىۃَ وَ الۡاِنۡجِیۡلَ ۙ﴿۳﴾ مِنۡ قَبۡلُ ہُدًی لِّلنَّاسِ وَ اَنۡزَلَ الۡفُرۡقَانَ ۬ؕ (آل عمران:۳،۴)

ترجمہ: اور اسی نے تورات وانجیل اُتاریں جو اس سے پہلے لوگوں کے لئے مجسم ہدایت بن کر آئی تھیں، اور اسی نے حق وباطل کو پرکھنے کا معیار نازل کیا۔

یہ دونوں آیات پہلے جزء سے متعلق ہیں یعنی معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان تغایر ہے، پہلی آیت میں جبرئیل اور میکائیل کے درمیان عطف تغایر کے لئے ہے۔

جزءثانی سے متعلق

۱..... وَ مَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الۡہُدٰی وَ یَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی (النساء:۱۱۵)

ترجمہ: اور جو شخص اپنے سامنے ہدایت واضح ہونے کے بعد بھی رسول کی مخالفت کرے، اور مومنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے، اس کو ہم اسی راہ کے حوالے کریں گے جو اس نے خود اپنائی ہے۔

Marfat.com

۲..... وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (النساء: ۱۳۶)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ کا، اس کے فرشتوں کا، اس کی کتابوں کا، اس کے رسولوں کا اور یوم آخرت کا انکار کرے۔

یہ دونوں آیات جزء ثانی سے متعلق ہیں یعنی معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان ایک گنا تلازم ہے۔ پہلی آیت میں جو رسول کی مخالفت کرے گا تو لازماً وہ ایمان والوں کی راہ کی بھی مخالفت کرے گا۔ دوسری آیت میں جو اللہ کا انکار کرے گا لازماً وہ ملائکہ، کتابیں اور رسولوں کی بھی مخالفت کرے گا۔

جزءثالث کے متعلق

۱..... وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰى وَعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ (الأحزاب: ۷)

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) وہ وقت یاد رکھو جب ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا تھا، اور تم سے بھی، اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے بھی۔

۲..... وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِیَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا (الأحزاب: ۲۷)

ترجمہ: اور اللہ نے تمہیں ان کی زمین کا، ان کے گھروں کا اور ان کی دولت کا وارث بنا دیا، اور ایک ایسی زمین کا بھی جس تک ابھی تمہارے قدم نہیں پہنچے۔

یہ دونوں آیات تیسرے جزء سے متعلق ہیں یعنی جزء شئ کا عطف شئ پر کیا جائے۔ پہلی آیت میں ہم نے تمام نبیوں سے وعدہ لیا، اب اس میں سارے انبیاء شامل تھے، پھر آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ علیہم السلام کا عطف کیا گیا، تو یہ عطف الجزء علی الکل ہے۔ دوسری آیت میں ہم نے تمہیں زمین کا وارث بنایا اس میں ساری زمین شامل ہے پھر آگے فرمایا: وہ زمین جس تک ابھی تمہارے قدم نہیں پہنچے یعنی خیبر کی زمین، اس میں خوش خبری تھی کہ کچھ عرصے میں مسلمان اس زمین کو بھی فتح کر لیں گے، تو یہاں بھی خیبر کی زمین کا عطف، یہ عطف الجزء علی الکل کے قبیل سے ہے۔

Marfat.com

جزءِ رابع سے متعلق

ا.....الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ (البقرۃ)

ترجمہ: جو بے دیکھی چیزوں پر ایمان لاتے ہیں، اور نماز قائم کرتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے (اللہ کی خوشنودی کے کاموں میں) خرچ کرتے ہیں، اور جو اس (وحی) پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ پر اتاری گئی اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری گئی، اور آخرت پر وہ مکمل یقین رکھتے ہیں۔

یہ آیت جزء رابع سے متعلق ہے یعنی تغایر صفت کو تغایر ذات کے قائم مقام کر دیا جائے، ان دو آیات میں یہ سب صفات متقین کی بیان کی گئی ہیں، صفات کے تغایر کی وجہ سے ان کے درمیان حرفِ عطف لایا گیا ہے، یہاں ایک ہی جماعت یعنی متقین کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں لیکن درمیان میں حرفِ عطف صفات کے تغایر کی وجہ سے لایا گیا ہے۔

قاعدہ نمبر (٦٧)

اَلْغَالِبُ فِی الْقُرْآنِ وَفِیْ كَلَامِ الْعَرَبِ اَنَّ الْجَوَابَ الْمَحْذُوْفَ يُذْكَرُ قَبْلَهٗ مَا يَدُلُّ عَلَيْهِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

اکثر و بیشتر قرآن اور کلامِ عرب میں ایسا ہوتا ہے کہ جوابِ محذوف سے پہلے کوئی ایسا قرینہ مذکور ہوتا ہے جو اس پر دال ہوتا ہے۔

مثال.....وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ۗ (الرعد: ۳۱)

(۱) اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن: سورۃ یوسف آیت نمبر ۲۴ کے تحت، ج۲ ص ۲۰۸

Marfat.com

ترجمہ: اور اگر کوئی قرآن ایسا بھی اُترتا ہے جس کے ذریعے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیئے جاتے، یا اس کی بدولت زمین شق کر دی جاتی (اور اس سے دریا نکل پڑتے) یا اس کے نتیجے میں مردوں سے بات کر لی جاتی (تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے)۔

''جواب الآیۃ محذوف تقدیرہ لکفرتم بالرحمن'' اور اس جواب پر اس سے پہلی کی آیت ''وھم یکفرون بالرحمن'' دلالت کر رہی ہے۔

ترجمہ: اور یہ لوگ اس ذات کی ناشکری کر رہے ہیں جو سب پر مہربان ہے۔

اس آیت میں ان چند معجزات کا ذکر ہے جن کی فرمائش مکہ مکرمہ کے کافر لوگ کیا کرتے تھے کہ مکہ مکرمہ کے اردگرد ہیں جو پہاڑ ہیں ان کو ہٹا دو، یہاں کی زمین شق کر کے یہاں سے دریا نکال دو، ہمارے باپ دادوں کو زندہ کر کے ان سے ہماری بات کرا دو، اس آیت میں فرمایا گیا کہ اگر بالفرض یہ بے ہودہ مطالبات پورے بھی کر دیئے جاتے تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے۔ اب یہاں جواب محذوف ہے ''لکفرتم بالرحمن'' اور اس پر قرینہ اس سے پہلی آیت میں ''وھم یکفرون بالرحمن'' کے الفاظ ہیں۔

قاعدہ نمبر (۶۸)

اَلْفَاظُ الشَّارِعِ مَحْمُوْلَةٌ عَلَى الْمَعَانِي الشَّرْعِيَّةِ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ فَالْعُرْفِيَّةُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ فَاللُّغْوِيَّةُ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

نصوص (الفاظ شرعیہ) کو سب سے پہلے معانی شرعیہ پر محمول کیا جائے گا، وہ نہ ہوں تو معانی عرفیہ پر، وہ نہ ہوں تو معانی لغویہ پر۔

(۱) البرهان في علوم القرآن: النوع الحادي والأربعون، ج۲ ص۱۶۷/ فتح الباري: كتاب الآذان، باب وجوب القرائة للإمام والمأموم... إلخ، ج۲ ص۲۳۷

Marfat.com

تشریح

اہلِ علم کے ہاں ایک ضابطہ ہے ''کل من کان لہ عرف یحمل کلامہ علی عرفہ'' ہر صاحب کلام کے کلام کو اس کے عرف پر محمول کیا جائے گا، مذکورہ قاعدہ اسی ضابطہ پر متفرع ہے۔

قاعدہ کا حاصل یہ ہے کہ کسی لفظ کا من جانب الشارع کوئی معنی متعین نہ ہو مگر عرف میں وہ ایک خاص معنی میں مستعمل ہوتا ہو تو اس کو اسی معنی پر محمول کیا جائے گا، اس طرح اگر کسی لفظ کا کوئی خاص معنی شریعت کی جانب سے متعین نہ ہو، نہ ہی عرف میں وہ کسی خاص معنی میں استعمال ہوتا ہو ایسے الفاظ کو ان کے لغوی معنی پر محمول کیا جائے گا۔

فائدہ

یہ قاعدہ اس صورت میں ہے جب کہ تینوں معانی میں سے کسی معنی کی تعیین پر قرینہ نہ ہو البتہ کوئی قرینہ ہو تو حسبِ قرینہ معنی مراد ہوگا۔

مثال بر جزءِ اول: لفظ معنی شرعی اور معنی لغوی کے درمیان دائر ہو:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا (التوبۃ:۸۴)

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) ان (منافقین) میں سے جو کوئی مر جائے تو تم اس پر کبھی نمازِ (جنازہ) مت پڑھنا۔

یہاں لفظ صلاۃ وارد ہے اس کا معنی لغوی ''دعا'' ہے اور معنی شرعی ''نماز'' ہے، اور نماز سے مراد یہاں نماز جنازہ ہے، یہاں ''صلوۃ'' کے صلے میں ''علی'' ہے اور آگے ''مات'' کے لفظ سے متعین ہے کہ یہاں نماز سے مراد نمازِ جنازہ ہے۔

مثال بر جزءِ ثانی: لفظ معنی عرفی کے اور معنی لغوی کے درمیان دائر ہوا:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا (الزمر:۴۲)

ترجمہ: اللہ تمام روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کر لیتا ہے، اور جن کو ابھی موت نہیں آئی ہوتی، ان کو بھی ان کی نیند کی حالت میں (قبض کر لیتا ہے)۔

Marfat.com

توفی کا ایک معنی لغوی ہے اور ایک معنی عرفی:

لغوی معنی ''کسی چیز کو پورا پورا لے لینا'' اس اعتبار سے توفی کا معنی ہوگا روح اور جسم دونوں کو قبض کر لینا، مگر اس کا معنی عرفی اس کے علاوہ ہے یعنی عرف میں صرف اخذِ روح پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، پس لفظ توفی چونکہ معنی لغوی اور معنی عرفی کے درمیان دائر ہے اس لئے قاعدہ مذکورہ کی بنیاد پر معنی عرفی کو لیا جائے گا اور معنی لغوی کو ترک کر دیا جائے گا۔

مثال بر جزء ثالث: لفظ معنی شرعی اور لغوی کے درمیان دائر ہو مگر معنی لغوی پر قرینہ موجود ہو:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ (التوبة: ۱۰۳)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) ان لوگوں کے اموال میں سے صدقہ وصول کرلو جس کے ذریعے تم انہیں پاک کر دو گے اور ان کے لئے باعثِ برکت بنو گے، اور ان کے لئے دعا کرو۔

صلاۃ کا ایک معنی لغوی (دعا) ہے، اور ایک معنی شرعی (نماز) ہے، پس از روئے قاعدہ معنی شرعی مراد ہونا چاہئے، مگر یہاں معنی لغوی کے مراد ہونے پر قرینہ ہے، وہ قرینہ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی صدقہ لے کر آتا تو صدقہ لانے والے کو دعا دیتے۔ ایک مرتبہ میرے والد صدقے کا مال لے کر آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ اَبِيْ اَوْفٰى''(۱)

قاعدہ نمبر (٦٩)

اَلْفِعْلُ فِيْ سِيَاقِ النَّفْيِ وَ مَا فِيْ مَعْنَاهُ يُفِيْدُ الْعُمُوْمَ۔ (۲)

---

(۱) صحيح البخاري: كتاب الزكاة، باب صلاة الإمام ودعائه لصاحب الصدقة، ج۲ ص۱۲۹، رقم الحديث: ۱۴۹۷

(۲) شرح تنقيح الفصول: الباب السادس في العمومات، الفصل الأول، ج۱ ص۱۸۴

Marfat.com

حاصل قاعدہ

فعل جب نفی اور ملحقاتِ نفی کے تحت واقع ہو تو عموم کا فائدہ دیتا ہے۔

تشریح

قاعدہ مذکورہ میں فعل سے مراد فعلِ امر، فعلِ ماضی، فعلِ مضارع تینوں افعال ہیں، اور ملحقاتِ نفی سے نہی، شرط، استفہام مراد ہے، اور اس قاعدے کا مطلب یہ ہے کہ افعالِ ثلاثہ مذکورہ میں سے کوئی بھی فعل، نفی، استفہام اور شرط میں سے کسی کے تحت آئے گا تو اس فعل میں عموم کا معنی پیدا ہو جائے گا۔

فعل تحت النفی کی مثال

وَ لَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿٦٩﴾ (طٰه)

ترجمہ: اور جادوگر چاہے کہیں چلا جائے، اسے فلاح نصیب نہیں ہوتی۔

اس آیت میں ''یُفْلِحُ'' فعل مضارع نفی کے تحت واقع ہوا ہے، لہٰذا یہ عموم کا فائدہ دے گا، اور یہاں ہر قسم کے فلاح کی نفی ہو رہی ہے۔

فعل تحت النہی کی مثال

وَ لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ (البقرۃ:۱۹۵)

ترجمہ: اور اپنے آپ کو خود اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو۔

اس آیت میں ''تُلْقُوْا'' فعلِ مضارع ہے اور نہی کے تحت واقع ہوا ہے لہٰذا یہ عموم کا فائدہ دے گا، مطلب یہ کہ اپنے آپ کو کسی بھی قسم کی ہلاکت میں مت ڈالو، یہاں ہر قسم کی ہلاکت میں پڑنے سے روکا جا رہا ہے۔

فعل تحت الشرط کی مثال

اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً (الممتحنۃ:۲)

ترجمہ: اگر تم ان کے ہاتھ آ جاؤ تو وہ تمہارے دشمن بن جائیں گے۔

Marfat.com

اس آیت میں ''یَثْقَفُوْ کُمْ'' فعل مضارع ہے اور ''اِنْ'' حرفِ شرط کے تحت واقع ہوا ہے، ''اِنْ یَّثْقَفُوْ کُمْ'' میں عموم ہے، اس میں ہر قسم کی قدرت مراد ہے، اگر کسی بھی وقت ان کو کسی بھی قسم کی تمہارے اوپر قدرت حاصل ہو جائے تو تمہارے دشمن بن جائیں گے۔

قاعدہ نمبر (۷۰)

اَلْقُرْآنُ مُشْتَمِلٌ عَلٰی اُصُوْلِ الدِّیْنِ دَلَائِلِہٖ وَ مَسَائِلِہٖ اَمَّا تَعْرِیْفُہٗ لِلْاَحْکَامِ فَاَکْثَرُہٗ کُلِّیٌّ لَا جُزْئِیٌّ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

قرآنِ کریم دین کے اصول اور اس کے دلائل و مسائل پر مشتمل ہے، اور احکام کے باب میں قرآن کے اکثر ارشادات قانونِ کلی کی حیثیت رکھتے ہیں نہ کہ قضیہ جزئیہ کی۔

تشریح

دین کے اصول وکلیات کا قرآنِ عزیز میں کلی وشافی بیان ہے، یعنی ان اصول کو دلائل کے ساتھ اچھی طرح واضح کیا گیا ہے، نیز ان اصول تک پہنچنے کے طریقے بھی بیان کر دیئے گئے۔ اصولِ دین سے مراد مسائل اعتقادیہ قطعیہ ہیں۔

جہاں تک احکام کی بات ہے تو قرآن کے بیان کردہ اکثر احکام قانونِ کلی کی حیثیت رکھتے ہیں، یعنی کسی شخص یا کسی خاص حالت اور زمانہ کے ساتھ خاص نہیں ہیں، نیز ان کے بیان میں شرائط وارکان کا استیعاب اور موانع وعوارض کے ذکر کا التزام نہیں کیا گیا ہے، اور اس کی ذمہ داری خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو سونپ دی گئی، اسی لئے احادیث مبارکہ قرآنِ مقدس کی شرح وتفسیر کہلاتی ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کی تفسیر کے لئے احادیث کی مراجعت کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں، اگر کسی آیت کی تفسیر احادیث میں نہ ملے تو

---

(۱) الموافقات: کتاب الأدلة الشرعية، الدليل الأول، ج۳ ص ۱۸۰ -

Marfat.com

اقوالِ سلف پر نظر کی جائے ورنہ پھر عربی زبان کے اسالیب وقواعد کی رو سے حل کیا جائے۔

الغرض قرآنِ کریم اپنے اختصار کے ساتھ جامع اور کافی کتاب ہے، جس میں دین کے اصول وکلیات سمو دیے گئے ہیں۔

تطبیق مثال: اصول دین سے متعلق

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِـيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــــُٔـوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَھُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ (البقرة)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو سدا زندہ ہے، جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے، جس کو نہ کبھی اونگھ لگتی ہے نہ نیند۔ آسمانوں میں جو کچھ ہے (وہ بھی) اور زمین میں جو کچھ ہے (وہ بھی) سب اسی کا ہے کون ہے جو اس کے حضور اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کر سکے؟ وہ سارے بندوں کے تمام آگے پیچھے کے حالات خوب جانتا ہے، اور وہ لوگ اس کے علم کی کوئی بات اپنے علم کے دائرے میں نہیں لا سکتے، سوائے اس بات کے جسے وہ خود چاہے، اس کی کرسی نے سارے آسمانوں اور زمین کو گھیرا ہوا ہے، اور ان دونوں کی نگہبانی سے اسے ذرا بھی بوجھ نہیں ہوتا، اور وہ بڑا عالی مقام، صاحبِ عظمت ہے۔

یہ آیت دین کے اصول پر مشتمل ہے یعنی اس میں ذات اور صفات باری تعالیٰ کی تفاصیل موجود ہیں۔

فائدہ: علامہ احمد بن منیر اسکندری رحمہ اللہ (متوفی ۶۸۳ھ) نے ''الانتصاف فیما تضمنہ الکشاف من الاعتزال'' جو تفسیر کشاف کے ساتھ حاشیہ کی صورت میں چھپا ہوا

Marfat.com

ہے، اس حاشیے میں اس آیت کے تحت یہ فرماتے ہیں کہ آیت الکرسی میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر سولہ مرتبہ آیا ہے، بعض جگہ صراحت کے ساتھ، بعض جگہ ضمائر کی صورت میں، اور بعض مواقع میں صفات کی صورت میں، قرآنِ کریم کی کسی اور آیت میں اس طرح موجود نہیں ہے۔

۱..... لفظ ''اَللّٰہُ'' ۲..... ''ھُوَ'' ضمیر ۳..... ''اَلْحَیُّ'' ۴..... ''اَلْقَیُّوْمُ'' ۵..... ''لَا تَاْخُذُہٗ'' کی ضمیر ۶..... ''لَہٗ'' کی ضمیر ۷..... ''عِنْدَہٗٓ'' کی ضمیر ۸..... ''اِلَّا بِاِذْنِہٖ'' کی ضمیر ۹..... ''یَعْلَمُ'' میں موجود ضمیر ۱۰..... ''عِلْمِہٖٓ'' کی ضمیر ۱۱..... ''شَآءَ'' میں موجود ضمیر ۱۲..... ''کُرْسِیُّہُ'' میں موجود ضمیر ۱۳..... ''وَلَا یَئُوْدُہٗ'' میں موجود ضمیر ۱۴..... ''ھُوَ'' ۱۵..... ''اَلْعَلِیُّ'' ۱۶..... ''اَلْعَظِیْمُ''۔ (۱)

تطبیق مثال: احکام اور فروع سے متعلق

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ﴿۴۳﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

یہاں نماز اور زکوٰۃ کے متعلق ایک قانونِ کلی کو بیان کیا گیا کہ انہیں بجالاؤ، اس کے شرائط وارکان اور جزئیات وفروع سے تعرض نہیں کیا گیا۔

قاعدہ نمبر (۱۷)

اَلْکَلِمَۃُ اِذَا احْتَمَلَتْ وُجُوْھًا لَمْ یَکُنْ لِاَحَدٍ صَرْفُ مَعْنَاھَا اِلٰی بَعْضِ وُجُوْھِھَا دُوْنَ بَعْضٍ اِلَّا بِحُجَّۃٍ۔ (۲)

حاصل قاعدہ

جہاں چند معانی کا احتمال ہو تو کسی ایک معنی کی تعیین دلیل کے بغیر نہیں ہوگی۔

---

(۱) الانتصاف علی الکشاف: سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۵۵ کے تحت، ج ۱ ص ۳۲۹

(۲) تفسیر الطبری: سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۶ کے تحت، ج ۱ ص ۳۱۵

Marfat.com

مثال مع تطبیق

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَٰلَةَ بِالْهُدَىٰ (البقرة:۱۷۵)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اور مغفرت کے بدلے عذاب کو ترجیح دی ہے (یا اختیار کیا ہے)۔

آیت کریمہ میں لفظ "اشتراء" وارد ہے جس کے متعدد معانی ہیں۔

اول: "اعتیاض شیئ ببذل شیئ مکانہ عوضامنہ" یعنی ایک شئ دے کر دوسری شئ اس کے عوض میں لینا۔

دوم: "الاختیار و الاستحباب" یعنی ایک شئ کو دوسری شئ کے مقابلہ میں ترجیح دینا۔

سوم: "مطلقاً ایک شئ کو لینا دوسری شئ کو چھوڑ دینا"۔

ان معانی ثلثہ کا بیک وقت آیت میں مراد لینا درست نہیں ہے۔ لہٰذا معنی مرادی کی تعیین کی ضرورت ہوگی اور دلیل کے بغیر کسی ایک معنی کی تعیین نہیں کی جا سکتی، اور دلیل کا پہلو یہاں پر یہ ہے کہ پہلا معنی مراد لینا صحیح نہیں ہوگا کیونکہ یہ آیت منافقین کے متعلق ہے۔ اور ان لوگوں کے پاس ہدایت تھی ہی نہیں کہ اس کو دے کر اس کے عوض میں ضلالت لیتے، ہاں دوسرا اور تیسرا معنی معتبر ہے یعنی ان لوگوں نے ہدایت کے مقابلہ میں ضلالت کو ترجیح دی یا یہ کہ ان کے سامنے دونوں چیزیں تھیں ایک کو قبول کیا دوسرے کو چھوڑ دیا۔

قاعدہ نمبر (۷۲)

اَلْمُحْتَرَزَاتُ فِی الْقُرْآنِ تَقَعُ فِی کُلِّ الْمَوَاضِعِ عِنْدَ الْحَاجَةِ إِلَيْهَا۔[1]

حاصل قاعدہ

خلافِ مقصود واہمہ کو قرآن حسبِ ضرورت دفع کر دیتا ہے۔

---

(۱) القواعد الحسان لتفسیر القرآن: القاعدة السابعة والعشرون، ص ۸۱

Marfat.com

تطبیق مثال

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَ لَهٗ كُلُّ
شَیْءٍ (النمل: ۹۱)

ترجمہ: (اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ) مجھے تو یہی حکم ملا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اس شہر کو حرمت بخشی ہے، اور ہر چیز کا مالک وہی ہے۔

اس آیت میں ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر یعنی مکہ مکرمہ کے رب کی عبادت کروں، اب یہ سوال ہو سکتا تھا کہ اس کی عبادت کیوں کی جائے؟ تو ''وَ لَهٗ كُلُّ شَیْءٍ'' سے اس کا جواب دے دیا کہ تمام چیزوں پر ملکیت اس کی ہے اور اسی کے لئے تمام اختیارات ثابت ہیں لہذا وہی عبادت کا مستحق ہے۔

مثال نمبر ۲..... لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ (النساء: ۹۵)

ترجمہ: برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں۔

یہاں یہ وہم ہو سکتا ہے کہ معذورین بھی مجاہد فی سبیل اللہ کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے اس لئے ''غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ'' کہہ کر فوراً اس کا دفعیہ کر دیا۔

مثال نمبر ۳..... وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ۞ (النمل)

ترجمہ: اور نہ بہروں کو اپنی آواز سنا سکتے ہیں (خصوصاً) جب وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں۔

یہاں یہ بات ذہن میں آسکتی تھی کہ بہروں کو پکار نہیں سنائی جاسکتی اشارہ تو سمجھایا جاسکتا ہے، اس کو دور کرنے کے لئے فوراً ذکر کر دیا ''اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ''

مثال نمبر ۴..... فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ ۚ وَ كُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا (الانبیاء: ۷۹)

ترجمہ: چنانچہ اس فیصلے کی سمجھ ہم نے سلیمان کو دے دی، اور (ویسے) ہم نے دونوں ہی کو حکمت اور علم عطا کیا تھا۔

Marfat.com

یہاں وہم ہو رہا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے مقابلے میں حضرت داود علیہ السلام کی شان اور منزلت کم تھی، اس لئے فوراً ذکر کر دیا ''وَ کُلًّا اٰتَیْنَا حُکْمًا وَّ عِلْمًا''

قاعدہ نمبر (۷۳)

اَلْمُطْلَقُ یُحْمَلُ عَلَی الْکَامِلِ۔[۱]

حاصل قاعدہ

مطلق کو فردِ کامل پر محمول کیا جائے گا۔

مثال: ''انما امرت ان اعبد رب هذه البلدة'' اس میں ''البلدة'' سے مراد مکہ مکرمہ ہے، جیسا کہ البیت بول کر کعبہ مراد لیا جاتا ہے کیونکہ وہ بیت کے افراد میں فردِ کامل ہے۔

قاعدہ نمبر (۷۴)

اَلنَّفْیُ الْمَقْصُوْدُ بِهِ الْمَدْحُ لَا بُدَّ مِنْ اَنْ یَّکُوْنَ مُتَضَمِّنًا لِاِثْبَاتِ کَمَالِ ضِدِّہٖ۔

حاصل قاعدہ

مقامِ مدح میں کی گئی نفی اپنی ضد کے کمال کو ثابت کرتی ہے۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

کان عامة ما وصف الله به نفسه من النفی متضمنا لإثبات مدح کقوله تعالیٰ: الله لا إله إلا هو الحی القیوم لا تاخذه سنة و لا نوم: فنفی السنة والنوم: یتضمن کمال الحیاة و القیام، فهو مبین لکمال انه الحی القیوم۔[۲]

---

(۱) فتح الباری: کتاب الإیمان، باب أمور الإیمان، قوله باب، ج۱ ص۵۳/ تبیین الحقائق: کتاب الجنایات، فصل قطع ید رجل ثم قتله، ج۶ ص۱۲۴

(۲) مجموع الفتاوی: اعتقاد السلف، القاعدة الأولی، ج۳ ص۳۶

Marfat.com

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (متوفی ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

إن كل ما نفاه الله عن نفسه هو لإثبات كمال ضده۔[1]

علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (متوفی ۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

كل نفي ياتي في صفات الله تعالىٰ في الكتاب والسنة إنما هو لثبوت كمال ضده۔[2]

تشریح

نفی نام ہے عدم الشئی کا، اور عدم کوئی شئی نہیں ہے اس لئے صفات سلبیہ جب مقامِ مدح میں واقع ہوتی ہیں تو وہاں اس کی ضد (صفتِ مثبت) کا فردِ کامل مراد ہوتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ سے نوم کی نفی کی گئی ہے تو وہاں مقصود اس کی ضد یعنی کمالِ یقظ کو ثابت کرنا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے بیداری کامل درجہ کی ثابت ہے۔

مثال..... وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ (الفرقان: ۵۸)

ترجمہ: اور تم اس ذات پر بھروسہ رکھو جو زندہ ہے، جسے کبھی موت نہیں آئے گی۔

یہ آیت مقامِ مدح میں واقع ہے، اور یہاں اللہ تعالیٰ سے موت کی نفی کی گئی ہے لہذا اس کی ضد یعنی کمال حیات اللہ کے لئے ثابت ہوگی، اس ذات پر بھروسہ کرو جس کے لئے حیات کامل طور پر ثابت ہے۔ یہاں موت کی نفی ہے مقصود کمالِ حیات کو بتلانا ہے۔

مثال نمبر ۲..... وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ﴿٤٩﴾ (الکہف)

ترجمہ: اور تمہارا پروردگار کسی پر کوئی ظلم نہیں کرے گا۔

اس آیت میں ظلم کی نفی ہے مقصود کمالِ عدل کو ثابت کرنا ہے۔

مثال نمبر ۳..... ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ (البقرۃ: ۲)

ترجمہ: یہ کتاب ایسی ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

---

(۱) الصواعق المرسلة: الفصل الرابع والعشرون، ج۳ص ۱۰۲۳

(۲) شرح العقيدة الطحاوية: المراتب الثلاثة اللتي لا بد منها في كل خطاب، ج۱ ص ۱۰۶

Marfat.com

یہاں شک کی نفی ہے مطلب یہ ہے کہ کتاب اللہ یقینی طور پر اللہ تعالی کی کتاب ہے، اس کی صحت اور مضامین کی حقانیت اور عند اللہ ہونے میں کوئی ادنی شبہ بھی نہیں ہے، تو یہاں ریب کی نفی سے مقصود کمالِ جزم کو ثابت کرنا ہے۔

مثال نمبر ۴..... لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا (البقرۃ:۲۷۳)

ترجمہ: وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے۔

تو یہاں لوگوں سے سوال کی نفی ہے تو مقصود اس کی ضد یعنی وہ اللہ کے سامنے آہ وزاری کرکے دستِ سوال پھیلاتے ہیں، لوگوں سے لپٹ کر کے نہیں مانگتے بلکہ وہ اللہ سے مانگتے ہیں۔

قاعدہ نمبر (۷۵)

اَلنَّكِرَةُ إِذَا تَكَرَّرَتْ دَلَّتْ عَلَى التَّعَدُّدِ بِخِلَافِ الْمَعْرِفَةِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

نکرہ جب مکرر ہو تو تعدد پر دلالت کرتا ہے بخلاف معرفہ کے۔

تشریح

کوئی اسم جب دو مرتبہ ذکر کیا جائے تو اس کی چار صورتیں بنتی ہیں:

۱.....اعادہ معرفہ بصورتِ معرفہ یعنی دونوں مرتبہ معرفہ ذکر کیا جائے۔

۲.....اعادہ نکرہ بصورتِ نکرہ یعنی دونوں مرتبہ نکرہ ذکر کیا جائے۔

۳.....اعادہ نکرہ بصورتِ معرفہ یعنی پہلے نکرہ لایا جاوے پھر معرفہ۔

۴.....اعادہ معرفہ بصورتِ نکرہ یعنی پہلے معرفہ لایا جائے پھر نکرہ۔

اگر دونوں مرتبہ معرفہ لایا جائے تو عموماً اسمِ ثانی سے اسمِ اول ہی مراد ہوتا ہے، اور اگر

(۱) فتح الباری: كتاب الجمعة، باب انتقام الرب عز وجل من خلقه بالقحط، ج۲ ص۵۰۴/ نيل الأوطار: كتاب الاستسقاء، باب ما يقول وما يصنع الخ، ج۴ ص۱۹

Marfat.com

دونوں مرتبہ نکرہ لایا جاوے تو عموماً اسمِ ثانی سے اسمِ اول کا غیر مراد ہوتا ہے۔ اور اگر پہلی مرتبہ نکرہ اور دوسری مرتبہ معرفہ واقع ہو تو اسمِ ثانی سے اسمِ اول ہی مراد ہوتا ہے، اور اگر پہلی مرتبہ معرفہ اور دوسری مرتبہ نکرہ ہو تو قرینہ کے مطابق مراد متعین کی جاتی ہے۔

فائدہ: مختلف صورتوں کے جو مختلف احکام پیش کئے گئے یہ سب عمومی اور اکثری ہیں کبھی قرائن وعوارض کی وجہ سے اس کے خلاف بھی ہوتا ہے۔

اعادہ معرفہ بصورت معرفہ کی مثال

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ۬ (الفاتحۃ)

ترجمہ: ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرما، ان لوگوں کے راستے کی جن پر تو نے انعام کیا ہے۔

اس میں صراط دو مرتبہ واقع ہوا ہے اور دونوں معرفہ ہے، صراط اول معرفہ ہے الف لام کی وجہ سے، اور صراط ثانی اضافت الی المعرفۃ کی وجہ سے، لہٰذا صراطِ ثانی سے صراطِ اول ہی مراد ہے، مختصر یہ ہے کہ دونوں صراط سے صراط مستقیم ہی مراد ہے۔

اعادہ نکرہ بصورت نکرہ کی مثال

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ (الروم: ۵۴)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے تمہاری تخلیق کی ابتداء کمزوری سے کی، پھر کمزوری کے بعد طاقت عطا فرمائی، پھر طاقت کے بعد (دوبارہ) کمزوری اور بڑھاپا طاری کر دیا۔

یہاں نکرہ کا اعادہ نکرہ سے ہے، لہٰذا ہر جگہ مراد مختلف ہے، ضُعف اول سے مراد یا تو نطفہ ہے یا مٹی ہے اور ضعف ثانی سے مراد جنین ہونے کی حالت کا ضعف ہے یا ولادت کے بعد طفولیت کے زمانہ کا ضعف ہے، اور ضعف ثالث سے مراد بڑھاپے کا ضعف ہے۔

Marfat.com

مقامِ واحد میں معرفہ نکرہ دونوں کا اعادہ معرفہ ونکرہ ہر دو صورت میں

قرآن کریم کی آیت ''فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ؕ﴿۶﴾'' کے اندر معرفہ اور نکرہ دونوں کا تکرار یکجا واقع ہے ''عسر'' دو مرتبہ آیا ہے اور دونوں مرتبہ معرفہ اور ''یسر'' دو مرتبہ آیا ہے اور دونوں مرتبہ نکرہ، لہٰذا قاعدہ مذکورہ کی روشنی میں ''عسر'' ثانی سے مراد ''عسر'' اول ہی ہے اور ''یسر'' ثانی سے مراد ''یسر'' اول کا غیر ہے۔

پس نتیجہ یہ نکلا کہ ایک ''عسر'' کے مقابلے میں دو یسر ہے، اور یہی بات روایت سے بات بھی ثابت ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور اس میں یہ جملہ لکھا: ''لن یغلب عسر یسرین''[۱]

یعنی ایک مشکل دو آسانیوں پر غالب نہیں ہوسکتی۔

اسم اول کے نکرہ اور اسم ثانی کے معرفہ واقع ہونے کی مثال

كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ؕ﴿۱۵﴾ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ

(المزمل:۱۵، ۱۶)

ترجمہ: جیسے ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول (موسیٰ) کو بھیجا، پس فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی۔

اس میں ''رسول'' دو مرتبہ آیا ہے، اور موخر الذکر ''الرسول'' سے اول الذکر ہی رسول مراد ہے یعنی دونوں جگہوں پر ایک ہی رسول مراد ہے اور وہ رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

اسم اول معرفہ اور اسم ثانی نکرہ واقع ہونے کی مثال

یہ بات گزر چکی کہ اس قسم میں قرینہ کے ذریعہ مراد متعین کی جاتی ہے اور قرینہ دو قسم کا ہوتا ہے:

۱.....وہ قرینہ جو مغایرت پر دلالت کرے۔ ۲.....وہ قرینہ جو اتحاد پر دلالت کرے۔

---

(۱) موطا مالك: كتاب الجهاد، باب الترغيب في الجهاد، ج۲ ص۴۴۶

Marfat.com

مغایرت پر دلالت کا قرینہ

وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَةٍ ؕ (الروم:۵۵)

ترجمہ: اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرمین قسمیں کھائیں گے کہ وہ (دنیا) میں نہیں رہے مگر ایک گھڑی۔

اس میں ''الساعة'' دو مرتبہ وارد ہے اول معرفہ، ثانی نکرہ، اور سیاقِ مضمون مغایرت پر دلالت کرتا ہے یعنی دونوں ساعت کی مراد جدا جدا ہے۔ ساعتِ اول سے مراد قیامت ہے اور ساعتِ ثانی سے مراد وقت اور زمانہ ہے۔

قرینہ دالہ علی الاتحاد کی مثال

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ۚ﴿۲۷﴾ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾ (الزمر)

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کی خاطر ہر قسم کی مثالیں بیان کی ہیں، تاکہ لوگ سبق حاصل کریں، یہ عربی قرآن جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں تاکہ لوگ تقوی اختیار کریں۔

اس میں ''قرآن'' دو مرتبہ وارد ہے اول معرفہ ثانی نکرہ، اور اس قرآن کے علاوہ کسی دوسرے قرآن کا نہ ہونا اتحاد کا قرینہ ہے یعنی دونوں جگہ ایک ہی قرآن مراد ہے۔

دونوں جگہ معرفہ

۱..... فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ۝ اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ؕ (الزمر:۲،۳)

ترجمہ: اسی لئے اللہ کی اس طرح عبادت کرو کہ بندگی خالص اس کے لئے ہو، یاد رکھو کہ خالص بندگی اللہ ہی کا حق ہے۔

اس آیت میں ''الدِّیْنَ'' دونوں جگہ معرفہ آیا ہے، لہذا دونوں سے ایک ہی مراد ہے۔

Marfat.com

۲..... وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۭ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۝ (صافات)

ترجمہ: اور انہوں نے اللہ اور جنات کے درمیان بھی نسبی رشتہ داری بنا رکھی ہے، حالانکہ خود جنات کو یہ بات معلوم ہے کہ یہ لوگ مجرم بن کر پیش ہوں گے۔

اس آیت میں ''الْجِنَّةِ'' دونوں جگہ معرفہ آیا ہے، لٰہذا دونوں سے ایک ہی مراد ہے۔

۳..... وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ (المؤمن: ۹)

ترجمہ: اور ان کو ہر طرح کی برائیوں سے محفوظ رکھ، اور اس دن جسے تو نے برائیوں سے محفوظ کرلیا، اس پر تو نے بڑا رحم فرمایا۔

اس آیت میں بھی دونوں جگہ ''السَّيِّاٰتِ'' معرفہ آیا ہے۔

دونوں جگہ نکرہ

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـــًٔـا (البقرۃ: ۴۸)

ترجمہ: اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی شخص بھی کسی کے کچھ کام نہیں آئے گا۔

اس آیت میں ''نَفْسٌ'' دونوں جگہ نکرہ آیا ہے، لٰہذا ہر نفس سے مراد الگ الگ نفس ہوگا۔

پہلی جگہ نکرہ دوسری جگہ معرفہ

۱..... مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۭ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ۭ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ (النور: ۳۵)

ترجمہ: اس کے نور کی مثال کچھ یوں ہے جیسے ایک طاق ہو جس میں چراغ رکھا ہوا ہو، چراغ ایک شیشے میں ہو، شیشہ ایسا ہو جیسے ایک ستارہ۔

اس آیت میں ''مِصْبَاحٌ'' پہلے نکرہ پھر معرفہ آیا ہے، اسی طرح ''زُجَاجَةٍ'' پہلے نکرہ پھر معرفہ آیا ہے، لٰہذا قاعدے کے مطابق دونوں سے ایک ہی مراد ہوگا یعنی دونوں جگہ ''مِصْبَاحٌ'' اور ''زُجَاجَةٍ'' سے ایک ہی مراد ہوگا۔

۲..... وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ صِرَاطِ اللّٰهِ (الشوریٰ: ۵۲، ۵۳)

ترجمہ: بے شک آپ (لوگوں کی) رہنمائی کرتے ہوئے سیدھے راستے کی

Marfat.com

طرف، جو اللہ کا راستہ ہے۔

اس آیت میں پہلے "صِرَاطٍ" نکرہ آیا ہے، پھر "صِرَاطِ اللہِ" اضافت کی وجہ سے معرفہ استعمال ہوا ہے، نکرہ کا اعادہ معرفہ کے ساتھ ہو تو عینِ اولیٰ مراد ہوتا ہے۔

۳..... فَاُولٰٓئِکَ مَا عَلَیْہِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ ﴿۴۱﴾ اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَی الَّذِیْنَ یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ (الشوریٰ: ۴۱،۴۲)

ترجمہ: تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں ہے، الزام تو ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔

اس آیت میں پہلے "سَبِیْلٍ" نکرہ آیا ہے پھر معرفہ آیا ہے لہٰذا دونوں سے ایک ہی مراد ہے۔

پہلی جگہ معرفہ دوسری جگہ نکرہ

۱..... یَسْئَلُکَ اَہْلُ الْکِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَیْہِمْ کِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ (النساء: ۱۵۳)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) اہلِ کتاب تم سے (جو) مطالبہ کر رہے ہیں کہ تم ان پر آسمان سے کوئی کتاب نازل کراؤ (تو یہ کوئی نئی بات نہیں انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے بھی اس سے بڑھ کر مطالبہ کیا تھا)۔

اس آیت میں پہلے "الکتاب" معرفہ آیا ہے اور پھر نکرہ آیا ہے، لہٰذا ان میں سے ہر ایک دوسرے کا غیر ہے۔

۲..... وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْہُدٰی وَاَوْرَثْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْکِتٰبَ ﴿۵۳﴾ ہُدًی وَّذِکْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ (المومن)

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کو ہدایت عطا کی، اور بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنایا، جو عقل والوں کے لئے سراپا ہدایت اور نصیحت تھی۔

اس آیت میں "الْہُدٰی" پہلے معرفہ آیا ہے اور پھر نکرہ، دونوں سے الگ الگ مراد ہے۔

Marfat.com

قاعدہ نمبر (٧٦)

اَلنَّكِرَةُفِيْ سِيَاقِ الْاِثْبَاتِ لَا تَعُمُّ اِلَّا اِذَا اُضِيْفَ اِلَيْهَا كُلٌّ اَوْ كَانَتْ فِيْ سِيَاقِ الْاِمْتِنَانِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

نکرہ تحت الاثبات واقع ہوتو مفیدِ عموم نہیں ہوتا ہے، ہاں مگر جب اس کی طرف لفظ ''کل'' کی اضافت کردی جائے، یاوہ نکرہ معرضِ امتنان میں واقع ہوتو عموم کا فائدہ دے گا۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

النكرة فی سياق الإثبات لا عموم فيها باتفاق أهل اللسان ومحقق أهل العلم۔ (۲)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

النكرة فی سياق الإثبات لا تعم۔ (۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

نكرة فی سياق الإثبات فلا عموم فيها۔ (۴)

تشریح

قاعدہ یہ ہے کہ نکرہ تحت الاثبات واقع ہوتو عموم کا فائدہ نہیں دیتا مگر اس سے دو حالتیں مستثنیٰ ہیں۔

ا.....ایک یہ کہ اس نکرہ کی طرف لفظِ کل کی اضافت کردی جائے۔

---

(۱) البرهان فی علوم القرآن: النوع الثانی والثلاثون، ج۲ ص۷

(۲) تفسیر القرطبی: سورة النحل آیت نمبر ۶۹ کے تحت، ج۱۰ ص۱۳۷

(۳) تفسیر ابن کثیر: سورة الرحمن آیت نمبر ۶۴ کے تحت، ج۷ ص۴۶۷

(۴) فتح الباری: کتاب الرهن، باب من ملك من العرب رقيقاً فوهب إلخ، ج۵ ص۱۷۱

Marfat.com

۲.....دوسرا یہ کہ وہ نکرہ ایسے مقام پر واقع ہو جہاں انعام واحسان کا تذکرہ چل رہا ہو۔

مگر یہ بات ملحوظ رہے کہ کبھی کبھی سیاقِ کلام کی دلالت سے نکرہ تحت الاثبات بھی عام ہوتا ہے، جیسے: عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ﴿۱۴﴾ (التکویر) عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ ﴿۵﴾ (الانفطار) یہاں "نفس" نکرہ عموم کے لئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا: "هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ" (یونس:۳۰)

نکرہ تحت الاثبات کی مثال

۱..... قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ (البقرۃ:۸۰)

ترجمہ: آپ ان سے کہہ دیجیے کیا تم نے حق تعالیٰ سے (اس کے متعلق کہ جہنم کی آگ بجز چند روز کے تم کو نہیں چھوئے گی) کوئی معاہدہ لے لیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے معاہدہ کے خلاف نہ کریں گے۔

۲..... وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ (البقرۃ:۱۰۱)

ترجمہ: اور جب ان کے پاس ایک عظیم الشان پیغمبر (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آئے اللہ کی جانب سے۔

اس میں عہد اور رسول سے مراد خاص عہد اور خاص رسول ہے، عہد سے عہد عدمِ خلود فی النار اور رسول سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔

کل کے مضاف ہونے کی مثال

وَ جَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ شَهِيْدٌ ﴿۲۱﴾ (ق)

ترجمہ: اور ہر شخص اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا ہوگا، اور ایک گواہی دینے والا۔

یہاں "نَفْسٍ" نکرہ تحت الاثبات واقع ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ مفید عموم نہ ہو مگر جب اس کی طرف لفظ "کل" کی اضافت کی گئی تو معنی میں عموم پیدا ہو گیا، کیوں کہ لفظِ کل الفاظ عموم میں سے ہے۔

Marfat.com

معرضِ امتنان میں نکرہ واقع ہونے کی مثال

وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾ (الفرقان:۴۸)

ترجمہ: اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی برسایا۔

یہاں لفظ ''ماءً'' نکرہ معرض امتنان میں واقع ہونے کی وجہ سے عام ہے، اور مطلب یہ ہے کہ آسمان سے نازل ہونے والا ہر پانی طہور ہے۔

سیاق کلام کی وجہ سے عموم پیدا ہونے کی مثال

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ﴿۱۴﴾ (التکویر)

ترجمہ: ہر نفس جان لے گا اپنے کئے ہوئے اعمال۔

اور

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ ﴿۵﴾ (الانفطار)

ترجمہ: ہر شخص اپنے اگلے اور پچھلے اعمال کو جان لے گا۔

ان دونوں آیتوں میں ''نفس'' نکرہ ہے اور تحت الاثبات واقع ہے، مگر چونکہ ما قبل سے مضمونِ قیامت اور آخرت کے مناظر اور حساب و کتاب کے متعلق چلا آرہا ہے، اور ظاہر ہے کہ قیامت اور آخرت کے ان امور کا تعلق ہر کس و ناکس کے ساتھ ہے، جیسا کہ قرآن کی سورہ یونس کی آیت: ''هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ'' (یونس:۳۰) کے اندر بتلایا گیا، اس سیاقِ کلام کی وجہ سے مذکورہ دونوں آیتوں میں عموم کا معنی ملحوظ ہے اور ''نفس'' سے ''کل نفس'' مراد ہے۔

قاعدہ نمبر (۷۷)

اَلنَّهْيُ عَنِ اللَّازِمِ اَبْلَغُ فِي الدَّلَالَةِ عَلَى النَّهْيِ عَنِ الْمَلْزُوْمِ فِي النَّهْيِ عَنْهُ اِبْتِدَاءً۔(۱)

(۱) الکلیات لأبی البقاء: فصل فی المتفرقات، ج۱ ص۱۰۳۵

Marfat.com

حاصل قاعدہ

لازمِ حکم سے نہی ملزوم (یعنی نفس حکم) کی نہی سے زیادہ بلیغ ہوتی ہے۔

تشریح

کسی فعل سے نہی کی دو صورتیں ہیں:

اول: یہ کہ اسی فعل سے نہی کر دی جائے، جیسے "لا تاکلوا الربوا"

دوم: یہ کہ اس فعل سے نہی کی بجائے لازمِ فعل سے نہی کی جائے، جیسے یوں کہا جائے: "لَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰٓ" تو یہ نہی زیادہ بلیغ ہے کیوں کہ اس میں ملزوم (فعلِ زنا) کے ساتھ ساتھ اس کے لازم (مقاربتِ زنا) سے بھی نہی ہے، جس سے نہی میں تاکید اور مبالغہ پیدا ہوتا ہے۔

فائدہ: نہی پر مشتمل یہ قاعدہ نفی میں بھی منطبق ہوتا ہے یعنی لازمِ فعل کی نفی، نفسِ فعل کی نفی سے بلیغ ہوتی ہے، جیسے:

فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾ (النساء)

ترجمہ: ان لوگوں کو کیا ہو گیا کہ یہ کوئی بات سمجھنے کے نزدیک تک نہیں آتے؟

یہاں قُربِ فہم کی نفی ان کی شدید جہالت و حماقت پر دال ہے۔

وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾ (الاسراء)

ترجمہ: اور زنا کے پاس بھی نہ پھٹکو، وہ یقینی طور پر بڑی بے حیائی اور بے راہ روی ہے۔

یہاں زنا کی قربت سے نہی کی گئی جو نفسِ زنا کی نفی سے ابلغ ہے، کیوں کہ اس میں زنا اور مقدمات زنا دونوں سے نہی ہو گئی۔

مثال نمبر ۲..... وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ (الأنعام: ۱۵۱)

ترجمہ: اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے قریب بھی مت جاؤ، خواہ اعلانیہ ہوں اور خواہ پوشیدہ ہوں۔

Marfat.com

مثال نمبر ۳..... وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (الأنعام: ۱۵۲)

ترجمہ: اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہے۔

پہلی آیت میں بے حیائی کے قرب سے نہی کی گئی، اور دوسری آیت میں مال یتیم کے قریب جانے سے روکا گیا، یہ نہی نفس کو ان اعمال کے کرنے سے زیادہ بلیغ ہے، یہ نہیں کہا گیا کہ بے حیائی کے کام نہ کرو، یتیم کا مال نہ کھاؤ، نفس افعال ہی سے صرف نہیں روکا گیا بلکہ اس کے قرب سے بھی ممانعت کی گئی، چونکہ قریب جانا عموماً سبب بن جاتا ہے ان افعال میں پڑنے کا، تو یہاں فعل اور مقدمات فعل دونوں سے نہی ہے، اسی وجہ سے یہ نہی بہ نسبت نفسِ افعال کی نہی سے زیادہ بلیغ ہے۔

قاعدہ نمبر (۷۸)

اِيْرَادُ الْاِنْشَاءِ بِصِيْغَةِ الْخَبَرِ اَبْلَغُ مِنْ اِيْرَادِهٖ بِصِيْغَةِ الْاِنْشَاءِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

انشاء بصیغہ خبر زیادہ بلیغ ہوتا ہے انشاء بصورتِ انشاء کے مقابلہ میں۔

تشریح

یعنی انشاء کو بصورتِ خبر ذکر کرنا بصورتِ انشاء ذکر کرنے سے بلیغ ہوتا ہے، اس سے مامور بہ کی تاکید اور اہمیت کی طرف اشارہ ہوتا ہے بایں طور کہ وہ امر اس قدر مطلوب اور سریع الامتثال تھا کہ گویا وہ کر دیا گیا پھر اس کے وقوع کی خبر دی گئی، جیسے قرآن میں ہے ''لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ'' یہ نفی ہے اور لیکن مراد اس سے نہی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تم اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو، مگر یہاں نہی کی بجائے نفی کا صیغہ ذکر کیا جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ تم اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرتے ہو جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ یہ حکم اتنا اہم ہے کہ مخاطب سنتے ہی اس پر عمل پیرا ہو گیا۔

(۱) أضواء البیان فی إیضاح القرآن بالقرآن: سورۃ الحج آیت نمبر ۲۷ کے تحت، ج۵ ص۲۰

Marfat.com

اس قاعدے (انشاء بصورتِ خبر) کی دو صورتیں ہیں:

۱.....نہی کو نفی کے صیغہ کے ساتھ لایا جائے۔

۲.....امر کو صیغہ مضارع کے ساتھ لایا جائے۔

نہی بصورت نفی کی مثال

فَلَا رَفَثَ وَ لَا فُسُوْقَ وَ لَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ (البقرة: ۱۹۷)

ترجمہ: تو حج کے دوران نہ وہ کوئی فحش بات کرے، نہ کوئی گناہ، نہ کوئی جھگڑا۔

اس میں نفی نہی کے معنی میں ہے، اور آیت کا حاصل ہے:

"فلا ترفثوا و لا تفسقوا و لا تجادلوا في الحج"

امر بصورت خبر کی مثال

۱.....وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ (البقرة: ۲۳۳)

ترجمہ: اور مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلایا کریں۔

۲.....وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (البقرة: ۲۲۸)

ترجمہ: اور جن عورتوں کو طلاق دے دی گئی ہو وہ تین مرتبہ حیض آنے تک اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں۔

ان دونوں مثالوں میں صیغہ مضارع وارد ہے جو امر کے معنی میں ہے۔

پہلی مثال میں ماؤں کو دودھ پلانے کا حکم دیا جا رہا ہے، اور دوسری مثال میں مطلقہ عورتوں کو تین حیض تک عدت گذارنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

اس انداز سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ احکام اتنے مؤکد ہیں کہ مکلّف نے سنتے ہی اس کو پورا کر دیا۔

قاعدہ نمبر (۷۹)

بَعْضُ الْاَسْمَاءِ الْوَارِدَةِ فِي الْقُرْآنِ اِذَا اُفْرِدَ دَلَّ عَلَى الْمَعْنَى الْعَامِ

Marfat.com

الْمُنَاسِبِ لَه وَإِذَا قُرِنَ مَعَ غَيْرِهِ دَلَّ عَلَى بَعْضِ الْمَعْنٰى وَ دَلَّ مَا قُرِنَ مَعَهُ عَلَى بَاقِيهِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

قرآن میں بعض کلمات ایسے ہیں کہ اگر ان کا استعمال انفراداً ہو تو اپنے معنی عام پر دلالت کرتے ہیں، اور اگر وہ مقرون مع الغیر ہو کر مستعمل ہوں تو معنی کے بعض افراد پر دلالت کرتے ہیں، اور دیگر افراد پر وہ دوسرا کلمہ دال ہوتا ہے جو اس کے ساتھ مقرون ہوتا ہے۔

تشریح

الفاظ اور کلمات دو طرح کے ہیں۔ اول وہ کلمات جو انفراداً و اجتماعاً (یعنی خواہ تنہا مستعمل ہوں یا دوسرے کلمہ کے ساتھ) ایک ہی معنی پر دلالت کرتے ہیں یعنی اگر انفراداً استعمال کیا جائے تب بھی اپنے اسی معنی پر دال ہوتے ہیں اور اجتماعاً مستعمل ہوں تب بھی اسی معنی پر دال ہوتے ہیں۔

مگر کلمہ کی ایک دوسری قسم وہ ہے جس کی دلالت اختلافِ احوال کے مطابق بدلتی رہتی ہے، یعنی کبھی اطلاق پر دال ہوتے ہیں تو کبھی تقیید پر، کبھی تجرید پر تو کبھی اقتران پر۔

مذکورہ قاعدہ میں یہی بتایا گیا ہے کہ بعض کلمات انفراداً استعمال کی صورت میں اپنے معنی عام (یعنی جملہ افراد معنی) پر دال ہوتے ہیں، مگر جب وہ قریب المعنی کسی کلمہ کے ساتھ آتے ہیں تو صرف بعض افراد پر دال ہوتے ہیں، کیوں کہ دوسرے بعض افراد پر وہ کلمہ مقرونہ دال ہوتا ہے۔

اسی قاعدہ کو کسی نے یوں تعبیر کیا ہے:

تختلف دلالة بعض الأسماء باختلاف أحوالها من حيث الإطلاق و التقييد و التجريد و الاقتران۔

---

(۱) القواعد الحسان لتفسير القرآن: القاعدة السابعة عشرة، ص۴۸

Marfat.com

مثال نمبر ا.....اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ (البقرة: ۲۱)

فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَيْهِ (هود: ۱۲۳)

پہلی آیت میں عبادت کا لفظ انفراداً وارد ہوا ہے یعنی اس کے ساتھ اس کے متقارب المعنی کوئی لفظ نہیں، پس وہاں عبادت کا معنی ہوگا ''جميع ما يحبه الله تعالىٰ من الأقوال و الأعمال الظاهرة و الباطنة''

(وہ تمام ظاہری اور باطنی اعمال واقوال جو عند اللہ محبوب ہوں) مگر دوسری آیت میں لفظ توکل کے ساتھ وارد ہے جو ایک قلبی کیفیت کا نام ہے، کیوں کہ توکل کی تفسیر یوں کی جاتی ہے

"التوكل هو صدق اعتماد القلب على الله عزوجل في استجلاب المنافع و دفع المضار من أمور الدنيا والآخرة" (۱)

یعنی ہر نفع کی تحصیل اور ہر مضرت کے دفع کے لئے اللہ تعالیٰ کی ذات عالی پر دل سے اعتماد کرنا۔

تو چونکہ توکل کا تعلق قلب کے خیال و اعتقاد سے ہے، اس لئے یہاں پر (جب کہ عبادت کو توکل کے ساتھ مقروناً ذکر کیا گیا ہے تو) عبادت سے مراد ظاہری و باطنی اعمال کا بجالانا ہوگا۔

مثال نمبر ۲.....لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ (البقرة: ۲۷۳)

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ (التوبة: ۶۰)

پہلی آیت میں لفظ فقیر انفراداً مستعمل ہے اس لئے وہاں یہ لفظِ فقیر اور مسکین دونوں کو شامل ہے، اور دوسری آیت میں فقیر کے ساتھ مسکین بھی وارد ہوا ہے اس لئے فقیر اپنے معنی میں ہے، مسکین کے معنی کو شامل نہیں ہے۔

مثال ۳.....وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ (ابراهيم)

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (الأحزاب: ۳۵)

(۱) جامع العلوم والحكم: الحديث التاسع والأربعون، ج۲ ص۴۹۷

Marfat.com

پہلی آیت میں تنہا مؤمن کا لفظ آیا ہے، جب کہ دوسری آیت میں مؤمن کے ساتھ مسلم وارد ہوا، پس آیتِ اولی میں ایمان کا معنی عام یعنی تصدیق، اقرار اور اعمالِ ظاہرہ سب مراد ہوگا، اور دوسری آیت میں ایمان سے مراد فقط تصدیق واقرار، اور اسلام سے مراد اعمالِ ظاہرہ کا بجالانا ہوگا۔

قاعدہ نمبر (۸۰)

تُحْمَلُ الْآيَةُ عَلَى الْمَعْنَى الَّذِىْ اِسْتَفَاضَ النَّقْلُ فِيْهِ عَنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَاِنْ كَانَ غَيْرُهُ مُحْتَمَلاً۔ (۱)

حاصل قاعدہ

اہلِ علم سے جو معنی بطور تواتر منقول ہو آیت کو اس پر محمول کیا جائے گا گو اس کے علاوہ معنی کا بھی احتمال ہو۔

تشریح

کبھی لفظ متعدد معانی کا احتمال رکھتا ہے لیکن محض معنی کا محتمل ہونا آیت کی مراد اور تفسیر کے لئے کافی نہیں ہے، بلکہ تعیین معنی کے لئے بہت سے اصول وضوابط ہیں جن میں ایک قاعدہ یہ ہے کہ کبھی لفظ کے محتمل معانی میں سے کوئی ایک معنی اس کی تفسیر میں اہلِ علم سے منقول ہوتا چلا آرہا ہے اور دوسرے معنی کی طرف بالکل التفات نہیں کیا جاتا۔

پس جہاں کہیں اس طرح دو یا دو سے زائد معانی کا اجتماع ہو جائے تو سلف سے منقول معنی کو تقدیم وترجیح حاصل ہوگی، کیوں کہ فہمِ سلف ہماری فہم سے زیادہ معتبر ہے۔

تطبیق مثال

وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (البقرۃ:۷۴)

---

(۱) تفسیر الطبری: سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۷۴ کے تحت، ج ۲ ص ۲۴۳

Marfat.com

ترجمہ: اور انہی پتھروں میں بعض ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے اوپر سے
نیچے لڑھک آتے ہیں۔

اس آیت میں پتھروں کے متعلق کہا گیا ہے کہ بعض پتھر اللہ کی خشیت وخوف سے
لڑھکتے ہیں۔

اب اس کی مراد میں اہلِ تفسیر کے مختلف اقوال ہیں:

پہلا قول: یہ ہے کہ پتھروں کے سایوں کا جھکنا اور مائل ہونا ہے، جیسا کہ دوسری آیت
میں اس کا بیان ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَ الشَّمَآئِلِ
سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَ هُمْ دٰخِرُوْنَ۝۴۸ (النحل)

ترجمہ: کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے جو چیز بھی پیدا کی ہے، اس کے
سائے اللہ کو سجدے کرتے ہوئے دائیں اور بائیں جھکے رہتے ہیں، اور وہ سب
عاجزی کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ اس سے مراد وہ پہاڑ ہے جس پر موسیٰ علیہ السلام پر تجلی ظاہر ہوئی
تھی اور اس کے نتیجہ میں وہ ریزہ ریزہ ہو گیا تھا۔

تیسرا قول: یہ ہے کہ بعض پتھروں کو اللہ نے عقل ومعرفت دی ہے آیت میں وہ خاص
پتھر مراد ہیں، پھر یہ پتھر عقل سے کام لے کر اللہ کی اطاعت میں لگے رہتے ہیں۔

چوتھا قول: یہ ہے کہ اس آیت میں پتھروں کی حالت کو خاشع من اللہ سے تشبیہ دی
گئی ہے۔

یہ تمام اقوال بعید المعنی نہیں اور آیت میں ان کی گنجائش بھی ہے تاہم سلف کی تفسیر اس
کے علاوہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ خشیت اپنے اصلی معنی (عظمت آمیز خوف) میں ہے، اور اللہ
کے حق میں تمام جمادات ذی عقل ہیں پس مذکورہ قاعدہ کی رو سے یہی معنی راجح ہوگا۔

Marfat.com

قاعدہ نمبر (۸۱)

تُحْمَلُ نُصُوصُ الْكِتَابِ عَلَى مَعْهُوْدِ الْأُمِّيِّيْنَ فِي الْخِطَابِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

نصوص کے خطابات کو عرب امیین کے مزاج ومحاورہ کی روشنی میں سمجھا جائے گا۔

علامہ سلیمان بن ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لا بد في فهم الشريعة من إتباع معهود الأميين و هم العرب الذين نزل القرآن بلسانهم فإن كان للعرب في لسانهم عرف مستمر فلا يصح العدول عنه في فهم الشريعة۔ (۲)

تشریح

قرآن مجید جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعلیٰ فصیح عربی زبان میں نازل ہوا ہے، جس کے اوّلین مخاطب اہلِ عرب جوامی تھے، متقدمین کے علوم سے وہ یکسر ناواقف تھے، ان کے اسالیب وتعبیرات اور دقائق واشارات سے وہ بالکل ناآشنا تھے، بقول علامہ شاطبی رحمہ اللہ وہ تکلفات وتصنعات سے بہت دور تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان متقدمین کے طرزِ کلام اور فلسفیانہ انداز کو نہ اپنا کر ان امیین کے طرزِ گفتگو پر قرآن مجید کو نازل فرمایا تاکہ وہ کلامِ الٰہی کی مرادوں کو بآسانی سمجھ سکیں۔

مثلاً آپ غور کیجیے کہ دلائلِ توحید کے ضمن میں بجائے عقلیات ونظریات کی دقیقہ سنجیوں کے ارض وسماء، جبال وسحاب جیسی بدیہی اور روشن چیزوں کو مدارِ گفتگو بنایا، اسی طرح جنت کی نعمتوں کا تعارف کرانے کے لئے ان کے درمیان پائی جانے والی اشیاءِ نعمت کا سہارا لیا گیا، مثلاً فرمایا:

---

(۱) الموافقات للشاطبي: القسم الأول، النوع الثاني، ج۲ ص ۱۳۱

(۲) عناية المسلمين باللغة العربية خدمة للقرآن الكريم: ج ۱ ص ۳۴

Marfat.com

وَ اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ ۬ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ ﴿ؕ۲۷﴾ فِیۡ سِدۡرٍ مَّخۡضُوۡدٍ ﴿ۙ۲۸﴾ وَّ طَلۡحٍ مَّنۡضُوۡدٍ ﴿ۙ۲۹﴾ وَّ ظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ ﴿ۙ۳۰﴾ (الواقعة)

ترجمہ: اور جو دائیں ہاتھ والے ہوں گے، کیا کہنا ان دائیں ہاتھ والوں کا۔ (وہ عیش کریں گے) کانٹوں سے پاک بیریوں میں، اور اوپر تلے لدے ہوئے کیلے کے درختوں میں، اور دور تک پھیلے ہوئے سائے میں۔

نیز دوسری آیتوں میں جنت کے دودھ، پانی، شراب، شہد، کھجور، انگور وغیرہ کا تو ذکر فرمایا جن سے عرب واقف تھے مگر بادام، اخروٹ، امرود، سیب کو نہیں چھیڑا کیونکہ یہ چیزیں عرب میں پیدا نہ ہونے کے سبب اہلِ عرب کے لئے نامانوس تھیں۔

نیز دیکھئے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت وعظمت کو سمجھانے کے لئے حیوانات کی دنیا سے اونٹ کو عنوان بنایا اور فرمایا:

اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ ﴿ٝ۱۷﴾ (الغاشية)

ترجمہ: تو کیا یہ لوگ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ انہیں کیسے پیدا کیا گیا؟

ہاتھی کو اس مقام پر ذکر نہیں فرمایا جب کہ وہ قد وقامت اور جسامت میں اونٹ سے بہت بڑھ کر ہے، اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ہاتھی اہلِ عرب کے ہاں معروف ومشہور نہیں تھا۔

الغرض قرآن مجید عرب کے اسلوب ومنہج پر نازل ہوا ہے اس لئے اس کی مرادوں کو سمجھنے کے لئے ان کے مزاج ومحاورہ کا لحاظ ضروری ہوگا، جیسے:

بَلۡ یَدٰہُ مَبۡسُوۡطَتٰنِ ۙ یُنۡفِقُ کَیۡفَ یَشَآءُ ؕ (المائدة:۶۴)

لِمَا خَلَقۡتُ بِیَدَیَّ ؕ (ص:۷۵)

تطبیق

اس طرح کی آیات میں بعض مفسرین نے ''ید'' کی تفسیر ''نعمت'' سے کی ہے یہ تفسیر زبان عربی کے مزاج ومذاق کے موافق نہیں ہے، کیونکہ عربوں کے یہاں ''ید'' بول کر ''نعمت'' مراد نہیں لی جاتی ہے، یوں نہیں کہا جاتا ''فَعَلۡتُ بِیَدِہٖ'' اور ''ید'' سے مراد ''نعمت'' لی جائے۔

Marfat.com

قاعدہ نمبر (۸۲)

تُفْهَمُ مَعَانِي الْأَفْعَالِ عَلَى ضَوْءِ مَا تَتَعَدّٰى بِهٖ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

افعال کے معانی صلات سے متعین کیے جاتے ہیں۔

مثال: مثلاً ایک فعل ہے "نظر"

اس کے استعمال کی تین صورتیں ہیں اور ہر صورت میں معنی جدا ہے۔

اول: بغیر صلہ کے اس کا استعمال کیا جائے اس وقت معنی ہوگا توقف اور انتظار کرنا، جیسے:

اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ....ای انتظرونا۔ (الحدید:۱۳)

یعنی منافقین اہل ایمان سے کہیں گے تم ذرا ٹھہرو اور ہمارا انتظار کرو تاکہ ہم تمہارے نور سے کچھ فائدہ اٹھائیں۔

دوم: حرف جر "إلی" کے ساتھ استعمال کیا جائے، اس صورت میں معنی ہوگا مشاہدہ کرنا، آنکھوں سے دیکھنا، جیسے سورہ قیامہ میں ہے "وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ "یعنی قیامت کے دن کچھ چہرے تروتازہ اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے۔

سوم: "فی" کے ساتھ استعمال ہو تو اس وقت غور وفکر کرنے اور عبرت لینے کے معنی میں ہوگا، جیسے:

اَوَ لَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (الأعراف:۱۸۵)

ترجمہ: اور کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں۔

قاعدہ نمبر (۸۳)

تَقْدِيْمُ الْعِتَابِ عَلَى الْفِعْلِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا يَدُلُّ عَلٰى تَحْرِيْمِهٖ۔ (۲)

(۱) قواعد التفسیر: المقصد الثالث: القواعد اللغویة، ج۱ ص ۳۶۱
(۲) بدائع الفوائد: معاتبة الله بنبيّه، ج۴ ص۷

Marfat.com

حاصل قاعدہ

کسی فعل پر اللہ کی جانب سے عتاب نازل ہوا ہو اس کے خلافِ اولیٰ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، اسی کو متقدمین اور بعض متاخرین کی اصطلاح میں مکروہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، مگر بعض علماء نے منہیات کی تقسیم کی ہے، ایک وہ حکم جو صیغہ نہی سے ممنوع کیا گیا ہو، دوسرے وہ جس کی ممانعت صیغہ امر سے مستفاد ہو، کیوں کہ جس چیز کا امر کیا گیا ہو اس کی ضد ممنوع ہوگی۔ قسم اول کو مکروہ اور قسم ثانی کو خلافِ اولیٰ سے تعبیر کرتے ہیں۔

حاصل یہ کہ کسی فعل کے متعلق عتاب سے صرف اس کے خلافِ اولیٰ ہونے پر دلالت ہوتی ہے، حرمت کا درجہ اس سے مافوق ہے۔ لہٰذا اس کے لئے خارجی دلائل وقرائن کی ضرورت ہوگی۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ مقامات پر اپنے نبی کو موردِ عتاب بنایا ہے۔ سورہ انفال، سورہ براءۃ، سورہ احزاب، سورہ تحریم اور سورہ عبس میں۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ (الأنفال:٦٧)

ترجمہ: یہ بات کسی نبی کے شایانِ شان نہیں ہے کہ اس کے پاس قیدی رہیں جب تک کہ وہ زمین میں (دشمنوں کا) خون اچھی طرح نہ بہا چکا ہو۔

یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُسارائے بدر کو فدیہ لے کر رہا کر دینے پر عتاب کیا گیا ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ فدیہ لینا حرام درجہ کا ممنوع تھا بلکہ زیادہ سے زیادہ خلافِ اولیٰ تھا۔

مثال نمبر ۲..... عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ (التوبة)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) اللہ نے تمہیں معاف کر دیا، (مگر) تم نے ان کو (جہاد میں شریک نہ ہونے کی) اجازت اس سے پہلے ہی کیوں دے دی کہ تم پر یہ بات کھل جاتی کہ کون ہیں جنہوں نے سچ بولا ہے، اور تم جھوٹوں کو بھی اچھی

Marfat.com

طرح جان لیتے۔

مثال نمبر ۳..... وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ (الأحزاب:۳۷)

ترجمہ: اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ کھول دینے والا تھا۔

مثال نمبر ۴..... یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ (التحریم: ۱)

ترجمہ: اے نبی! جو چیز اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہے تم اسے کیوں حرام کرتے ہو؟

ان تینوں آیات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عتاب کیا گیا ہے، مگر یہ اس فعل کی حرمت پر دلالت نہیں کرتا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ منافقین کو اجازت دینا یا آپ کا قلب میں بات کا مخفی رکھنا یا شہد یا باندی کو اپنے اوپر حرام کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ نے ناجائز امور کا ارتکاب کیا ہے، کیونکہ اس وقت تک ان افعال کی حلت یا حرمت کا کوئی حکم آیا ہی نہیں تھا تو بھلا ان کا کرنا فعلِ حرام کیسے ہوسکتا؟ یہ امور خلافِ اولی تھے لیکن آپ کا مقام ومرتبہ چونکہ عالی تھا تو "حسنات الأبرار سيئات المقربين" کے پیشِ نظر آپ کو عتاب کیا گیا، لہذا مذکورہ قاعدہ کی روشنی میں یہ عتاب ان افعال کی حرمت پر دلالت نہیں کرتا۔

قاعدہ نمبر (۸۴)

جَمِیْعُ الْاَسْئِلَةِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِتَوْحِیْدِ الرُّبُوْبِیَّةِ اِسْتِفْهَامَاتُ تَقْرِیْرٍ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

توحید ربوبیت سے متعلق تمام تر سوالات استفہامِ تقریری ہیں۔

تشریح

توحید ربوبیت کا مطلب یہ ہے کہ مخلوقات کی تربیت اور نظامِ عالم کے چلانے والی

(۱) أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن: سورة الإسراء آیت نمبر ۹ کے تحت، ج ۳ ص ۲۱

Marfat.com

ذات صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ذاتِ واحد ہے۔ کسی اور کی اس میں ادنی کوئی شرکت نہیں، اور توحید الوہیت کا حاصل یہ ہے کہ معبود ہونے کی شان اور ہمارے سجدوں اور عبادتوں کے حقیقی واصلی مستحق صرف اور صرف خدائے واحد ذوالجلال والاکرام ہی ہیں کوئی اور نہیں۔ توحید ربوبیت کے قائل تمام عرب اور مشرکین قریش تھے، اس لئے قرآنِ کریم نے اس کو موضوع بحث نہیں بنایا یعنی توحید ربوبیت کے اثبات پر دلائل و براہین قائم نہیں کئے، البتہ توحید ربوبیت کے ذریعہ توحید الوہیت پر استدلال کیا ہے، کیوں کہ توحید ربوبیت کا مقتضی یہ ہے کہ توحید الوہیت کو بھی مانا جائے۔

اسی لئے اللہ رب العزت نے توحید ربوبیت کے بیان میں استفہامِ تقریری کے انداز میں خطاب کیا ہے۔

مثال نمبر ۱..... قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۳۱ (یونس)

ترجمہ: آپ ان مشرکین سے کہئے کہ (بتلاؤ) وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے یا یہ (بتلاؤ) وہ کون ہے جو تمہارے کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے، اور وہ کون ہے جو جاندار (چیز) کو بے جان (چیز) سے نکالتا ہے، اور بے جان (چیز) کو جاندار سے نکلتا ہے، اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے (ان سے یہ سوالات کیجیے) سو ضرور وہ جواب میں یہی کہیں گے کہ (ان سب افعال کا فاعل) اللہ ہے، تو ان سے کہئے کہ پھر (شرک سے) کیوں نہیں پرہیز کرتے۔

اس آیت میں ربوبیت کے متعلق چند سوالات کئے گئے، جب انہوں نے اعتراف کرلیا تو پھر آگے "اَفَلَا تَتَّقُوْنَ" کے ذریعہ توحید الوہیت کے انکار پر توبیخ کی گئی یعنی جب تم نے اللہ ہی کو خالق و رازق اور مالکِ سمع و بصر مانا ہے تو پھر عبادت اور الوہیت میں

Marfat.com

دوسرے کو شریک کیوں کرتے ہو؟

قاعدہ کی تطبیق یہاں اس طور پر ہے کہ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ.......... الخ میں سب استفہامات تقریری ہیں، چنانچہ آگے ذکر ہے "فَسَيَقُولُونَ اللّٰهُ"

مثال نمبر ۲..... قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ (المؤمنون:۸۵)

ترجمہ: آپ (جواب میں) کہہ دیجیے کہ (اچھا یہ بتلاؤ کہ) زمین اور جو اس پر رہتے ہیں یہ کس کے ہیں اگر تم کو کچھ خبر ہے، وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ کی ہیں۔

یہاں ارض وسماوات کے متعلق سوال کیا گیا ہے کہ ان کا مالک کون ہے، یہ استفہام بھی تقریری ہے۔

مثال نمبر ۳..... قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ (الرعد:۱۶)

ترجمہ: (اے پیغمبر! ان کافروں سے) کہو کہ آسمان اور زمین کا پروردگار کون ہے، آپ کہہ دیجیے کہ اللہ ہے۔

"قُلِ اللّٰهُ" کے ذریعہ جب اعتراف ربوبیت کر لیا تو پھر شرک پر توبیخ کی گئی۔

قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا ؕ (الرعد:۱۶)

ترجمہ: کہو کہ کیا پھر بھی تم نے اس کو چھوڑ کر ایسے کارساز بنا لئے ہیں جنہیں خود اپنے آپ کو بھی نہ کوئی فائدہ پہنچانے کی قدرت حاصل ہے، نہ نقصان پہنچانے کی؟

مثال نمبر ۴..... وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾ (الزخرف)

ترجمہ: اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے، سو تم لوگ کدھر الٹے پھرے جاتے ہو۔

جب اللہ کی خالقیت کا اعتراف کر لیا تو پھر کہا گیا "فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ"

Marfat.com

قاعدہ نمبر (۸۵)

جَمِيْعُ أَوْزَانِ الصِّفَةِ الْمُشَبَّهَةِ بِاسْمِ الْفَاعِلِ إِنْ قُصِدَ بِهَا الْحُدُوْثُ وَالتَّجَدُّدُ جَاءَتْ عَلَى وَزْنِ "فَاعِلٌ" مُطْلَقًا وَإِنْ لَمْ يُقْصَدِ الْحُدُوْثُ وَالتَّجَدُّدُ بَقِيَ عَلَى أَصْلِهِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

صفتِ مشبہ باسم فاعل میں اگر حدوث وتجدد کا معنی مراد ہوتو ''فاعل'' کے وزن پر آتا ہے ورنہ وہ اپنی اصل پر باقی رہتا ہے۔

تشریح

فعل ثلاثی سے صفتِ مشبہ کے دووزن ہیں۔

اول: ''فَاعِلٌ'' جیسے: طاهر القلب۔

دوم: صفتِ مشبہ کا اپنا اصلی وزن ''فَعِيْلٌ'' جیسے ''جميل الظاهر، كريم الأدب''

پس جہاں صفتِ مشبہ کے اندر حدوث وتجدد کا معنی ملحوظ ہو وہ ''فاعل'' کے وزن پر آئے گا، اور جہاں یہ مقصود نہ ہو وہ اپنی اصل پر باقی رہے گا۔

تطبیق مثال

وَ اِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ (الفرقان: ۱۳)

ترجمہ: اور (پھر) جب وہ اس (دوزخ) کی کسی تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دیئے جائیں گے۔

یہاں ''ضائقاً'' کے بجائے ''ضيقا'' لایا گیا، اسی طرح سورۂ انعام میں ''يجعل صدره ضيقا حرجا'' میں ''ضيقا'' کہا گیا، جب کہ سورۂ ہود میں ''وضائق به

(۱) أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن: سورة الفرقان آیت نمبر ۱۳ کے تحت، ج۶ ص ۲۸

Marfat.com

صدرك"میں "ضائق" بروزن "فاعل" وارد ہے اس لئے کہ یہاں حدوث وتجدد کا معنی ملحوظ ہے، اور مذکورۃ الصدر دو آیتوں میں یہ معنی ملحوظ نہیں ہے اس لئے وہ اپنی اصل یعنی "فعیل" کے وزن پر ہے۔

قاعدہ نمبر (۸۶)

جَمِيْعُ مَا وَرَدَ فِي الْقُرْآنِ حِكَايَةً عَنْ غَيْرِ أَهْلِ اللِّسَانِ مِنَ الْقُرُوْنِ الْخَالِيَةِ إِنَّمَا هُوَ مِنْ مَعْرُوْفِ مَعَانِيْهِمْ وَلَيْسَ بِحَقِيْقَةِ أَلْفَاظِهِمْ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

قرآنِ کریم نے جن گذشتہ اقوام کی حکایتیں بیان کی ہیں ان میں اصل مضمون کا لحاظ کیا ہے، ان کے الفاظ وعبارت کا التزام نہیں کیا ہے۔

تشریح

الفاظ کی دلالت معانی پر دو طرح کی ہے۔

اول: دلالتِ اصلیہ یعنی الفاظ کی دلالت نفسِ مضمون پر ہو خارجی اشارات ومحسنات سے قطع نظر، اس قسم میں تمام زبانیں مشترک ہیں کسی جماعت کے ساتھ خاص نہیں۔

دوم: دلالت تابعہ یا خارجیہ یہ عربی زبان کا خاصہ ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ حکایات واخبار میں مخبر، مخبر عنہ، مخبر بہ، نفس اخبار وسیاق وسباق کا لحاظ کرتے ہوئے عبارات لائی جائیں، نیز اسلوب کے نشیب وفراز یعنی ایضاح واخفاء، ایجاز واطناب وغیرہ کا لحاظ کرتے ہوئے کلام کرنا سب اسی قسم میں داخل ہیں۔ مثلاً اگر اس بات کی حکایت کرنی ہے کہ زید کھڑا ہے، ایک طریقہ یہ ہے کہ یوں کہا جائے "قام زید" یہ تعبیر اس وقت لائی جائے گی جب

---

(۱) البرهان فی علوم القرآن: النوع السادس والأربعون، ج۲ ص۲۱۲/ الإتقان فی علوم القرآن: النوع الرابع والستون، ج۴ ص۲۵

Marfat.com

مخبر عنہ (یعنی زید) کے تعلق سے اہتمام اعتناء ملحوظ نہ ہو، اور اگر یہ اہتمام و اعتناء پیش نظر ہو تو یوں کہا جائے گا "زید قام" اسی طرح اگر یہ بات کسی سائل کے جواب میں کہی جائے تو یوں تعبیر کی جائے گی "إنّ زیدًا قام" اور اگر کسی منکر کے جواب میں ہو تو اسلوب تعبیر ہوگا "واللہ إنّ زیدًا قام" اور اگر متوقع کے جواب میں کہنا ہو تو کہا جائے گا "قد قام زید" یا "زید قد قام"

اسی طرح یہ اسلوبِ تعبیر کبھی مخبر عنہ کی عظمت و حقارت کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے، کبھی کنایہ و تصریح اور کبھی مقام و مقتضی کے اعتبار سے بھی بدلتا ہے۔

یہ سارے اسالیب جن سے ایک ہی مضمون کو مختلف پیرایوں میں بیان کیا جاتا ہے اس کو مکملاتِ کلام یا متمماتِ کلام کہا جاتا ہے۔

قرآنِ مجید نے بھی اپنے اسلوب بیان میں ان تمام امور کا لحاظ کیا ہے، چنانچہ ایک ہی قصہ اور واقعہ کو مختلف الفاظ و تعبیرات میں ذکر کیا ہے، کیوں کہ ایک ہی واقعہ مختلف سیاق میں وارد ہے ہر جگہ مقتضائے حال اور مقام جدا جدا ہے، اسی لحاظ سے واقعہ کی تعبیرات بھی مختلف ہوئی ہیں۔

البتہ بعض مقامات پر قرآنِ کریم قصہ کی بعض جزئیات و تفصیلات کو چھوڑ دیتا ہے، مگر دوسری جگہ ذکر کر دیتا ہے، اور دونوں جگہ مقتضائے مقام کا اعتبار پیشِ نظر ہوتا ہے۔

تطبیق مثال

قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَیْفِیْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِیْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ﴿۷۱﴾ (الحجر)

ترجمہ: لوط نے (ان سے) کہا کہ یہ لوگ میرے مہمان ہیں، لہٰذا مجھے رُسوا نہ کرو، اور اللہ سے ڈرو اور مجھے ذلیل نہ کرو، کہنے لگے کیا ہم نے آپ کو پہلے ہی دنیا جہاں کے لوگوں (کو مہمان بنانے) سے منع نہیں کر رکھا تھا؟ لوط نے کہا اگر تم میرے کہنے پر عمل کرو تو یہ میری بیٹیاں (جو تمہارے نکاح میں ہیں،

Marfat.com

تمہارے پاس) موجود ہی ہیں۔

وَ جَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَ مِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ۝ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ۝ (هود)

ترجمہ: لوط نے کہا: اے میری قوم کے لوگو! یہ میری بیٹیاں موجود ہیں، یہ تمہارے لئے کہیں زیادہ پاکیزہ ہیں، اس لئے اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے معاملے میں مجھے رسوا نہ کرو، کیا تم میں کوئی ایک بھی بھلا آدمی نہیں ہے، کہنے لگے تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری بیٹیوں سے ہمیں کچھ مطلوب نہیں، اور تم خوب جانتے ہو ہم کیا چاہتے ہیں؟

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝ (هود)

ترجمہ: وہ کہنے لگیں ہائے کیا میں اس حالت میں بچہ جنوں گی کہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرے شوہر خود بڑھاپے کی حالت میں ہیں، واقعی یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔

اور یہی واقعہ سورۂ ذاریات میں اس طرح آیا ہے:

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَ قَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ۝ (الذاريات)

ترجمہ: اس پر ان کی بیوی زور سے بولتی ہوئی آئیں، اور انہوں نے اپنا چہرہ پھیر لیا اور کہنے لگیں (کیا) ایک بانجھ بڑھیا (بچہ جنے گی؟)۔

قرآنِ کریم کے ان دونوں واقعات یعنی حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ کے، ان دونوں میں اصل مضمون کا لحاظ رکھا گیا ہے، الفاظ وعبارات کا

Marfat.com

نہیں، اس لئے ایک ہی مضمون کو دونوں جگہ الگ الگ الفاظ کے ساتھ دہرایا گیا لیکن مضمون دونوں کا ایک ہی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ امم سابقہ کے واقعات میں مضمون کا لحاظ رکھا گیا ہے الفاظ کا نہیں۔

قاعدہ نمبر (۸۷)

جِنْسُ فِعْلِ الْمَامُوْرِ بِهٖ أَعْظَمُ مِنْ جِنْسِ تَرْكِ الْمَنْهِيِّ عَنْهُ وَجِنْسُ تَرْكِ الْمَامُوْرِ بِهٖ أَعْظَمُ مِنْ جِنْسِ فِعْلِ الْمَنْهِيِّ عَنْهُ كَمَا أَنَّ مَثُوْبَةَ أَدَاءِ الْوَاجِبَاتِ أَعْظَمُ مِنْ مَثُوْبَةِ تَرْكِ الْمُحَرَّمَاتِ وَ الْعُقُوْبَةِ عَلٰى تَرْكِ الْوَاجِبَاتِ أَعْظَمُ مِنَ الْعُقُوْبَةِ عَلٰى فِعْلِ الْمُحَرَّمَاتِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

اداء مامورات کی جنس ترکِ منہیات کی جنس سے بڑھ کر ہے، نیز ترکِ مامورات کی جنس ارتکابِ منہیات کی جنس سے فائق ہے، جیسا کہ واجبات کی ادائیگی کی جزاء محرمات کے ترک کی جزا سے بڑھ کر ہے، اور ترکِ واجبات کی سزا ارتکابِ محرمات کی سزا سے زیادہ شدید ہے۔

تشریح

شریعت کے احکام دو قسم پر ہیں:

اول: ''مامورات'' یعنی وہ اعمال جن کے کرنے کا حکم کیا گیا ہے۔

دوم: ''منہیات'' یعنی جن سے روکنے کا حکم کیا گیا ہے۔

قاعدہ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ مامورات کی ادائیگی زیادہ اہم اور عظیم ہے، اس لئے کہ مامورات میں ایک فعل کی ادائیگی مطلوب ہوتی ہے جب کہ منہیات میں امتناع عن الفعل

(۱) مجموع الفتاوی: أصول الفقه، فصل في العدل لدولي والصدق، ج۲۰ ص۸۵

Marfat.com

(کسی فعل کا ترک) مطلوب ہوتا ہے، اور منہیات کا ترک مامورات کی ادائیگی کے مقابلہ میں فروتر ہے، اسی وجہ سے مامور بہ کا ترک زیادہ شنیع ہے اور منہی عنہ کا ارتکاب اس سے فروتر ہے، نیز اس لئے مامورات کے کرنے کا ثواب ترکِ منہیات کے ثواب سے بڑھ کر ہے، اور سزا میں بھی ترکِ واجبات کی سزا فعلِ محرمات سے بڑھ کر ہے، اور یہ قانون مامورات و منہیات کی جنس کے اعتبار سے ہے نہ کہ ہر ہر فرد کے اعتبار سے کیونکہ بسا اوقات بعض منہیات کا کرنا بعض مامورات کے ترک سے زیادہ شنیع ہوتا ہے مگر یہ استثنائی صورت ہے، قاعدہ جنس اور کل کے اعتبار سے ہے۔

اس قاعدہ کی روشنی میں ابلیس اور آدم (علیہ السلام) کی غلطی کے درمیان کا فرق واضح ہو جاتا ہے۔ آدم علیہ السلام کی لغزش ارتکابِ منہیات کے قبیل سے تھی جب کہ ابلیس کی غلطی ترکِ مامور بہ کے قبیل سے تھی اس لئے ابلیس کا گناہ عظیم شمار کیا گیا۔

قاعدہ نمبر (۸۸)

حَذْفُ جَوَابِ الشَّرْطِ يَدُلُّ عَلَى تَعْظِيمِ الْأَمْرِ وَ شِدَّتِهِ فِي مَقَامَاتِ الْوَعِيدِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

جوابِ شرط کا حذف تعظیمِ امر اور شدتِ وعید پر دال ہوتا ہے۔

تشریح

اگر شرط کی جزا محذوف کر دی جائے تو اشارہ ہے کہ وہ جزا اتنی عظیم اور ایسی سنگین ہے کہ گویا الفاظ میں ادا کرنا ممکن نہیں اس لئے حذف کر دیا گیا۔

مثال: وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ (الأنعام: ۳۰)

(۱) القواعد الحسان لتفسير القرآن: القاعدة السادسة عشرة، ص۴۷

Marfat.com

ترجمہ: اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے۔

اس میں ''لَوْتَرٰی'' کی جزا محذوف ہے، اور اس کو حذف کر کے وعید کی شدت کو بتلایا گیا ہے، پس تقدیر آیت یہ ہوگی:

لو ترى إذ وقفوا على ربهم لرأيت أمرًا مهولًا أو عظيمًا۔

دیگر امثلہ

۱.....وَلَوْتَرٰۤی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ (السجدة:۱۲)

ترجمہ: اور اگر آپ دیکھیں تو عجیب حال دیکھیں گے جب کہ یہ مجرم لوگ اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوں گے۔

۲.....وَلَوْ یَرَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا (البقرة:۱۶۵)

ترجمہ: اور کیا خوب ہوتا اگر یہ ظالم (مشرکین) جب (دنیا میں) کسی مصیبت کو دیکھتے تو (اس کے وقوع میں غور کر کے) یہ سمجھ لیا کرتے کہ سب قوت حق تعالیٰ ہی کو ہے۔

۳.....وَلَوْتَرٰۤی اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ (الأنعام:۲۷)

ترجمہ: اور اگر آپ (اس وقت) دیکھیں جب کہ وہ دوزخ کے پاس کھڑے کیے جائیں گے۔

ان تینوں آیات میں ''لَوْتَرٰی'' کی جزا محذوف ہے، اور اس کو حذف کر کے وعید کی شدت کو بتلایا گیا ہے۔

قاعدہ نمبر (۸۹)

حَيْثُ وَقَعَتْ "إِذْ" بَعْدَ "اُذْكُرْ" فَالْمُرَادُ بِهِ الْاَمْرُ بِالنَّظَرِ إِلٰى مَا

Marfat.com

اشْتَمَلَ عَلَيْهِ ذٰلِكَ الزَّمَانُ لِغَرَابَةِ مَا وَقَعَ فِيْهِ فَهُوَ جَدِيْرٌ بِأَنْ يُّنْظَرَ فِيْهِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

لفظ ''إذ'' جب ''اذکر'' کے بعد آئے تو اس سے مقصود اس واقعہ کی طرف متوجہ کرنا ہوتا ہے جو اس وقت میں پیش آیا، اور یہ انداز اس واقعہ کے عجیب وغریب ہونے کی وجہ سے اپنایا جاتا ہے تاکہ سامع کی توجہ اس کی طرف مبذول ہو۔

تشریح

لفظ ''إذ'' ظرفِ زمان ہے جو کسی فعل کے وقوع کا وقت بتلاتا ہے، لیکن جب یہ کلمہ ''اذکر'' کے بعد لایا جائے تو اس صورت میں فعل کے وقت کو بتلانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ اس وقت میں صادر ہونے والے فعل (یعنی واقعہ) کو بتلانا مقصود ہوتا ہے، اور اس اسلوبِ تعبیر سے یہ اشارہ ہوتا ہے کہ یہ واقعہ بہت ہی عجیب وغریب ہے۔ لٰہذا سامع کو اس کی طرف پوری توجہ مبذول کرنی چاہیے۔ اسی قاعدہ کو کبھی اس طرح بیان کیا جاتا ہے:

إذا كان وقت الشيئ مستحقا للذكر فإن ذالك الشيئ مستحق له بالأولىٰ۔ (۲)

یعنی جب وقتِ شیٔ قابلِ ذکر ہو تو شیٔ بدرجہ اولیٰ قابلِ ذکر ہوگی۔

مثال نمبر ۱..... وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾ (مریم)

ترجمہ: اور آپ اس کتاب میں مریم کا بھی ذکر کیجیے جب کہ وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ ہوئیں۔

اس میں ''إِذْ'' ''اذْكُرْ'' کے بعد واقع ہے جس سے مقصود حضرت مریم رضی اللہ

---

(۱) البرهان في علوم القرآن: النوع السابع والأربعون، ج۴ ص۲۰۸

(۲) فتح القدير للشوكاني: سورة الأعراف آیت نمبر ۷۲ کے تحت، ج۲ ص۲۴۸

Marfat.com

عنہا کے واقعہ کے عجیب وغریب ہونے کو بتلا کر مخاطب کو پورے طور پر متوجہ کرنا ہے۔

مثال نمبر ۲..... وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ (مریم: ۴۱،۴۲)

ترجمہ: اور آپ اس کتاب میں ابراہیم کا قصہ ذکر کیجئے، بے شک وہ سچائی کے خوگر پیغمبر تھے جب کہ انہوں نے اپنے والد سے کہا۔

اس میں بھی حسبِ سابق نفس واقعہ کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے۔

قاعدہ نمبر (۹۰)

زِيَادَةُ الْمَبْنٰى تَدُلُّ عَلٰى زِيَادَةِ الْمَعْنٰى (قُوَّةُ اللَّفْظِ لِقُوَّةِ الْمَعْنٰى)۔[1]

حاصل قاعدہ

زیادتی حرف زیادتی معنی پر دال ہوتی ہے (قوتِ لفظ، قوتِ معنی کا سبب ہوتی ہے)

مثال نمبر ا..... فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ (القمر)

ترجمہ: اس لئے ہم نے ان کو ایسی پکڑ میں لیا جیسی ایک زبردست قدرت والے کی پکڑ ہوتی ہے۔

اس آیت میں لفظ ''مُّقْتَدِرٍ'' استعمال کیا گیا ہے جو لفظ ''قادر'' سے زیادہ بلیغ ہے، نیز مقتدر میں پانچ حروف ہیں جب کہ لفظ ''قادر'' میں چار حروف ہیں۔

مثال نمبر ۲..... فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ (مریم: ۶۵)

ترجمہ: لہٰذا تم اس کی عبادت کرو اور اس کی عبادت پر جمے رہو۔

اس آیت میں لفظ ''اصْطَبِرْ'' استعمال کیا گیا ہے جو ''اصبر'' سے زیادہ بلیغ ہے کثرتِ حروف کی وجہ سے۔

---

(۱) روح المعانی: سورۃ الأنبیاء آیت نمبر ۱۷ کے تحت، ج۹ ص ۲۱/وفیہ أیضا، سورۃ النازعات آیت نمبر ۱۱ کے تحت، ج ۱۵ ص ۲۲۸

Marfat.com

مثال نمبر ۳..... لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (البقرة:۲۸۶)

ترجمہ: اس کو فائدہ بھی اس کام سے ہوگا جو وہ اپنے ارادے سے کرے، اور نقصان بھی اسی کام سے ہوگا جو اپنے ارادے سے کرے۔

اس آیت میں لفظ "اکْتَسَبَتْ" لایا گیا ہے "كَسَبَتْ" سے زیادہ بلیغ ہے کثرتِ الفاظ کی وجہ سے۔

مثال نمبر ۴..... فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ (الشعراء)

ترجمہ: پھر ان کو اور گمراہوں کو اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

اس آیت میں لفظ "کبکبوا" لایا گیا ہے جو "فکبوا" سے زیادہ بلیغ ہے۔

اسی طرح لفظ "الرحمن" کثرتِ الفاظ کی وجہ سے "الرحیم" سے زیادہ بلیغ ہے۔

قاعدہ نمبر (۹۱)

سَبْعَةُ أُمُورٍ يَنْدَفِعُ بِهَا الْإِشْكَالُ عَنِ التَّفْسِيرِ

۱..... رَدُّ الْكَلِمَةِ لِضِدِّهَا۔ ۲..... رَدُّهَا إِلَى نَظِيرِهَا۔

۳..... اَلنَّظَرُ فِيمَا يَتَّصِلُ بِهِ مِنْ خَبَرٍ أَوْ شَرْطٍ أَوْ إِيضَاحٍ فِي مَعْنًى آخَرَ۔

۴..... دَلَالَةُ السِّيَاقِ۔ ۵..... مُلَاحَظَةُ النَّقْلِ عَنِ الْمَعْنَى الْأَصْلِيِّ۔

۶..... مَعْرِفَةُ النُّزُولِ۔ ۷..... اَلسَّلَامَةُ مِنَ التَّدَافُعِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

تفسیر میں پیش آنے والی پیچیدگیوں کو دفع کرنے کے سات طریقے ہیں۔

۱..... رد إلى الضد: یعنی کلام کو اس کی ضد کی طرف پھیرا جائے۔

۲..... رد إلى النظير: یعنی نظائر پر غور کیا جائے۔

۳..... تدبر در متعلقات: یعنی اس کے متعلقات مثلاً خبر، شرط یا اس معنی کی کہیں

(۱) البرهان في علوم القرآن: النوع الحادي والأربعون، ج۲ ص۱۹۹ تا ۲۰۲

Marfat.com

توضیح وتفسیر آئی ہو اس پر غور کرے۔

۴.....دلالتِ سیاق: یعنی سیاق کی دلالت سے۔

۵.....تدبر فی مدارج المعنی: یعنی لفظ اپنے معنی اصلی سے دوسرے معانی کی طرف کس طرح منتقل ہوا اس پر تدبر کرے۔

۶.....معرفة النزول: یعنی شانِ نزول سے واقفیت۔

۷.....احتراز عن التعارض: یعنی تعارضِ آیات سے سلامتی کی راہ اختیار کرنا۔

مثال بر طریقہ اولیٰ: یعنی کلام کو اس کی ضد کی طرف پھیرا جائے

وَ لَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ (الدھر)

ترجمہ: اور ان لوگوں میں سے کسی نافرمان یا کافر کی بات نہ مانو۔

یہاں مشکل یہ پیش آرہی ہے ظاہر آیت سے مفہوم ہو رہا ہے کہ آثم اور کفور میں سے کسی ایک کی اطاعت ممنوع ہے نہ کہ دونوں کی، حالانکہ یہ مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ دونوں میں سے کسی کی بھی اطاعت درست نہیں ہے، اس مشکل کا حل یہ ہے کہ یا تو ''او'' بمعنی ''واو'' کے ہے مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کسی کی بھی اطاعت نہ کرو، یا نکرہ تحت النفی کی وجہ سے عموم ہے کہ کسی کی بھی اطاعت درست نہیں ہے، یا علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نہی سے پہلے یہ جملہ تھا ''تطیع آثما او کفورا'' تو گناہ گار یا ناشکرے کی اطاعت کرتا ہے، تو نہی کے بعد مطلب ہوگا ''لا تطع احدا منهما'' ان میں سے کسی کی بھی اطاعت نہ کرو۔ یا ''او کفورا'' کا پہلے جملے پر عطف ہے اور اس پر بھی ''لا تطع'' داخل ہے۔[1]

مثال بر طریقہ ثانیہ: رد الی النظیر

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴿۶﴾ (الفاتحة)

ترجمہ: راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے۔

---

(۱) الإتقان في علوم القرآن: النوع الأربعون، ج۲ ص ۲۱۰

Marfat.com

یہاں ''منعم علیهم'' مبہم ہیں اب اس کے نظائر پر غور کیا تو سورہ نساء کی آیت ملی:

فَأُولَٰٓئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّٰلِحِينَ ۚ (النساء: ٦٩)

ترجمہ: تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔

اس سے معلوم ہوا کہ منعم علیہم سے مراد انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔

مثال برطریقہ ثالثہ: تدبر در متعلقات

كُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ (البقرة:۱۸۷)

ترجمہ: اور کھاؤ اور پیو اس وقت تک کہ سفید خط ممتاز ہو جائے سیاہ خط سے۔

آیت کے اتنے ٹکڑے سے خط ابیض کا مفہوم مبہم رہتا مگر آگے ''مِنَ الْفَجْرِ'' کا اضافہ کر دینے سے اس کی تعیین ہو جاتی ہے۔

مثال برطریقہ رابعہ: دلالت سیاق

ذُقْ ۙ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ﴿٤٩﴾ (الدخان)

ترجمہ: چکھ تو ہی ہے وہ بڑا صاحبِ اقتدار، بڑا عزت والا۔

یہاں سیاق کلام سے متعین ہو گیا کہ یہ جملہ تحقیراً و تذلیلاً کہا جا رہا ہے۔

مثال برطریقہ خامسہ: انتقالِ معانی کے مدارج میں تدبر کرنا

لَّا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَآءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۖ

(آل عمران:۲۸)

ترجمہ: مومن لوگ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا یار و مددگار نہ بنائیں۔

وَادْعُوا شُهَدَآءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ (البقرة:۲۳)

ترجمہ: اور بلا لو اپنے حمایتیوں کو جو تم نے خدا سے الگ (تجویز کر رکھے) ہیں۔

Marfat.com

اگر دونوں آیتوں میں لفظ ''دُوْنِ'' کا معنی معلوم کرنا ہو تو پہلے اس کے معنی اصلی کو دیکھا جائے گا پھر معنی ثانی کو پھر معنی ثالث کو۔

چنانچہ کلمہ ''دُوْنِ'' کا اصل معنی ہے ایسی جگہ جو دوسری جگہوں کے مقابلہ میں پست ہو، اسی سے معمولی اور حقیر شئی کے لئے لفظ ''الـــدون'' استعمال ہوتا ہے، پھر اس کو احوال و مراتب کے تفاوت اور درجہ بندیوں کو بتلانے کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔

چناں چہ کہا جاتا ہے ''زید دون عمرو فی العلم و الشرف'' زید علم اور شرف میں عمرو سے کم درجہ ہے، پھر اس کا استعمال ''تجاوز حد الی حد'' ایک حد پار کر کے دوسرے حد میں داخل ہو جانا کے معنی میں ہونے لگا۔

پس آیت اولیٰ کا مطلب ہوگا ''لا تتجاوز ولایة المومنین إلی ولایة الکافرین'' مؤمنین کی ولایت تجاوز کر کے کافرین کی ولایت میں داخل نہیں ہو سکتی۔

اور آیت ثانیہ کا مطلب ہوگا:

تجاوزوا الله في دعائكم إلى دعاه الهتكم الذين تزعمون أنهم يشهدون لكم إلى يوم القيامة۔

قرآن کا چیلنج قبول کرنے کے لئے اللہ سے تجاوز کر کے اپنے ان معبودان کو بلالو جن کے متعلق تمہارا عقیدہ ہے کہ وہ بروزِ قیامت تمہارے سفارشی ہوں گے۔

مثال بر طریقہ سادسہ: شانِ نزول کی معرفت

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿﴾ (البقرة)

ترجمہ: اور مشرق و مغرب سب اللہ ہی کی ہیں، لہذا جس طرف بھی تم رخ کرو گے وہیں اللہ کا رخ ہے، بے شک اللہ بہت وسعت والا، بڑا علم رکھنے والا ہے۔

اس کے ظاہر سے مفہوم ہوتا ہے کہ استقبالِ قبلہ کی ضرورت نہیں جس سمت رخ کر لیا جائے نماز ہو جائے گی، مگر شانِ نزول سے یہ اشکال رفع ہو جاتا ہے وہ یہ کہ یہ آیت سفر میں

Marfat.com

نفل نماز کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

دوسرا شانِ نزول یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ یہ آیت یہودیوں کی تحویل قبلہ کے متعلق نکتہ چینیوں کے جواب میں نازل ہوئی ہے، یا اس شخص کے بارے میں وارد ہے جس کو جہتِ قبلہ معلوم نہ ہو اور وہ تحری کرے اور اس میں خطا کر جائے۔

مثال بر طریقہ سابعہ: احتراز از متعارض

وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ۚ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ (التوبة)

ترجمہ: اور (ہمیشہ کے لئے) مسلمانوں کو یہ (بھی) نہ چاہئے کہ (جہاد کے واسطے) سب کے سب (ہی) نکل کھڑے ہوں، سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت (جہاد میں) جایا کرے تا کہ (یہ) باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں۔

اس آیت کے دو معنی بیان کئے گئے ہیں۔

اول یہ کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمام جماعتیں مؤمنین کی ایک ساتھ اپنے اپنے علاقوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دین سیکھنے کے لئے نہ آئیں بلکہ ان میں سے ایک جماعت آئے اور علم دین سیکھ کر غیر حاضرین کو بتلا دے تا کہ نظامِ زندگی برقرار رہے۔

دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ یہاں ''لِيَنْفِرُوْا'' سے نفیرِ غزوہ مراد ہے یعنی تمام مؤمنین ایک ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ کے لئے نہ نکلیں بلکہ بعض اپنے علاقوں میں رُکے رہیں، اور نکلنے والی جماعت علم دین کا جو حصہ غزوہ میں سیکھے وہ آ کر ان لوگوں کو بتا دے جو شریک نہ ہو سکے تھے۔

آیت کی تفسیر دونوں طرح سے کی گئی ہے مگر پہلی تفسیر راجح اور اقرب ہے۔ کیونکہ اس میں کسی آیت سے معارضہ لازم نہیں آتا جبکہ دوسری تفسیر کا دو آیتوں سے معارضہ ہو رہا ہے

Marfat.com

وہ آیتیں یہ ہیں:

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ (التوبة:۱۲۰)

ترجمہ: مدینے کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گرد و پیش (رہتے) ہیں ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ دیں۔

اور دوسری آیت ہے:

فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا۝ (النساء)

ترجمہ: پھر متفرق طور پر یا مجتمع طور پر نکلو۔

علامہ بدر الدین زرکشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۹۴ھ) فرماتے ہیں:

وإذا تعارض محملان يلزم من احدهما معارضته ولا يلزم من الآخر فالثاني اولى۔[1]

یعنی کسی آیت کے دو محل ہوں ایک پر تعارض لازم آتا ہے اور دوسرا تعارض سے پاک ہے تو دوسرے پر محمول کرنا اولیٰ ہوگا۔

قاعدہ نمبر (۹۲)

سَبِيْلُ الْوَاجِبَاتِ الْاِتْيَانُ بِالْمَصْدَرِ مَرْفُوْعًا وَسَبِيْلُ الْمَنْدُوْبَاتِ الْاِتْيَانُ بِالْمَصْدَرِ مَنْصُوْبًا۔[2]

حاصل قاعدہ

مصدر کو مرفوع ذکر کرنے سے وجوب مستفاد ہوتا ہے، اور منصوب ذکر کرنے سے استحباب۔

---

(۱) البرهان في علوم القرآن: النوع الحادي والأربعون، ج۲ ص۲۰۴

(۲) الإتقان في علوم القرآن: النوع الثاني والأربعون، ج۲ ص۳۷۹/ الكليات لأبي البقاء: فصل في المتفرقات، ص۱۰۱۳

Marfat.com

تشریح

اس قاعدے کی علت یہ ہے کہ مصدر مرفوع مبتدا و خبر جملہ اسمیہ کی ترکیب پر مشتمل ہوتا ہے، اور مصدر منصوب فعل فاعل یعنی جملہ فعلیہ کی ترکیب پر مشتمل ہوتا ہے، اور جملہ اسمیہ جملہ فعلیہ کے مقابلہ میں زیادہ مؤکد ہوتا ہے، اس لئے اس میں وجوب کا معنی پیدا ہوجاتا ہے۔

مثال نمبر ۱..... فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ (الذاریات)

ترجمہ: جب وہ ابراہیم کے پاس آئے تو انہوں نے سلام کہا، ابراہیم نے بھی سلام کہا، (اور دل میں سوچا کہ) یہ کچھ انجان لوگ ہیں۔

اس میں پہلا سلام جو منصوب ہے ملائکہ کا سلام ہے، انہوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر ابتداءً پہل کر کے پیش کیا تھا جو مستحب تھا، اور دوسرا سلام جو مرفوع ہے ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے جوابی سلام ہے جو واجب تھا۔

مثال نمبر ۲..... فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ ۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ (البقرة:۱۷۸)

ترجمہ: پھر اگر قاتل کو اس کے بھائی (یعنی مقتول کے وارث) کی طرف سے کچھ معافی دی جائے تو معروف طریقے کے مطابق (خون بہا) کا مطالبہ کرنا (وارث کا) حق ہے، اور اسے خوش اسلوبی سے ادا کرنا (قاتل) کا فرض ہے۔

اس آیت میں "اِتِّبَاعٌ" اور "اَدَآءٌ" مصدر مرفوع واقع ہوئے ہیں، تو ان سے وجوب مستفاد ہوتا ہے کہ اگر مقتول کے وارث قاتل کو معاف کریں اور دیت کا مطالبہ کریں تو انہیں چاہئے کہ خوش اسلوبی اور اچھے طریقے کے ساتھ مطالبہ پُر امن فضا میں کریں، اور قاتل کے ذمے بھی لازم ہے کہ خوش اسلوبی کے ساتھ یہ دیت ادا کرے، تو یہاں دونوں پر یہ لازم ہے۔

مثال نمبر ۳..... وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا

Marfat.com

اِلَی الْحَوْلِ غَیْرَ اِخْرَاجٍ (البقرة: ۲۴۰)

ترجمہ: اور تم میں جو لوگ وفات پا جائیں اور پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنی بیویوں کے حق میں یہ وصیت کر جایا کریں کہ ایک سال تک وہ (ترکے سے نفقہ وصول کرنے کا) فائدہ اٹھائیں گی اور ان کو (شوہر کے گھر) سے نکالا نہیں جائے گا۔

اس آیت میں "وَصِیَّةً" مصدر منصوب واقع ہوا لہٰذا یہ استحباب کا فائدہ دے گا، تو اب یہاں شوہر کا یہ وصیت کرنا مستحب عمل ہے نہ کہ واجب۔

قاعدہ نمبر (۹۳)

صِیْغَةُ التَّفْضِیْلِ قَدْ تُطْلَقُ فِی الْقُرْآنِ وَ اللُّغَةِ مُرَادًا بِهَا الْاِتِّصَافُ لَا تَفْضِیْلَ شَیْئٍ عَلٰی شَیْئٍ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

اسمِ تفضیل سے مقصود کبھی صرف اتصافِ شیٔ بشیٔ کو بتلانا ہوتا ہے نہ کہ ایک شیٔ کو دوسری شیٔ پر فضیلت دینا۔

تشریح

اسمِ تفضیل کا صیغہ اصلاً وضع کیا گیا ہے کسی وصف میں مشترک دو چیزوں میں سے ایک کی افضلیت کو بتلانے کے لئے، یہ وصف تو دونوں میں ہے مگر ان میں سے ایک میں یہ وصف زیادہ پایا جاتا ہے۔ جیسے "زید اعلم من عمرو" میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ زید اور عمرو دونوں وصفِ علم کے ساتھ متصف ہیں مگر زید میں یہ وصف زیادہ پایا جاتا ہے، مگر کبھی کبھی اسمِ تفضیل کے صیغہ سے یہ زیادتی بتلانا مقصود نہیں ہوتی بلکہ صرف اس وصف کا پایا جانا

(۱) أضواء البیان فی إیضاح القرآن بالقرآن: سورة الفرقان آیت نمبر ۱۵ کے تحت، ج ۶ ص ۳۰

Marfat.com

بتلانا مقصود ہوتا ہے، جیسے:

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ (یوسف:۳۳)

ترجمہ: (یوسف علیہ السلام نے) دُعا کی کہ اے میرے رب! جس کام کی طرف یہ عورتیں مجھ کو بلا رہی ہیں اس سے تو جیل میں جانا ہی مجھ کو زیادہ پسند ہے۔

اس میں احب اسمِ تفضیل کا صیغہ ہے یہاں صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ زلیخا کی دعوت کے مقابلے میں مجھے جیل خانہ محبوب ہے، یہ مقصود نہیں ہے کہ جیل خانہ اور دعوتِ زلیخا دونوں محبوب ہیں لیکن جیل خانہ زیادہ محبوب ہے۔

کبھی کبھی اسم تفضیل کا صیغہ دونوں سے اس وصف کی نفی کرنے کے لئے آتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے" الشیطان خیر من فلان" (شیطان فلاں سے بہتر ہے) مراد یہ ہے کہ دونوں میں سے کسی کے اندر بھی خیر نہیں ہے۔ قرآن پاک میں اس کی مثال یہ آیت ہے " أهم خير أم قوم تبع " ھم ضمیر کا مرجع بنی اسرائیل ہیں، مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل اور قوم تبع (ان دونوں) میں سے کسی میں بھی خیر نہیں ہے۔ حدیثِ پاک میں اس کی مثال " نحن أحق بالشك من إبراهيم " ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی قدرت احیاء کی کیفیت کو معلوم کرنے کے لئے جو " رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی " (البقرۃ:۲۶۰)

یعنی اے میرے رب! مجھے دکھلا دیں کہ آپ مردوں کو کس کیفیت سے زندہ کریں گے، یہ شک کی بنیاد پر نہیں تھا ورنہ تو پھر ہم شک کرنے کے زیادہ قابل ہیں، اور ظاہر ہے کہ ہمارے اندر شک نہیں تو حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام میں بدرجہ اولیٰ یہ شک نہیں۔

حاصل گفتگو یہ کہ یہاں اسمِ تفضیل احق سے مقصود دونوں حضرات سے شک کی نفی کرنا ہے کہ دونوں میں سے کسی میں شک نہیں ہے۔

مثال نمبر ۱..... اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یَوْمَئِذٍ خَیْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّ اَحْسَنُ مَقِیْلًا ﴿۲۴﴾ (الفرقان)

ترجمہ: اس دن جنتی لوگ ہوں گے جن کا مستقر بھی بہترین ہوگا اور آرام گاہ

Marfat.com

بھی خوب ہوگی۔

مثال نمبر ۲..... اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ (الصافات)

ترجمہ: بھلا یہ مہمانی اچھی ہے یا زقوم کا درخت؟

مثال نمبر ۳..... اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ (الفرقان:۱۵)

ترجمہ: کہو یہ انجام بہتر ہے یا ہمیشہ رہنے والی جنت، جس کا وعدہ متقی لوگوں سے کیا گیا ہے۔

ان تینوں آیات میں اسم تفضیل کے صیغے موجود ہیں، لیکن ایک شئ کو دوسری اشئ پر فضیلت دینے کے لئے نہیں ہے بلکہ صرفِ اتصاف شئ کو بتلانا مقصود ہے۔

قاعدہ نمبر (۹۴)

صِيْغَةُ الْمُضَارِعِ بَعْدَ لَفْظَةِ "كَانَ" تَدُلُّ عَلَى كَثْرَةِ التَّكْرَارِ وَ الْمُدَاوَمَةِ عَلَى ذٰلِكَ الْفِعْلِ۔

حاصل قاعدہ

فعلِ مضارع پر "کان" کا دخول اس فعل کی کثرتِ تکرار اور مداومت پر دلالت کرتا ہے۔

اس قاعدے کو علامہ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۹۳ھ) نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

لأن المقرر في الأصول: أن الفعل المضارع بعد لفظة "كان" يدل على المداومة على ذلك الفعل، فقول عائشة في رواية مسلم هذه إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يغسل تدل على كثرة وقوع ذلك منه و مداومته عليه۔ (۱)

(۱) أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن: سورة النحل آیت نمبر ٦٦ کے تحت، ج۲ص۴۰۰

Marfat.com

مثال..... وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۖ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا (مریم)

ترجمہ: اور وہ اپنے گھر والوں کو بھی نماز اور زکوٰۃ کا حکم کرتے رہتے تھے۔

تطبیق: ''یَاْمُرُ'' فعل مضارع پر ''کَانَ'' کا دخول امر بالصلوٰۃ والزکوٰۃ کی کثرت پر دال ہے۔

مثال نمبر ۱..... إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ (الأنبیاء: ۹۰)

ترجمہ: یقیناً یہ لوگ بھلائی کے کاموں میں ہمیشہ تیزی دکھاتے تھے۔

مثال نمبر ۲..... وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ (الأعراف)

ترجمہ: اور فرعون اور اس کی قوم جو کچھ بناتی چڑھاتی رہی تھی، اس سب کو ہم نے ملیامیٹ کر دیا۔

مثال نمبر ۳..... تُرِيدُونَ أَنْ تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا (ابراهیم: ۱۰)

ترجمہ: تم یہ چاہتے ہو کہ ہمارے باپ دادا جن کی عبادت کرتے آئے ہیں ان سے ہمیں روک دو۔

ان تینوں آیات میں لفظ ''کَـــانَ'' فعل مضارع پر داخل ہے، تکرار اور مداومت پر دلالت کر رہا ہے۔

قاعدہ نمبر (۹۵)

ضَمِيرُ الْغَائِبِ قَدْ يَعُوْدُ عَلٰى غَيْرِ مَلْفُوْظٍ بِهٖ كَالَّذِيْ يُفَسِّرُهٗ سِيَاقُ الْكَلَامِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

کبھی غیر مذکور شئی کو ضمیر غائب کا مرجع قرار دیا جاتا ہے بایں وجہ کہ سیاقِ کلام اس پر دال ہوتا ہے۔

(۱) الکلیات لأبی البقاء: فصل: الضاد، ج۱ ص۵۶۸

Marfat.com

مثال نمبر ا..... كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ (الرحمن)

ترجمہ: اس زمین میں جو کوئی ہے فنا ہونے والا ہے۔

''علیھا'' کی ضمیر ''ارض'' کی طرف راجع ہے جو ماقبل میں مذکور نہیں ہے مگر سیاقِ کلام میں ظاہر ہے۔

مثال نمبر ۲..... حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ (ص)

ترجمہ: یہاں تک کہ سورج اوٹ میں چھپ گیا۔

''توارت'' میں ''ھی'' ضمیر ''شمس'' کی جانب راجع ہے جو مذکور نہیں ہے۔

مثال نمبر ۳..... كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ (القیامة)

ترجمہ: خبردار! جب جان ہنسلیوں تک پہنچ جائے گی۔

''بلغت'' میں ''ھی'' ضمیر نفس وروح کی جانب راجع ہے جو مذکور نہیں ہے۔

قاعدہ نمبر (۹۶)

عَطْفُ الْجُمْلَةِ الْإِسْمِيَّةِ عَلَى الْفِعْلِيَّةِ يُفِيْدُ الدَّوَامَ وَ الثُّبَاتَ۔

حاصل قاعدہ

جملہ فعلیہ پر جملہ اسمیہ کا عطف دوام وثبات کا فائدہ دیتا ہے۔

علامہ محمد بن علی الشوکانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

وهذه الجملة الإسمية معطوفة على الجملة اللتى قبلها والمجيئ بها إسمية عقب تلك الفعلية للدلالة على الدوام والثبات۔ (۱)

تشریح

اسم چونکہ ثبوت و دوام پر دال ہوتا ہے اور فعل حدوث وتجدد پر، یہی ضابطہ جملوں

(۱) فتح القدير للشوكاني: سورة الأنعام آیت نمبر ۵۶ کے تحت، ج ۲ ص ۱۹۳

Marfat.com

کے درمیان بھی ہے یعنی جملہ اسمیہ دوام وثبات پر دال ہوتا ہے اور جملہ فعلیہ حدوث وتجدد پر دلالت کرتا ہے، لیکن اگر جملہ فعلیہ پر عطف کر کے جملہ اسمیہ کو ذکر کیا جائے تو اسمیہ اور فعلیہ دونوں جملے دوام وثبات پر دال ہوتے ہیں۔

تطبیق مثال

قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ (الانعام)

ترجمہ: آپ کہہ دیجیے کہ میں تمہارے خیالات کی اتباع نہ کروں گا کیونکہ اس حالت میں تو میں بے راہ ہو جاوں گا اور راہ پر چلنے والوں میں نہ رہوں گا۔

یہاں ''قَدْ ضَلَلْتُ'' جملہ فعلیہ ہے، اس کا مقتضی یہ ہے کہ حدوث وتجدد پر دال ہو مگر چونکہ اس پر جملہ اسمیہ ''وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ'' کا عطف کیا گیا ہے، اس لحاظ سے دونوں جملے دوام وثبات پر دال ہیں، پس آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ اگر میں کفار کی خواہشات کی اتباع کروں تو میں ہمیشہ کے لئے ضلال کا شکار اور ہدایت سے دور رہوں گا۔

قاعدہ نمبر (۹۷)

عَطْفُ الْخَاصِّ عَلَى الْعَامِّ التَّنْبِيْهُ عَلَى فَضْلِهٖ حَتّٰى كَاَنَّهٗ لَيْسَ مِنْ جِنْسِ الْعَامِّ تَنْزِيْلًا لِلتَّغَايُرِ فِي الْوَصْفِ مَنْزِلَةَ التَّغَايُرِ فِي الذَّاتِ۔[1]

حاصل قاعدہ

خاص کا عطف عام پر خاص کی اہمیّت وفضیلت پر دال ہوتا ہے۔ بایں طور پر کہ تغایر وصفی تغایر ذاتی کے قائم مقام ہو جاتا ہے، جس سے اشارہ ہوتا ہے کہ گویا یہ فردِ خاص عام کے افراد کے تحت داخل ہی نہیں تھا۔

---

(۱) الإتقان فی علوم القرآن: النوع السادس والخمسون، ج۳ ص۲۴۰

Marfat.com

تشریح

قاعدے کا حاصل یہ ہے کہ عام کے بعد خاص کو بذریعہ عطف ذکر کیا جائے تو اس سے خاص کا مہتم بالشان اور افضل ہونا معلوم ہوتا ہے، کیونکہ عام کے ذکر میں خاص اگرچہ داخل تھا مگر چونکہ خاص میں عام کے دیگر افراد کے مقابلہ میں ایک زائد وصف پایا جاتا ہے، جس سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ گویا عام کے افراد میں شامل ہی نہیں تھا اس لئے اس کو علیحدہ مستقلاً عطف کی شکل میں ذکر کر دیا جاتا ہے جس سے اس کی اہمیت بھی ظاہر ہوتی ہے، جیسے:

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ (البقرۃ)

ترجمہ: محافظت کرو سب نمازوں کی اور درمیان والی نماز کی۔

صلوات میں صلاۃِ وسطی داخل تھی مگر اس کا انفرادأ ذکر اس کی اہمیت وفضیلت پر دال ہے۔

مثال نمبر ۱..... مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ جِبْرِيْلَ وَ مِيْكٰلَ (البقرۃ:۹۸)

ترجمہ: جو شخص خدا تعالیٰ کا دشمن ہو اور فرشتوں کا اور پیغمبروں کا اور جبرئیل کا اور میکائیل کا۔

ملائکہ کے ذکر کے بعد جبرئیل اور میکائیل کا ذکر ان کی فضیلت پر دال ہے۔

مثال نمبر ۲..... وَ الَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ (الأعراف)

ترجمہ: اور جو لوگ کتاب کے پابند ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں، ہم ایسے لوگوں کا جو اپنی اصلاح کریں ثواب ضائع نہ کریں گے۔

اقامتِ صلاۃ تمسک بالکتاب کے تحت داخل تھا مگر مستقلاً اس کا ذکر نماز کی اہمیت وفضیلت کی دلیل ہے۔

مثال نمبر ۳..... فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ (الرحمن)

ترجمہ: ان دونوں باغوں میں میوے اور کھجوریں اور انار ہوں گے۔

Marfat.com

نخل ورمان "فاکهة" میں داخل ہیں مگر مستقل ذکر ان کے اعلیٰ وافضل ہونے پر دال ہے۔

مثال نمبر ۴..... وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا اَوۡ يَظۡلِمۡ نَفۡسَهٗ (النساء: ۱۱۰)

ترجمہ: اور جوشخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے۔

عمل سوء کے تحت ظلم نفس داخل تھا مگر اس کے عظیم ہونے کو بتلانے کے لئے انفراداً ذکر کیا گیا ہے۔

قاعدہ نمبر (۹۸)

عَطۡفُ الۡعَامِّ عَلَى الۡخَاصِّ يَدُلُّ عَلَى التَّعۡمِيۡمِ وَعَلَى اَهَمِّيَّةِ الۡاَوَّلِ۔

حاصل قاعدہ

خاص پر عام کا عطف تعمیم اور خاص کی اہمیتِ شان پر دال ہوتا ہے۔

علامہ ابن عاشور رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۹۳ھ) فرماتے ہیں:

عطف العام على الخاص للتعميم بعد ذكر الخاص اهتماما به۔ (۱)

تشریح

خاص چونکہ عام کا جزء ہوتا ہے اس لئے خاص کے بعد عام کا ذکر مشیر ہوتا ہے کہ تعمیم افراد ملحوظ ہے، مگر خاص کا ذکر چونکہ عام کے شمول کے باوجود استقلالاً ہو رہا ہے اس لئے اس سے اس کی اہمیتِ شان کا پتہ چلتا ہے، جیسے:

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِىۡ وَنُسُكِىۡ وَمَحۡيَاىَ وَمَمَاتِىۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَۙ﴿۱۶۲﴾ (الأنعام)

ترجمہ: کہہ دو بے شک میری نماز، میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ کے لئے ہے۔

"نسك" کی تفسیر عبادت سے کی گئی ہے، اور "صلاۃ" اس کا ایک فرد ہے مگر اس

(۱) التحرير والتنوير: سورة الإسراء آیت نمبر ۱۲ کے تحت، ج ۱۵ ص ۵۴

Marfat.com

کے باوجود اس کو استقلالاً ذکر کیا گیا، یہ نماز کی عظمتِ شان پر دال ہے۔

مثال نمبر ا..... فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ⓸ (التحریم)

ترجمہ: ان کا ساتھی اللہ ہے اور جبرئیل ہیں اور نیک مسلمان ہیں، اور اس کے علاوہ فرشتے ان کے مددگار ہیں۔

ملائکہ میں جبرئیل شامل ہیں مگر اس کے باوجود ان کا انفراداً ذکر ان کے عظمتِ شان پر دال ہے۔

مثال نمبر ۲..... قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ⓷ (یونس)

ترجمہ: آپ ان مشرکین سے کہیے کہ (بتلاؤ) وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے، یا (یہ بتلاؤ) وہ کون ہے جو (تمہارے) کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے، اور وہ کون ہے جو جان دار (چیز) کو بے جان (چیز) سے نکالتا ہے، اور بے جان (چیز) کو جان دار سے نکالتا ہے، اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے (ان سے یہ سوالات کیجیے) سو ضرور وہ جواب میں یہی کہیں گے کہ (ان سب افعال کا فاعل) اللہ ہے، تو ان سے کہیے کہ پھر شرک سے کیوں نہیں پرہیز کرتے۔

یہاں اللہ رب العزت نے اپنے مختلف افعال کا ذکر فرمایا:

''اعطاءِ رزق، ملکِ سمع و بصر، اخراجِ حی من المیت و اخراج المیت من الحی'' ان سب کے بعد ''وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ'' ذکر فرمایا، جو اللہ عزوجل کے تمام افعال وصفات کو شامل ہے، مگر ان سے پہلے مذکور الصدر اشیاء کا انفراداً و استقلالاً ذکر ان کی اہمیت پر دال ہے۔

مثال نمبر ۳..... يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ

Marfat.com

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۷۷﴾ (الحج)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم رکوع کیا کرو اور سجدہ کیا کرو اور اپنے رب کی عبادت کیا کرو، اور بھلائی کے کام کرو تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔

یہاں عطف العام علی الخاص دو مرتبہ ہے، اس طور پر کہ رکوع و سجود یعنی نماز عبادت کا ایک فرد ہے، اور عبادت کا ذکر آگے موجود ہے اس کے باوجود نماز کا استقلالاً ذکر اس کی اہمیت و عظمت پر دال ہے۔ اسی طرح ''اعْبُدُوا رَبَّكُمْ'' کے بعد ''وَافْعَلُوا الْخَيْرَ'' وارد ہے، جب کہ فعلِ خیر میں عبادت بھی داخل ہے مگر عبادت کا انفراداً ذکر اس کی عظمتِ شان کی دلیل ہے۔

قاعدہ نمبر (۹۹)

عِلْمُ الْمُبْهَمَاتِ مَوْقُوفٌ عَلَى النَّقْلِ الْمَحْضِ وَلَا مَجَالَ لِلرَّأْيِ فِيهِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

مبہمات کے علم کا مدار صرف اور صرف نقل پر ہے، رائے اور قیاس کی اس میں بالکل گنجائش نہیں۔

تشریح

قرآنی مبہمات کی معرفت صرف اور صرف نقل سے ہو سکتی ہے، اس طور پر کہ قرآن ہی اسے متصلاً بیان کرے یا کسی دوسری جگہ بیان کر دے یا پھر سنت اور اقوالِ صحابہ سے اس کی معرفت ہو سکتی ہے، کیوں کہ نزولِ قرآن کے وقت وہ موجود تھے اور اس کے اسبابِ نزول سے واقف تھے۔

البتہ جن مبہمات کے متعلق معلومات اسرائیلیات سے حاصل ہوں اور کتاب وسنت

---

(۱) الإتقان في علوم القرآن: النوع السبعون، ج۴ ص۹۵

Marfat.com

میں اس کے صحیح ہونے پر کوئی دلیل نہ ہو، اور وہ شریعت کے مخالف نہ ہوں تو ان میں توقف کیا جائے گا۔

مثال جزءِ اوّل: یعنی وہ مبہمات جن کا بیان قرآن میں آیا ہو:

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۝ (الفاتحة)

ترجمہ: جو مالک ہے روزِ جزا کا۔

اس کا بیان سورۂ انفطار کی آیت ۱۷ تا ۱۹ میں موجود ہے:

وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ۝ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ۝ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ؕ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ۝

ترجمہ: اور تمہیں کیا پتہ کہ جزا و سزا کا دن کیا چیز ہے؟ ہاں تمہیں کیا پتہ کہ جزا و سزا کیا چیز ہے؟ یہ وہ دن ہوگا جس میں کسی دوسرے کے لئے کچھ کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوگا، اور تمام تر حکم اس دن اللہ ہی کا چلے گا۔

مثال جزءِ ثانی: جن کا بیان سنت میں آیا ہے:

اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى۝ (العبس)

ترجمہ: جب کہ اُن کے پاس وہ نابینا آیا۔

آیت میں لفظ ''اعمیٰ'' سے مراد سنت نے بیان کر دیا کہ حضرت عبداللہ بن اُمِ مکتوم رضی اللہ عنہ ہیں۔

مثال جزوِ ثالث: جن کا بیان صحابہ سے منقول ہو:

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ (التوبة: ۱۰۶)

ترجمہ: اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا فیصلہ اللہ کا حکم آنے تک ملتوی کر دیا گیا ہے۔

یہاں صحابہ کرام کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آخرون سے مراد ہلال بن اُمیہ، مُرارہ بن ربیع اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہم ہیں۔

Marfat.com

امثلہ برجزء اول

۱.....صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۶ (الفاتحة)

یہاں منعم علیہم کی تفسیر خود قرآن نے کی ہے:

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۞ (النساء)

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ اور وہ کتنے اچھے ساتھی ہیں۔

۲.....وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ (البقرة:۳۰)

ترجمہ: اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب۔

یہاں سیاقِ آیت سے خلیفہ کی توضیح ہو جاتی ہے کہ اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

۳.....وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ (الانبیاء:۸۷)

ترجمہ: اور مچھلی والے (پیغمبر یعنی یونس کا تذکرہ کیجیے) وہ اپنی قوم سے (جب کہ وہ ایمان نہ لائے) خفا ہو کر چل دیئے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ ہم ان پر (اس چلے جانے میں) کوئی پکڑ نہیں کریں گے۔

ذوالنون کی مراد ایک دوسری آیت سے واضح ہو جاتی ہے وہ یہ ہے:

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۞ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۞ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ۞ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَ هُوَ مُلِيْمٌ ۞ (الصافات)

ترجمہ: اور یقیناً یونس بھی پیغمبروں میں سے تھے، جب وہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی میں پہنچے، پھر وہ قرعہ اندازی میں شریک ہوئے، اور قرعہ میں مغلوب

Marfat.com

ہوئے، پھر مچھلی نے انہیں نگل لیا جب کہ وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے۔

۴..... فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَ سُقْيٰهَا ﴿۱۳﴾ (الشمس)

ترجمہ: تو اللہ کے پیغمبر نے ان سے کہا کہ خبردار! اللہ کی اونٹنی کا اور اس کے پانی پینے کا پورا خیال رکھنا۔

یہاں رسول اللہ سے مراد حضرت صالح علیہ السلام ہیں کیونکہ سورۂ اعراف کی آیت میں اس کی وضاحت آئی ہے:

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَ عَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَ قَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾ (الاعراف)

ترجمہ: چنانچہ انہوں نے اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی، اور کہا صالح اگر واقعی تم ایک پیغمبر ہو تو لے آؤ عذاب جن کی ہمیں دھمکی دیتے ہو۔

امثلہ بر جزء ثانی

۱..... رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ (ابراهیم:۳۷)

ترجمہ: اور اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد کو آپ کے حرمت والے گھر والے کے پاس ایک ایسی وادی میں لا بسایا جس میں کوئی کھیتی نہیں ہوئی۔

"ذریة" کی وضاحت سنت میں آئی ہے کہ اس سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

۲..... فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾ (الکھف)

ترجمہ: تب انہیں ہمارے بندوں میں سے ایک ملا جس کو ہم نے اپنی خصوصی رحمت سے نوازا تھا، اور خاص اپنی طرف سے ایک علم سکھایا تھا۔

حدیث شریف میں ہے کہ عبد سے مراد حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔

Marfat.com

امثلہ بر جزء ثالث

۱..... اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْکِ عُصْبَۃٌ مِّنْکُمْ (النور: ۱۱)

ترجمہ: اور یقین جانو کہ جو لوگ یہ جھوٹی تہمت گڑھ کر لائے ہیں وہ تمہاری اندر ہی کی ایک جماعت ہے۔

عصبہ سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان فرمادیا کہ عبداللہ بن ابی بن سلول، مسطح بن اثاثہ، حسان بن ثابت اور حمنہ بنت جحش وغیرہ ہیں۔

۲..... ھٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّھِمْ (الحج: ۱۹)

ترجمہ: یہ (مومن اور کافر) دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کے بارے میں ایک دوسرے سے جھگڑا کیا ہے۔

''خَصْمٰنِ'' کی وضاحت صحابہ نے فرمائی کہ اس سے مراد ایک تو حمزہ، عبیدہ اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے، اور دوسری جماعت عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کی ہے۔

۳..... وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ

(الأحزاب: ۳۷)

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) یاد کرو جب تم اس شخص سے جس پر اللہ نے بھی احسان کیا تھا اور تم نے بھی احسان کیا تھا یہ کہہ رہے تھے کہ اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رہنے دو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ یہاں زوج سے مراد حضرت ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ہیں۔

قاعدہ نمبر (۱۰۰)

عِنْدَ عَطْفِ صِفَةٍ عَلٰی صِفَةٍ لِمَوْصُوْفٍ وَاحِدٍ فَالْاَفْصَحُ فِیْ كَلَامِ الْعَرَبِ تَرْكُ اِدْخَالِ الْوَاوِ وَاِذَا اُرِیْدَ بِالْوَصْفِ الثَّانِیْ مَوْصُوْفٌ آخَرُ

Marfat.com

غَيْرُ الْأَوَّلِ أُدْخِلَتِ الْوَاوُ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

ایک موصوف کی متعدد صفات ذکر کرنا ہو تو افصح یہ ہے کہ واو عاطفہ کو نہ لایا جائے، اور اگر دوسری صفت کسی دوسرے موصوف کی ہو تو واو کا لانا ضروری ہے۔

مثال بر جزء اول: ایک موصوف کی متعدد صفات ہوں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ (الفاتحة)

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کی ہیں، جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، جو سب پر مہربان، بہت مہربان ہے، جو روز جزا کا مالک ہے۔

یہاں ایک ہی موصوف یعنی اللہ رب العزت کی چار صفات کا ذکر ہے "رب العلمین، الرحمن، الرحیم، ملك یوم الدین" اس لئے حرفِ عطف کو ترک کر دیا گیا ہے۔

مثال بر جزء ثانی: متعدد موصوف کی صفات ہوں

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ وَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ (النساء: ۳۷، ۳۸)

ترجمہ: جو کہ بخل کرتے ہوں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم کرتے ہوں، اور وہ اس چیز کو پوشیدہ رکھتے ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے، اور ہم نے ایسے ناشکروں کے لئے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے، اور جو لوگ کہ اپنے مالوں کو لوگوں کے دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں، اور اللہ

---

(۱) تفسیر الطبری: سورۃ النساء آیت نمبر ۳۸ کے تحت، ج ۸ ص ۳۵۷

Marfat.com

تعالیٰ پر اور آخری دن پر ایمان نہیں رکھتے۔

یہاں چند صفات کا ذکر ہے جو اگرچہ ساری کی ساری کفار سے ہی متعلق ہیں مگر چونکہ ہر ہر صفت کا تعلق ایک الگ نوع کے کافر سے ہے اس لئے ہر دو صفت کے درمیان واو فصل لایا گیا۔

قاعدہ نمبر (۱۰۱)

فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْآنِ بِمُقْتَضَی اللُّغَةِ یُرَاعَی الْمَعْنَی الْاَغْلَبُ وَالْاَشْهَرُ وَالْاَفْصَحُ دُوْنَ الشَّاذِّ اَوِ الْقَلِیْلِ۔

حاصل قاعدہ

مقتضائے لغت کے مطابق قرآن کی تفسیر میں غالب ومشہور اور فصیح معنی کا لحاظ کیا جائے گا، شاذ اور قلیل الاستعمال معانی سے احتراز کیا جائے گا۔

علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۰ھ) نے اس قاعدے کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے:

واما تاویل من تاوّله بمعنی الحبة من النسبلة ،و النسبلة من الحبة، و البیضة من الدجاجة، و الدجاجة من البیضة، و المومن من الکافر، والکافر من المومن، فإن ذلك و إن کان له وجه مفهوم، فلیس ذلك الأغلب الظاهر فی استعمال الناس فی الکلام، و توجیه معانی کتاب اللہ عزو جل إلی الظاهر المستعمل الناس، أولی من توجیهها إلی الخفی القلیل فی الاستعمال۔[1]

(۱) تفسیر الطبری: سورۃ آل عمران آیت نمبر ۲۷ کے تحت، ج۶ ص۳۰۹

Marfat.com

تطبیق مثال

لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا بَرْدًا وَّ لَا شَرَابًا ﴿۲۴﴾ (النبا)

ترجمہ: اور اس میں نہ تو وہ کسی ٹھنڈک (یعنی راحت) کا مزہ چکھیں گے اور نہ پینے کی چیز کا۔

بعض مفسرین نے ''بردًا'' کی تفسیر ''نوم'' سے کی ہے مگر یہ معنی قلیل الاستعمال ہے، مشہور معنی اس کا ٹھنڈک ہے۔ لہٰذا اسی معنی پر محمول کیا جائے گا۔

مثال نمبر ا..... تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۲۴۸﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: اسے فرشتے اٹھائے ہوئے لائیں گے، اگر تم مؤمن ہو تو تمہارے لئے اس میں بڑی نشانی ہے۔

یہ آیت حملِ تابوت کے بارے میں ہے، جس کی مختصر تشریح یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک صندوق چلا آتا تھا اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام وغیرہ انبیاء کے تبرکات تھے۔

بنی اسرائیل اس صندوق کو لڑائی میں آگے رکھتے، اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے فتح عطا فرماتے تھے، جب جالوت بنی اسرائیل پر غالب آیا تو یہ صندوق بھی لے گیا، جب اللہ تعالیٰ کو صندوق کا پہنچانا منظور ہوا تو یہ کیا کہ وہ کافر جہاں صندوق کو رکھتے وہیں وبا اور بلا پہنچتی جس کی وجہ سے کئی شہر ویران ہوگئے، ناچار ہو کر دو بیلوں پر اس کو لاد کر ہانک دیا، فرشتے اس صندوق کو اٹھا کر طالوت کے دروازے پر لے آئے، بنی اسرائیل اس نشانی کو دیکھ کر طالوت کی بادشاہت پر یقین لائے اور طالوت نے جالوت پر فوج کشی کردی اور موسم نہایت گرم تھا۔

بعض مفسرین نے ''تَحمِلُ'' کی تفسیر ''تَسُوْقُ'' سے کی ہے یعنی ملائکہ بذاتِ خود تابوت کو اٹھائے ہوئے نہیں تھے بلکہ دو جانور اسے اٹھائے ہوئے تھے اور ملائکہ انہیں ہانک رہے تھے۔

دیگر مفسرین نے حمل کو اس کے مشہور معنی (بذات خود اٹھانا) پر رکھا ہے، قاعدہ مذکورہ

Marfat.com

کے مطابق حمل کے مشہور معنی ہی پر محمول کیا جائے گا۔

مثال نمبر ۲..... وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ۔(البقرۃ)

ترجمہ: اور آپ جاندار چیز کو بے جان سے نکال لیتے ہیں اور بے جان چیز کو جاندار سے نکال لیتے ہیں۔

حی اور میت کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں:

اول: یہ کہ حی سے مراد ''جاندار'' اور میت سے مراد ''نطفہ''۔

دوم: یہ کہ حی سے مراد ''پودا'' اور میت سے مراد ''بیج یا گٹھلی''۔

سوم: یہ کہ حی سے مراد ''مؤمن'' اور میت سے مراد ''کافر''۔

مگر پہلا قول راجح ہے کیونکہ دوسرے اور تیسرے قول میں گو حیات و ممات کا مفہوم ہے مگر حقیقی اور مشہور معنی میں نہیں ہے، اور قول اول میں حیات و ممات اپنے حقیقی اور مشہور معنی میں مستعمل ہے، لہٰذا اس معنی کو دیگر معانی پر تقدیم و ترجیح ہوگی۔

مثال نمبر ۳..... اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ (آل عمران:۲۸)

ترجمہ: مگر یہ کہ تم ان (کے ظلم) سے بچنے کے لئے بچاؤ کا کوئی طریقہ اختیار کرو، اور اللہ تمہیں اپنے (عذاب) سے بچاتا ہے، اور اس کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔

یہ آیت کفار سے موالات کے متعلق ہے جس میں کفار سے موالات اختیار کرنے کی ممانعت کی گئی ہے مگر ایک استثنائی صورت میں اجازت دی گئی ہے۔ ''اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً'' کے ذریعہ اس کی تفسیر میں دو قول ہیں۔

مشہور قول یہ ہے کہ اتقاء کا تعلق کفار سے ہے یعنی کفار کی جانب سے اگر اذیت و آزمائش کا اندیشہ ہو تو ظاہری موالات کی اجازت ہے البتہ قلبی موالات اس صورت میں بھی ممنوع ہے۔

Marfat.com

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اتقاء کا تعلق ''اللہ تعالیٰ'' سے ہے یعنی اگر تم کو ان سے قرابت کے متعلق اللہ کا ڈر ہے تو موالات کرو۔

پہلی توجیہ کلامِ عرب کے اسلوبِ غالب وشائع کے موافق ہے جب کہ دوسری توجیہ کی بھی گنجائش ہے، مگر چونکہ وہ مشہور اسلوب عرب سے الگ ہے اس لئے پہلی توجیہ راجح ہوگی۔

قاعدہ نمبر (۱۰۲)

قَدْ يَتَجَاذَبُ اللَّفْظَةُ الْوَاحِدَةُ الْمَعْنَى وَالْإِعْرَابَ فَيُتَمَسَّكُ بِصِحَّةِ الْمَعْنَىٰ وَ يُؤَوَّلُ لِصِحَّةِ الْإِعْرَابِ۔ [1]

حاصل قاعدہ

کبھی معنی اور اعراب (نحوی ترکیب) کے مقتضی میں تخالف ہوتا ہے تو وہاں معنی کو اختیار کیا جائے گا، اور اعراب کی تصحیح کے لئے کوئی تاویل کرلی جائے گی۔

تشریح

بعض مواقع پر ایسا ہوتا ہے کہ اگر لفظ کے معنی پر نظر کی جائے تو ایک مفہوم نکلتا ہے مگر جملہ کی ترکیب اس مفہوم سے انکار کرتی ہے، ایسے موقع پر معنی کو اختیار کیا جائے گا کیونکہ وہی اصل ہے اور ترکیب کی کوئی ایسی شکل اختیار کی جائے گی جو اس معنی صحیح کے موافق ہو۔

مثال نمبر ۱..... اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝ (الطارق)

ترجمہ: بے شک وہ اسے دوبارہ پیدا کرنے پر پوری طرح قادر ہے، جس دن تمام پوشیدہ باتوں کی جانچ ہوگی۔

یہاں جب آیت کے معنی ومراد پر نظر کی جائے تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ

(۱) البرهان فی علوم القرآن: النوع العشرون، ج۱ ص ۳۹۰/ الإتقان فی علوم القرآن: النوع الحادی والأربعون، ج۲ ص ۳۱۹

Marfat.com

قیامت کے دن انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے، اور اس صورت میں یوم ظرف ہوگا رجع مصدر کا، مگر اصولِ عربیت کے اعتبار سے یہ ترکیب درست نہیں، اس لئے کہ اس میں مصدر (رجع) اور اس کے معمول یعنی یوم کے درمیان فصل بالاجنبی آرہا ہے، لہٰذا قاعدہ مذکورہ کی رو سے معنی کی رعایت کرتے ہوئے اس کو صحیح قرار دیا جائے گا اور ترکیب میں کوئی مناسب تاویل کرلی جائے گی۔

مثلاً یہ کہ ''یَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ'' سے پہلے ''رجع'' مصدر کے مناسب کوئی فعل مقدر مان لیا جائے گا اور تقدیر آیت یہ ہوگی:

إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۝ (فَرَجَعَهُ) يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝

اب اس صورت میں معنی بھی اپنی جگہ صحیح برقرار رہے گا اور نحوی ترکیب پر بھی اشکال نہیں آئے گا۔

مثال نمبر ۲..... لَمَقْتُ اللهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ۝ (المومن)

ترجمہ: جیسے تم کو (اس وقت) اپنے سے نفرت ہے اس سے بڑھ کر اللہ کو (تم سے) نفرت تھی جب کہ تم (دنیا میں) ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے پھر تم نہیں مانا کرتے تھے۔

یہاں معنی کا تقاضا یہ ہے کہ ''إذ'' کو ''مــقــت'' مصدر سے متعلق کیا جائے، مگر اس ترکیب میں مصدر اور اس کے معمول کے درمیان فصل بالاجنبی لازم آرہا ہے، اس لئے معنی کو اسی حالت پر رکھا جائے گا اور ''إذ'' کا متعلق کوئی ایسا فعل مقدر مانیں گے جس پر مصدر دلالت کررہا ہو۔

مثال نمبر ۳..... اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۝ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۝ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۝ (العادیات)

ترجمہ: بھلا کیا وقت اسے معلوم نہیں ہے جب قبروں میں جو کچھ ہے، اسے باہر

Marfat.com

بکھیر دیا جائے گا، اور سینوں میں جو کچھ ہے اسے ظاہر کردیا جائے گا، یقیناً ان کا پروردگار اس دن (ان کی حالت ہوگی اس) سے پوری طرح باخبر ہے۔

یہاں معنی کا تقاضا یہ ہے کہ ''إذا'' کو ''خبیر'' کا ظرف بنایا جائے مگر نحوی ترکیب اس سے انکار کرتی ہے، کیونکہ نحو کا قاعدہ ہے کہ ''إن'' کا مابعد اپنے ماقبل پر عمل نہیں کرتا، یہاں ''خبیر'' إن کی خبر ہے، اور ''إذا'' اس سے پہلے ہے اس لئے معنی کو درست رکھا جائے گا اور ترکیب کی صحت کے لئے ''إن'' سے پہلے ایک عامل مقدر مان لیا جائے گا۔

قاعدہ نمبر (۱۰۳)

قَدْ يُثَنَّى الضَّمِيْرُ مَعَ كَوْنِهٖ عَائِدًا عَلَى أَحَدِ الْمَذْكُوْرَيْنِ دُوْنَ الْاٰخَرِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

بسا اوقات ضمیر سے پہلے دو چیزیں مذکور ہوتی ہیں، اور مقصود ان میں سے ایک چیز ہی ہوتی ہے مگر ان کی جانب لوٹنے والی ضمیر تثنیہ کی لائی جاتی ہے۔

مثال نمبر ۱..... نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾ (الکھف)

ترجمہ: تو دونوں اپنی مچھلی کو بھول گئے، اور اس نے سمندر میں ایک سرنگ کی طرح کا راستہ بنالیا۔

دونوں کلموں میں ضمیر تثنیہ کی لائی گئی ہے جب کہ ناسی صرف ایک شخص (موسیٰ علیہ السلام کا خادم) تھا۔

مثال نمبر ۲..... فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ (البقرة: ۲۲۹)

ترجمہ: تو دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا اس (مال کے دینے) میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑالے۔

---

(۱) الکلیات لأبی البقاء: فصل الضاد، ج۵۶۹/ الإتقان فی علوم القرآن: النوع الثانی والأربعون، ج۲ ص۳۳۷

Marfat.com

فدیہ دینے والی صرف عورت ہوتی ہے مگر ''عَلَیْهِمَا'' میں ضمیر تثنیہ کی لائی گئی۔

مثال نمبر ۳..... يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ (الرحمن)

ترجمہ: ان دونوں سمندروں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے۔

اب یہ موتی اور مرجان دونوں یعنی میٹھے اور کھارے دونوں سمندروں سے نہیں نکلتے ہیں بلکہ ایک سے نکلتے ہیں لیکن ضمیر تثنیہ کی لائی ہے۔

قاعدہ نمبر (۱۰۴)

قَدْ يَجِيْءُ الضَّمِيْرُ مُتَّصِلاً بِشَيْءٍ وَهُوَ لِغَيْرِهٖ عَائِدًا عَلَى مُلَابِسٍ مَا هُوَ لَهٗ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

بسا اوقات ضمیر کسی شئ سے متصل آتی ہے مگر اس کا مرجع شئ متصل کا غیر ہوتا ہے یا شئ متصل کے متعلقات میں سے کوئی متعلق ہوتا ہے۔

مثال: (الف) جب کہ مرجع شئ متصل کے علاوہ ہو:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۱۳﴾ (المومنون)

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے پیدا کیا، پھر ہم نے اسی ٹپکی ہوئی بوند کی شکل میں ایک محفوظ جگہ پر رکھا۔

یہاں ''جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً'' میں ''ہ'' ضمیر سے قبل انسان مذکور ہے جس سے مراد آدم علیہ السلام ہیں، مگر یہ ''ہ'' ضمیر کا مرجع نہیں ہے بلکہ اس کا مرجع اولادِ آدم ہے، کیوں کہ نطفہ کا تعلق تخلیقِ آدم سے نہیں بلکہ تخلیقِ اولادِ آدم سے ہے۔

---

(۱) الإتقان في علوم القرآن: النوع الثاني والأربعون، ج۲ ص۳۳۷/ الكليات: فصل الضاد، ص۵۶۹

Marfat.com

مثال: (ب) جب کہ ضمیر کا مرجع متعلق شئی ہو:

اِلَّا عَشِیَّۃً اَوْ ضُحٰىهَا ۝۴۶ (النازعات)

ترجمہ: مگر ایک شام یا ایک صبح۔

ضحها میں "ھا" کا مرجع "عشية" نہیں بلکہ "یوم" ہے۔ جو "عشية" کے متعلقات میں سے ہے، اور تقدیر آیت اس طرح ہے "او ضحی یوم العشية" اور اس تقدیر کی ضرورت اس لئے پڑی کہ ضحیٰ سے مراد آفتاب کی چڑھتی ہوئی روشنی ہے، اور عشیہ کہتے ہیں شام کے وقت کو، اور ظاہر ہے آفتاب کی چڑھتی ہوئی روشنی کا تعلق دن سے ہے نہ کہ شام سے۔

مثال نمبر ا..... لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ (المائدۃ: ۱۰۱)

ترجمہ: اور ایسی فضول باتیں مت پوچھو کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو۔

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ (المائدۃ: ۱۰۲)

ترجمہ: ایسی باتیں تم سے پہلے اور لوگوں نے بھی پوچھی تھیں۔

سَاَلَهَا میں "ھا" ضمیر کا مرجع اشیاء کے علاوہ دوسری چیز ہے۔

مثال نمبر ۲..... وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۝۳۷ (یس)

ترجمہ: اور ایک نشانی ان لوگوں کے لئے رات ہے کہ ہم اس (رات) پر سے دن کو اتار لیتے ہیں سو یکایک وہ لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔

"فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ" میں "ھم" ضمیر کا مرجع "لیل و نهار" کا غیر ہے یعنی کفار مراد ہیں۔

مثال نمبر ۳..... مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ (الحج: ۷۸)

ترجمہ: اپنے باپ ابراہیم کے دین کو مضبوطی سے تھام لو، اُس نے تمہارا نام مسلمان رکھا تھا۔

Marfat.com

بعض مفسرین نے ''ھو'' ضمیر کا مرجع ابراہیم علیہ السلام کو بنایا، مگر دیگر مفسرین نے اس کا مرجع ''اللّٰہ'' کو قرار دیا ہے جو شیٔ متصل کا غیر ہے۔

قاعدہ نمبر (۱۰۵)

قَدْ يَحْتَمِلُ اللَّفْظُ عِدَّةَ مَعَانٍ وَ يَكُوْنُ أَحَدُهَا هُوَ الْغَالِبُ اِسْتِعْمَالًا فِي الْقُرْآنِ فَيُقَدَّمُ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

جہاں چند معانی کا احتمال ہو تو اس معنی کو اختیار کرنا راجح ہوگا جو قرآن میں کثرت سے مراد لیا گیا ہے۔

مثال نمبر ۱..... وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ (آل عمران:۷)

ترجمہ: حالانکہ ان کا صحیح مطلب بجز حق تعالیٰ کے کوئی اور نہیں جانتا۔

لفظ تاویل قرآن میں دو معنوں میں استعمال ہوا ہے:

اول: التفسير وادراك المعنى۔

یعنی مراد کو واضح کرنا اور روشن کرنا۔

دوم: حقيقة الأمر التي يؤول إليها۔

یعنی کسی شیٔ کی حقیقت، مصداق، انجام اور غرض وغایت۔ مگر دوسرا معنی مراد لینا راجح ہوگا، کیوں کہ دوسرے معنی میں استعمال بکثرت ہوا ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سے ظاہر ہوتا ہے۔

۱..... هَٰذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِن قَبْلُ (یوسف:۱۰۰)

ترجمہ: یہ ہے میرے خواب کی تعبیر جو پہلے زمانے میں دیکھا تھا۔

---

(۱) أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن: سورة الحشر آیت نمبر ۲ کے تحت، ج ۸ ص ۱۵

Marfat.com

۲..... هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا تَاۡوِيۡلَهٗ ؕ (الأعراف ۵۳)

ترجمہ: (اب) یہ (کافر) اس آخری انجام کے سوا کس بات کے منتظر ہیں جو اس کتاب میں مذکور ہے؟

۳..... بَلۡ كَذَّبُوۡا بِمَا لَمۡ يُحِيۡطُوۡا بِعِلۡمِهٖ وَلَمَّا يَاۡتِهِمۡ تَاۡوِيۡلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ (یونس: ۳۹)

ترجمہ: بات دراصل یہ ہے کہ جس چیز کا احاطہ یہ اپنے علم سے نہیں کر سکے، اسے انہوں نے جھوٹ قرار دے دیا اور ابھی اس کا انجام بھی ان کے سامنے نہیں آیا۔

۴..... ذٰلِكَ خَيۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِيۡلًا ﴿۵۹﴾ (النساء)

ترجمہ: یہی طریقہ بہترین ہے اور اس کا انجام بھی سب سے بہتر ہے۔

ان تمام مثالوں میں دوسرا معنی مراد ہے اس لئے دوسرا معنی ہی راجح ہوگا۔

مثال نمبر ۲..... وَالَّيۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ ۙ﴿۱۷﴾ (التکویر)

ترجمہ: اور قسم رات کی جب وہ آنے لگے۔

آیت کریمہ میں لیل کی طرف ''عَسۡعَسَ'' کی نسبت کی گئی ہے اور لفظ ''عَسۡعَسَ'' اقبال وادبار کے معنی میں مشترک ہے، پس آیت مذکورہ میں رات کا آنا اور جانا دونوں کا احتمال ہوگا، اور قرآن میں لیل کے لئے اقبال وادبار (آنے اور جانے) دونوں صفتوں کا استعمال ہوا ہے، جیسے: وَالَّيۡلِ اِذۡ اَدۡبَرَ ﴿۳۳﴾ (المدثر) اس میں ادبار کی صفت وارد ہے اور وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰى ۙ﴿۱﴾ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۙ﴿۲﴾ (اللیل) وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰٮهَا ۪ۙ﴿۳﴾ وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰٮهَا ۪ۙ﴿۴﴾ (الشمس) وَالضُّحٰى ۙ﴿۱﴾ وَالَّيۡلِ اِذَا سَجٰى ۙ﴿۲﴾ (الضحی) ان آیتوں میں لیل کے لئے اقبال کی صفت آئی ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اقبالِ لیل کی قسم ادبارِ لیل کے مقابلہ میں زیادہ وارد ہوئی ہے اس لئے ''عَسۡعَسَ'' میں اقبال کا معنی راجح ہوگا۔

مثال نمبر ۳..... كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىۡ ؕ (المجادلة: ۲۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے یہ بات (اپنے حکم ازلی میں) لکھ دی ہے کہ میں اور

Marfat.com

میرے پیغمبر غالب رہیں گے۔

غلبہ دو معنوں میں مستعمل ہے غلبہ لسان، غلبہ سنان، اور دونوں معنی یہاں درست ہیں مگر غلبہ سنانی کے لئے اس کا استعمال قرآن میں زیادہ ہوا ہے، مثلاً:

۱..... كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةًۢ بِإِذْنِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِينَ (البقرة)

ترجمہ: بہت سی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں پر خدا کے حکم سے غالب آ گئی ہیں۔

۲..... وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ (النساء: ۷۴)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ کی راہ میں لڑے گا پھر چاہے قتل ہو جائے یا غالب آ جائے۔

۳..... وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (الأنفال: ٦٥)

ترجمہ: اور اگر تم میں کے سو آدمی ہوں گے تو ایک ہزار کفار پر غالب آ جاویں گے۔

پس قاعدہ ہذا کی رو سے غلبہ سنانی والے معنی کو ترجیح ہوگی۔

قاعدہ نمبر (۱۰۶)

قَدْ يَخْتَلِفُ اللَّفْظَانِ الْمُعَبَّرُ بِهِمَا عَنِ الشَّيْئِ الْوَاحِدِ فَيُسْتَمْلَحُ ذِكْرُهُمَا عَلَى وَجْهِ التَّاكِيْدِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

کبھی ایک ہی شئی کو دو مختلف لفظوں سے تعبیر کر دیا جاتا ہے تاکید و تحسین کی غرض سے۔

تشریح

بلاغت کا یہ بہت اہم قاعدہ ہے، اہلِ عرب کہتے ہیں "سحقًا و بعدًا" "حلال

(۱) قواعد التفسير: المقصد الثاني عشر: الترادف، ج۱ ص۴۶۹

Marfat.com

وطیب ''قرآن کریم میں بھی اس کا استعمال ہوا ہے، اس طرح کی تعبیر اپنے اندر تاکید کے ساتھ تاسیس کے معنی کو بھی شامل ہوتی ہے، اس لئے کہ ہر لفظ دوسرے لفظ سے ایسا زائد معنی رکھتا ہے جس کو اول شامل نہیں ہوتا۔

مثال..... فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ (الحجر)

ترجمہ: چنانچہ سوسارے کے سارے فرشتوں نے سجدہ کیا۔

اس آیت میں ''كُلُّهُمْ'' سے ملائکہ کے تمام افراد کا استغراق معلوم ہوا، اور ''اَجْمَعُوْنَ'' سے یہ معلوم ہوا کہ ان ملائکہ کا سجدہ ایک ساتھ مل کر ہوا تھا۔

دیگر امثلہ

۱..... وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ۝ (الفاطر:۲۷)

ترجمہ: اور بہت گہرے سیاہ۔

۲..... وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ (النمل)

ترجمہ: جب وہ پیٹھ پھیر کر چل کھڑے ہوں۔

۳..... وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ (التوبة)

ترجمہ: اور منہ موڑ کر چل دیئے۔

ان تینوں آیات میں ایک ہی معنی کو دو مختلف لفظوں سے تاکید و تحسین کی غرض سے تعبیر کیا گیا ہے۔

قاعدہ نمبر (۱۰۷)

قَدْ يُذْكَرُ شَيْئَانِ وَ يَعُوْدُ الضَّمِيْرُ عَلَى أَحَدِهِمَا اِكْتِفَاءً بِذِكْرِهِ عَنِ الآخَرِ مَعَ كَوْنِ الْجَمِيْعِ مَقْصُوْدًا۔ (۱)

(۱) قواعد التفسیر: المقصد السابع: الضمائر، ج ۱ ص ۴۰۶

Marfat.com

حاصل قاعدہ

بسا اوقات ضمیر سے پہلے دو چیزیں مذکور ہوتی ہیں مگر ضمیر کسی ایک ہی چیز کی جانب لوٹائی جاتی ہے، جب کہ اس ضمیر سے دونوں چیزوں کا اشارہ مقصود ہوتا ہے۔

تشریح

یہاں کل چار صورتیں ہیں لیکن قاعدہ مذکورہ کا تعلق صرف چوتھی صورت سے ہے۔

اول: دونوں چیزوں کو مرجع بناتے ہوئے ضمیر تثنیہ کی لائی جائے:

۱..... اِنْ یَّکُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰہُ اَوْلٰی بِہِمَا (النساء:۱۳۵)

ترجمہ: وہ شخص (جس کے خلاف گواہی دینے کا حکم دیا جا رہا ہے) چاہے امیر ہو یا غریب، اللہ دونوں قسم کے لوگوں کا (تم سے) زیادہ خیر خواہ ہے۔

۲..... کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰہُمَا (الأنبیاء: ۳۰)

ترجمہ: آسمان اور زمین بند تھے پھر ہم نے انہیں کھول دیا۔

۳..... یٰٓاَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْہَا زَوْجَہَا وَبَثَّ مِنْہُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً (النساء: ۱)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی، اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں (دنیا میں) پھیلا دیئے۔

دوم: مرجع اول المذکورین کو بنایا جائے اور ضمیر مفرد لائی جائے:

وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَوْ لَہْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَیْہَا (الجمعۃ: ۱۱)

ترجمہ: اور جب کچھ لوگوں نے کوئی تجارت یا کوئی کھیل دیکھا تو اُس کی طرف ٹوٹ پڑے۔

اس میں مرجع ''تِجَارَۃً'' کو مان کر واحد مونث کی ضمیر لائی گئی ہے۔

Marfat.com

سوم: مرجع آخر المذکورین کو بنایا جائے اور ضمیر مفرد لائی جائے:

وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (التوبة: ۳۴)

ترجمہ: اور جو لوگ سونے چاندی کو جمع کر کے رکھتے ہیں، اور اس (چاندی) کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے۔

اس میں مرجع صرف "الْفِضَّةَ" کو بنایا گیا ہے اور ضمیر مفرد مونث کی لائی گئی ہے۔

چہارم: مرجع دونوں چیزیں ہوں اور مراد بھی دونوں ہوں مگر ضمیر واحد کی لائی جائے۔

۱..... وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ (التوبة: ۶۲)

ترجمہ: اگر یہ واقعی مؤمن ہوں تو اللہ اور اس کے رسول اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ یہ ان کو راضی کریں۔

۲..... النَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ۔ (الأنعام: ۱۴۱)

ترجمہ: اور نخلستان اور کھیتیاں جن کے ذائقے الگ الگ ہیں۔

ان دونوں آیات میں مرجع دونوں چیزیں ہیں اور مراد بھی دونوں ہیں مگر ضمیر واحد کی لائی ہے۔

فائدہ

مرجع کی وحدت اور تعدد کے اعتبار سے ضمیروں کا لانا تو موافقِ اصل ہے، لیکن جو صورتیں اصل کے خلاف ہیں ان میں کوئی معنوی علت یا نکتہ پوشیدہ ہوا کرتا ہے جس کے سبب خلافِ اصل کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

قاعدہ نمبر (۱۰۸)

قَدْ يَرِدُ التَّكْرَارُ لِتَعَدُّدِ الْمُتَعَلَّقِ۔ [1]

---

(۱) قواعد التفسیر: المقصد الرابع والعشرون: التکرار فی القرآن، ج۲ ص۷۰۲

Marfat.com

حاصل قاعدہ

کبھی تکرار متعلق کے متعدد ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

تشریح

قرآن کریم کی بہت سی آیتیں اور جملے مکرر آئے ہوئے ہیں جن سے محض تکرار کا وہم ہوتا ہے مگر حقیقت میں تکرار نہیں، بلکہ ہر جگہ آیت کا مفہوم متعلق کے اعتبار سے جداگانہ ہے۔

مثال نمبر ۱..... فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۱۳﴾ (الرحمن)

ترجمہ: اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

سورۂ رحمٰن میں یہ آیت تیس (۳۰) مرتبہ آئی ہے مگر ہر جگہ اس کا مفہوم اپنے ماقبل کے مضمون سے مربوط ہے، اس طرح ہر جگہ یہ آیت اپنے اندر تاسیس کا معنی لئے ہوئے ہے، اور وہ اس طور پر کہ سورۂ رحمٰن میں حق جل سبحانہ نے اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا، ہر ایک نوع کے انعام کے بعد بندوں سے اقرار و شکر کا مطالبہ کیا ہے۔

مثال نمبر ۲..... وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿۱۵﴾ (المرسلات)

ترجمہ: بڑی خرابی ہوگی اُس دن ایسے لوگوں کی جو حق کو جھٹلاتے ہیں۔

یہ آیت سورہ مرسلات میں دس (۱۰) مرتبہ آئی ہے، بایں طور کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ مرسلات میں مختلف قصوں کو ذکر فرمایا ہے اور ہر قصے کے بعد فرمایا: ''وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿۱۵﴾'' کہ اس قصہ کے جھٹلانے والے کے لئے ہلاکت ہے۔

مثال نمبر ۳..... اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَمَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۸﴾ (الشعراء)

ترجمہ: اس میں ایک بڑی نشانی ہے اور پھر بھی ان میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

یہ آیت سورۂ شعراء میں الگ الگ قصوں کے بعد آٹھ (۸) مقامات پر آئی ہے، لہٰذا ہر جگہ قصہ سے مستفاد آیت کا معنی مراد ہے۔

Marfat.com

قاعدہ نمبر (۱۰۹)

قَدْ یَرِدُ الْخِطَابُ بِالشَّیْئِ فِی الْقُرْآنِ عَلٰی اِعْتِقَادِ الْمُخَاطَبِ دُوْنَ مَا فِیْ نَفْسِ الْاَمْرِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

کبھی قرآنِ مجید میں کلام مخاطب کے اعتقاد کے مطابق آتا ہے اگرچہ حقیقت کچھ اور ہو۔

مثال نمبر ۱..... وَالَّذِیْنَ یُحَآجُّوْنَ فِی اللّٰہِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِیْبَ لَہٗ حُجَّتُہُمْ دَاحِضَۃٌ عِنْدَ رَبِّہِمْ (الشوریٰ:۱۶)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے بارے میں حجتیں نکالتے ہیں جب کہ لوگ اس کی بات مان چکے ہیں، ان کی حجت ان کے پروردگار کے سامنے باطل ہے۔

اس میں کفار کی بے سروپا باتوں کو حجت کہا گیا ہے، ان کے خیال کے مطابق۔

مثال نمبر ۲..... اُدْعُوْا شُرَکَآءَ کُمْ (الأعراف: ۱۹۵)

ترجمہ: تم ان سب دیوتاؤں کو بلالاؤ۔

مثال نمبر ۳..... وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَنْدَادًا (البقرۃ:۱۶۵)

ترجمہ: اور (اس کے باوجود) لوگوں میں کچھ وہ بھی ہیں جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو اس کی خدائی میں شریک کرتے ہیں۔

ان دو آیات میں "شرکاء" اور "اَنْدَادًا" معبودانِ باطلہ کے لئے بولا گیا ہے، یہ بھی محض کفار کے خیال کے مطابق ہے، اس لئے کہ حقیقت میں اللہ کا کوئی شریک اور اس کا کوئی ہمسر و مساوی ہے ہی نہیں۔

---

(۱) البرهان فی علوم القرآن: تابع النوع السادس والأربعون، ج۴ ص۵۵

Marfat.com

قاعدہ نمبر (۱۱۰)

قَدْ يَرِدُ نَفْيُ الشَّيْئِ مُقَيَّدًا وَالْمُرَادُ نَفْيُهُ مُطْلَقًا مُبَالَغَةً فِي النَّفْيِ وَتَاكِيْدًا لَهُ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

شئ کی نفی کبھی بصورتِ تقیید کی جاتی ہے لیکن مراد اس سے مطلق نفی ہوتی ہے، اور ایسا نفی میں مبالغہ اور تاکید پیدا کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔

تشریح

اہلِ عرب کبھی کسی شئ کی مقید انداز میں نفی کرتے ہیں جس سے بظاہر معلوم ہوگا کہ مقصود صرف اس قید کی نفی کرنا ہے حالانکہ ان کا مقصد اصلِ شئ کی نفی کرنا ہوتا ہے، اور اس انداز سے نفی میں مبالغہ اور تاکید کا معنی پیدا ہوجاتا ہے۔

مثال نمبر ا..... وَلَا تَكُونُوٓا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ (البقرۃ: ۴۱)

ترجمہ: اور تم ہی سب سے پہلے اس کے منکر نہ بن جاؤ۔

اس میں بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اول کافر ہونے (یعنی سب سے پہلے کفر کرنے) سے روکا گیا جس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ کچھ لوگوں کے کفر کر لینے کے بعد کفر کرنے کی ممانعت نہیں ہے، حالانکہ یہاں صرف اولیت کی نفی مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ ہر قسم کا کفر مطلقاً ممنوع ہے خواہ اول ہو یا بعد میں، البتہ اس انداز کی وجہ سے کفر سے دور رہنے کے حکم میں مبالغہ اور تاکید کا معنی آ گیا۔

مثال نمبر ۲..... وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا (البقرۃ: ۴۱)

ترجمہ: اور میری آیتوں کو معمولی سی قیمت لے کر نہ بیچو۔

---

(۱) الإتقان فی علوم القرآن: النوع السابع والخمسون، ج۳ ص۲۶۳

Marfat.com

یہاں مطلق ثمن مراد ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر، قلیل کی قید مقصود نہیں۔

مثال نمبر ۳..... مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴿۱۸﴾ (المومن)

ترجمہ: (اور اس روز) ظالموں کا نہ کوئی دلی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی ہوگا جس کا کہنا مانا جائے۔

میں مطلق شفیع مراد ہے خواہ مطاع ہو یا غیر مطاع، مطاع کی قید مقصود نہیں۔

مثال نمبر ۴..... وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ (المومنون: ۱۱۷)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی اور خدا کو پکارے، جس پر اس کے پاس کسی اور قسم کی کوئی دلیل نہیں۔

میں ''اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ'' سے مطلق غیر اللہ مراد ہے خواہ اس کے متعلق برہان ہو (جیسا کہ اہلِ باطل اپنے لئے برہان تصور کر لیتے ہیں) یا برہان نہ ہو۔ ''لَا بُرْهَانَ'' کی قید مقصود نہیں۔

قاعدہ نمبر (۱۱۱)

قَدْ يَقْتَضِي الْمَقَامُ ذِكْرَ شَيْئَيْنِ بَيْنَهُمَا تَلَازُمٌ وَ اِرْتِبَاطٌ فَيُكْتَفٰى بِاَحَدِهِمَا عَنِ الْاٰخَرِ۔[1]

حاصل قاعدہ

کبھی مقام ایسی دو چیزوں کے ذکر کرنے کا متقاضی ہوتا ہے جن کے درمیان تلازم یا خاص ربط ہوتا ہے، تو ان میں سے ایک ہی کے ذکر پر اکتفاء کیا جاتا ہے جو دونوں کے لئے کافی ہوتا ہے۔

مثال نمبر ۱..... وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ (النحل: ۸۱)

---

(۱) الإتقان فی علوم القرآن: النوع السادس والخمسون، ج۲ ص ۲۰۳

Marfat.com

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایسے کرتے بنائے جو گرمی سے تمہاری حفاظت کریں۔

کپڑا تو حر و برد دونوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے مگر اکتفاء علی ذکر الحراس وجہ سے کیا گیا کہ بلادِ عرب گرم تھے، اور ان کے نزدیک حفاظت عن الحر حفاظت عن البرد سے زیادہ اہم تھی۔

مثال نمبر ۲..... وَلَهُ مَاسَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ (الأنعام:۱۳)

ترجمہ: اور رات اور دن میں جتنی مخلوقات آرام پاتی ہیں سب اس کے قبضے میں ہیں۔

ای ما سكن و تحرك.

مثال نمبر ۳..... بِيَدِكَ الْخَيْرُ (آل عمران:۲۶)

ترجمہ: آپ ہی کے اختیار میں ہے سب بھلائی۔

ای الخير و الشر

مثال نمبر ۴..... الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (البقرة:۳)

ترجمہ: جو بغیر دیکھی چیزوں پر ایمان لاتے ہیں۔

ای بالغيب و الشهادة

قاعدہ نمبر (۱۱۲)

قَدْ يَكُوْنُ اللَّفْظُ مُحْتَمَلاً لِمَعْنَيَيْنِ فِيْ مَوْضِعٍ وَ يُعَيَّنُ فِيْ مَوْضِعٍ آخَرَ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

جہاں چند معانی کا احتمال ہو مگر کسی دوسری جگہ سے کوئی ایک معنی متعین ہو جائے تو اسی معنی کو ترجیح ہوگی۔

مثال نمبر ۱..... خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ (البقرة:۷)

(۱) البرهان فی علوم القرآن: النوع الحادی والأربعون، ج۲ ص۱۹۷

Marfat.com

ترجمہ: مہر لگا دی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر، اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔

یہاں ''وَعَلٰی سَمْعِهِمْ'' میں دو احتمال ہیں۔

اول: یہ کہ ماقبل ''وَعَلٰی قُلُوْبِهِمْ'' پر عطف ہو یعنی قلب کی طرح سمع کے لئے ختم ثابت ہو۔ (اور آیت کا ترجمہ یہ ہوگا کہ اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے)۔

ثانی: یہ کہ جملہ مستانفہ ہو اس صورت میں سمع کے لئے ابصار کی طرح غشاوۃ ثابت ہوگا۔ (اور ترجمہ یہ ہوگا کہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور ان کے کان اور آنکھ پر پردہ ہے) سورۂ جاثیہ میں یہ مضمون واضح طور پر اس طرح آیا ہے:

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشٰوَةً (الجاثیة:۲۳)

ترجمہ: پھر کیا تم نے اسے بھی دیکھا جس نے اپنا خدا اپنی نفسانی خواہش کو بنالیا ہے، اور علم کے باوجود اللہ نے اسے گمراہی میں ڈال دیا، اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا۔

پس قاعدہ مذکورہ کی رو سے چونکہ ایک توجیہ قرآن میں تعیین کے ساتھ آئی ہے۔ لہٰذا اس صورت کو ترجیح ہوگی، اور سمع کے لئے ختم ہوگی۔

مثال نمبر ۲..... وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾ (الحج)

ترجمہ: اور اس بیت عتیق کا طواف کریں۔

عتیق کے لغت کے اعتبار سے تین معانی ہیں: ۱..... قدیم۔ ۲..... کریم۔ ۳..... معتق من الجبابرہ (یعنی اہلِ تسلط کے جبر و استبداد سے آزاد) اور تینوں معنوں کا حمل یہاں درست ہے، مگر ایک آیت سے پہلے معنی کی تعیین ہوتی ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾ (آل عمران)

Marfat.com

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کے لئے بنایا گیا یقینی طور پر وہ ہے جو مکہ میں واقع ہے (اور) بنانے کے وقت ہی سے برکتوں والا اور دنیا جہاں کے لوگوں کے لئے ہدایت کا سامان ہے۔

پس اس لحاظ سے قدیم کے معنی کو ترجیح ہو گی۔

مثال نمبر ۳..... ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝ (الأنعام)

ترجمہ: پھر بھی جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے وہ دوسروں کو (خدائی میں) اپنے پروردگار کے برابر قرار دے رہے ہیں۔

عدل دو معنوں میں مشترک ہے تسویہ اور اعراض، اور دونوں معنوں کا انطباق مذکورہ آیت میں ممکن ہے مگر معنی تسویہ کی تائید دیگر آیات سے ہوتی ہے۔

۱..... تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الشعراء)

ترجمہ: اور اللہ کی قسم! ہم تو اس زمانے میں کھلی گمراہی میں مبتلا تھے، جب ہم نے تمہیں رب العالمین کے برابر قرار دے رکھا تھا۔

۲..... وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ (البقرة:۱۶۵)

ترجمہ: اور (اس کے باوجود) لوگوں میں کچھ وہ بھی ہیں جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو اس خدائی میں اس طرح شریک قرار دیتے ہیں کہ ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسے اللہ کی محبت (رکھنی چاہئے)۔

پس مذکورہ قاعدہ کی بناء پر ان آیات کی تائید سے "يَعْدِلُوْنَ" میں تسویہ کا معنی راجح ہوگا۔

قاعدہ نمبر (۱۱۳)

قَدْ يَكُوْنُ سَبَبُ النُّزُوْلِ وَاحِدًا وَ الآيَاتُ النَّازِلَةُ مُتَفَرِّقَةً وَ الْعَكْسُ۔ (۱)

(۱) قواعد التفسير: القسم الأول في القواعد المتعلقة بأسباب النزول، ج۱ ص۶۵

Marfat.com

حاصل قاعدہ

کبھی سببِ نزول ایک ہوتا ہے اور اس کے تحت نازل ہونے والی آیات متعدد ہوتی ہیں، کبھی اس کے برعکس (متعدد اسبابِ نزول کے تحت ایک آیت نازل ہوتی ہے)۔

تطبیق مثال

الف: سببِ نزول ایک اور نازل شدہ آیات متعدد:

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سنن میں ایک قصے کی تخریج کی ہے جس کو متعدد آیات کا سببِ نزول بتایا گیا ہے وہ روایت یہ ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ حسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: مردوں کو غزوات میں شرکت کا موقع ملتا ہے، اور ہم عورتیں اس سے محروم رہتی ہیں، میراث میں بھی ہمیں نصف حصہ ملتا ہے، اس واقعہ کو درج ذیل متعدد آیات کا سببِ نزول بتایا گیا ہے:

۱..... وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ (النساء: ۳۲)

ترجمہ: اور جن چیزوں میں ہم نے تم کو ایک دوسرے پر فوقیت دی ان کی تمنا نہ کرو۔

۲..... اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ...... الخ۔(الأحزاب: ۳۵)

ترجمہ: بے شک فرماں بردار مرد ہوں یا فرماں بردار عورتیں، مؤمن مرد ہوں یا مؤمن عورتیں۔

۳..... اَنِّىْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى (آل عمران ۱۹۵)

ترجمہ: میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع نہیں کروں گا، خواہ مرد ہو یا عورت۔[1]

---

(۱) سنن الترمذی: أبواب تفسیر القرآن، باب: ومن سورۃ النساء، ج۵ ص۲۳۷، رقم الحدیث: ۳۰۲۲، ۳۰۲۳

Marfat.com

ب: سببِ نزول متعدد اور نازل شدہ آیت ایک:

يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ (التحریم: ۱)

ترجمہ: اے نبی! جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے، آپ (قسم کھا کر) اس کو (اپنے اوپر) کیوں حرام فرماتے ہیں۔

اس کے سببِ نزول کے سلسلے میں دو روایتیں منقول ہیں:

۱.....ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے اپنے اوپر شہد حرام کرلیا تھا اس کی بابت یہ آیت نازل ہوئی ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يشرب عسلا عند زينب بنت جحش و يمكث عندها، فواطيتُ أنا وحفصة على أيتنا دخل عليها فلتقل له: اكلتَ مغافير إني أجد منك ريح مغافير، قال: لا ولكني كنت أشرب عسلا عند زينب بنت جحش، فلن أعوده، وقد حلفت لا تخبري بذلك أحدا۔ (۱)

۲.....دوسری روایت یہ بتلاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی باندی حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے:

عن أنس رضى الله عنه أن رسول الله كانت له أمة يطوها، فلم تزل به عائشة وحفصة حتى حرّمها على نفسه، فأنزل الله عزو جل: يا أيها النبى لم تحرم ما أحل الله لك۔ (۲)

قاعدہ نمبر (۱۱۴)

قَدْ يُنْفَى الشَّيْئُ فِي الْقُرْآنِ رَأْسًا وَإِنْ كَانَتْ صُوْرَتُهٗ مَوْجُوْدَةً لِعَدَمِ

---

(۱) صحيح البخارى: كتاب تفسير القرآن، باب يا أيها النبى لم تحرم ما أحل الله لك، ج۶ ص۱۵۶، رقم الحديث: ۴۹۱۲

(۲) السنن الكبرى للنسائى: كتاب عشرة النساء، الغيرة، ج۸ ص۱۵۶، رقم الحديث: ۸۸۵۷

Marfat.com

كَمَالِ وَصْفِهٖ أَوْ لِانْتِفَاءِ ثَمَرَتِهٖ۔[1]

حاصل قاعدہ

قرآن کبھی کسی شئ کے وصف میں کامل نہ ہونے یا مقصود سے خالی ہونے کی وجہ سے نفس شئ کی نفی کردیتا ہے جب کہ وہ شئ موجود ہوتی ہے۔

مثال نمبر ا..... وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ (المائدة)

ترجمہ: ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔

اس میں کفار سے عقل کی نفی ہے جب کہ ظاہر ہے کہ ان کو عقل و دانش دی گئی ہے، مگر چونکہ عقل کا مقصود (نصیحت قبول کرنا) حاصل نہیں تھا اس لئے اس کی نفی کردی گئی۔

مثال نمبر ۲..... هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ (المرسلات)

ترجمہ: یہ وہ دن ہوگا جس میں لوگ بول نہ سکیں گے۔

اس میں علی الاطلاق نطق کی نفی کی گئی ہے جب کہ قیامت کے روز وہ یہ کہہ رہے ہوں گے:

فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾ (الأنعام)

ترجمہ: اور یہ کہیں گے اے کاش! ہمیں واپس (دنیا میں) بھیج دیا جائے تاکہ اس بار ہم اپنے پروردگار کی نشانیوں کو نہ جھٹلائیں اور ہمارا شمار مومنوں میں ہو جائے۔

کیونکہ ان کا یہ بولنا کسی کام کا نہ ہوگا، اور انہیں فائدہ نہیں دے گا اس لئے نفی کردی۔

مثال نمبر ۳..... وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾ (الأنعام)

ترجمہ: لیکن ان میں سے اکثر علم نہیں رکھتے۔

مثال نمبر ۴..... لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ (الأعراف: ۱۷۹)

---

(۱) الإتقان في علوم القرآن: النوع السابع والخمسون، ج۳ ص۲۶۳/ الكليات: فصل النون، ص۸۹۰

Marfat.com

ترجمہ: ان کے دل ہیں پر وہ اس سے سمجھتے نہیں اور ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں، اور ان کے کان ہیں مگر وہ سنتے نہیں۔

پہلی آیت میں علم کی نفی کی گئی اس لئے کہ علم کا مقصود تھا کہ ہدایت کو جاننا اور اس کو قبول کرنا جو انہیں حاصل نہیں تھی اس لئے اس کی نفی کر دی گئی۔ دوسری آیت میں ان کے دلوں سے سمجھنے کی اور آنکھوں سے دیکھنے کی اور کانوں سے سننے کی نفی کی گئی ہے، اس لئے کہ جس مقصد کے لئے یہ اعضاء عطا کئے گئے انہوں نے اس کا حصول نہیں کیا اس لئے ان کی نفی کر دی۔

قاعدہ نمبر (۱۱۵)

قَدْ یَرِدُ اللَّفْظُ فِي الْقُرْآنِ مُتَّصِلًا بِالْآخَرِ وَالْمَعْنیٰ عَلَی خِلَافٍ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

قرآنِ مجید میں کبھی دو چیزیں بظاہر ایک دوسرے کے ساتھ مربوط نظر آتی ہیں جب کہ حقیقت میں وہ مربوط نہیں ہوتیں۔

مثال نمبر ۱..... قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ؐ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾ (یٰس)

ترجمہ: کہیں گے ہائے ہماری کم بختی ہم کو ہماری قبروں سے کس نے اٹھایا، یہ وہی (قیامت) ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبر سچ کہتے تھے۔

یہاں بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ''هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ'' قَالُوْا کا مقولہ ہے ''یٰوَیْلَنَا'' سے مربوط ہو کر ایک ہی قائل کا مقولہ ہے، مگر ایسا نہیں بلکہ ''یٰوَیْلَنَا'' تو منافقین کا مقولہ ہے اور ''هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ'' ملائکہ کا ہے۔

مثال نمبر ۲..... قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾ (النمل)

(۱) البرهان فی علوم القرآن: النوع الثانی، ج۱ ص ۵۰

Marfat.com

ترجمہ: بادشاہ کے لوگ جب کسی بستی میں (مخالفانہ طور پر) داخل ہوتے ہیں تو اس کو تہ و بالا کر دیتے ہیں، اور اس کے رہنے والوں میں جو عزت دار ہیں ان کو ذلیل کیا کرتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔

"وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ" اللہ تعالیٰ کا قول ہے، اور ماقبل کا جملہ بلقیس کا ہے کما قال کثیر من المفسرین مگر بظاہر دونوں بلقیس کے قول معلوم ہوتے ہیں۔

مثال نمبر ۳..... الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ۝ (یوسف)

ترجمہ: اب تو حق بات ظاہر ہو ہی گئی میں نے ان سے اپنے مطلب کی خواہش کی تھی اور بیشک وہی سچے ہیں (یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ اہتمام محض) اس وجہ سے ہے تاکہ اس (یعنی عزیز مصر) کو یقین کے ساتھ معلوم ہو جائے کہ میں نے ان کی عدم موجودگی میں اس کی آبرو پر دست اندازی نہیں کی، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا۔

"ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ" یوسف علیہ السلام کا قول ہے، اور "الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ" زلیخا کا۔

مثال نمبر ۴..... اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ۝ (الأعراف)

ترجمہ: جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے انہیں جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال آکر چھوتا بھی ہے تو وہ (اللہ کو) یاد کر لیتے ہیں، چنانچہ اچانک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں، اور جو ان شیاطین کے بھائی ہیں، ان کو یہ شیاطین گمراہی میں گھسیٹتے لے جاتے ہیں، نتیجہ یہ کہ وہ (گمراہی سے) باز نہیں آتے۔

قاعدہ نمبر (۱۱۶)

قَدْ يَقْتَضِي الْكَلَامُ ذِكْرَ شَيْئَيْنِ فَيُقْتَصَرُ عَلٰى أَحَدِهِمَا لِأَنَّهُ هُوَ

Marfat.com

الْمَقْصُوْدُ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

کبھی کلام دو چیزوں کے ذکر کا متقاضی ہوتا ہے لیکن ان میں سے ایک ہی کے ذکر پر اکتفاء کیا جاتا ہے اس کے مقصود ہونے کی وجہ سے۔

مثال..... قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾ (طٰه)

ترجمہ: وہ کہنے لگا کہ پھر (یہ بتلاؤ کہ) تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰ۔

ربکما کی ضمیر تثنیہ کا تقاضا تھا کہ کہا جاتا ''یا موسیٰ و ہارون'' مگر چونکہ موسیٰ علیہ السلام ہی مقصود خطاب تھے اس لئے ان ہی کے ذکر پر اکتفاء کیا گیا۔

قاعدہ نمبر (۱۱۷)

كَثِيْرًا مَا تُخْتَمُ الْآيَاتُ الْقُرْاٰنِيَّةُ بِبَعْضِ الْاَسْمَاءِ الْحُسْنٰى لِلتَّدْلِيْلِ عَلٰى اَنَّ الْحُكْمَ الْمَذْكُوْرَ لَهٗ تَعَلُّقٌ بِذٰلِكَ الْاِسْمِ الْكَرِيْمِ۔ (۲)

حاصل قاعدہ

بیشتر آیات کا اختتام اسمائے حسنیٰ پر ہوا ہے جس سے اشارہ ہوتا ہے کہ مضمون آیت کا اس اسمِ شریف کے ساتھ خاص تعلق ہے۔

مثال مع تطبیق

وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾ (الأعراف)

ترجمہ: اور اگر کبھی شیطان کی طرف سے تمہیں کوئی کچوکا لگ جائے تو اللہ کی پناہ

---

(۱) القواعد الحسان لتفسير القرآن: القاعدة التاسعة عشرة، ص۳۵

(۲) البرهان في علوم القرآن: تابع النوع السادس والأربعون، ج۳ ص۱۲۶

Marfat.com

مانگ لو، یقیناً وہ ہر بات سننے والا، ہر چیز جاننے والا ہے۔

آیتِ شریفہ کا اختتام ذاتِ باری تعالیٰ کے دو ناموں پر ہوا ''سمیع اور علیم'' اس میں اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ استعاذہ میں قلب و زبان کی موافقت ضروری ہے، یعنی زبان سے وہی بات کہے جو دل میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سمیع ہے اور دل میں جو کچھ ہے اللہ اسے جانتا ہے کیونکہ وہ علیم ہے۔

مثال نمبر ۱..... وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۳۸ (المائدۃ)

ترجمہ: اور جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے سو ان دونوں کے (داہنے) ہاتھ کاٹ ڈالو تا کہ ان کو اپنے کیے کا بدلہ ملے، اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا ہو، اور اللہ تعالیٰ بڑے قوت والے ہیں۔ (جو سزا چاہیں مقرر فرمائیں) بڑے حکمت والے ہیں (کہ مناسب ہی سزا مقرر فرماتے ہیں)۔

یہاں اللہ کے اسماء حسنیٰ میں ''عزیز اور حکیم'' کا ذکر ہے اس میں اشارہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ عزیز (غلبہ والا) جو چاہے حکم دے سکتا ہے، تاہم اس کا حکم مبنی پر حکمت ہی ہوا کرتا ہے اس لئے کہ وہ حکیم ہے۔

مثال نمبر ۲..... فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۱۱ (النساء)

ترجمہ: یہ تو اللہ کے مقرر کیے ہوئے حصے ہیں، یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ بڑے علم اور حکمت والے ہیں۔

یہ آیت مواریث کے متعلق ہے اس کا اختتام اللہ عزوجل کے دو ناموں پر ہوا ہے۔ علیم سے اشارہ ہے کہ اللہ رب العزت نے جس کا جتنا حق متعین فرمایا وہ بالکل صحیح اور قرینِ انصاف ہے، اور جس کے لئے جو حصہ مقرر کیا ہے اس میں حکمت ہے۔

مثال نمبر ۳..... وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝۲۵ (الأحزاب)

Marfat.com

ترجمہ: اور جو لوگ کافر تھے اللہ نے انہیں ان کے سارے غیظ وغضب کے ساتھ اس طرح پسپا کردیا کہ وہ کوئی فائدہ حاصل نہ کرسکے، اور مؤمنوں کی طرف سے لڑائی کے لئے اللہ خود کافی ہوگیا، اور اللہ بڑی قوت کا، بڑے اقتدار کا مالک ہے۔

یہ آیت غزوہ خندق کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس میں ''وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ'' پر اکتفاء کیا جاتا تو کسی کو یہ وہم ہوسکتا تھا کہ کفار شکستگی کا سبب آنے والی آندھی تھی جو ایک اتفاقی چیز ہے، پس اللہ نے اس وہم کو دور کرنے کے لئے ''قَوِيًّا عَزِيْزًا'' فرمایا کہ اللہ بڑی قوت وغلبہ والا ہے اس نے اپنے ارادہ سے آندھی بھیج کر قوت وغلبہ کا اظہار فرمایا اور مؤمنین کو فتح نصیب ہوئی۔

قاعدہ نمبر (۱۱۸)

كُلُّ اِسْمٍ مَعْرِفَةٍ ذِيْ اَفْرَادٍ يُفِيْدُ الْعُمُوْمَ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

وہ اسمِ معرفہ جو ذی افراد ہو عموم کا فائدہ دیتا ہے۔

تشریح

ذی افراد کی قید سے علم شخصی جیسے احمد، زید وغیرہ سے احتراز ہے، اس قاعدہ کے تحت مندرجہ ذیل اسماء آتے ہیں۔

اسمائے موصولہ خواہ مفرد ہوں یا تثنیہ یا جمع عموم پر دلالت کرتے ہیں۔

مثال نمبر ۱..... اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (النور: ۲)

ترجمہ: زنا کرانے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد ان میں سے ہر ایک کو سو

---

(۱) المسودة فی أصول الفقه: مسألة: يصلح ادعاء العموم فی المضمرات والمعانی، ص ۹۰

Marfat.com

کوڑے لگاؤ۔

الف لام اسمی اسم موصول ''الذی'' کے معنی میں لہٰذا ہر زانی اور زانیہ کو شامل ہے۔

مثال نمبر ۲..... وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (الزمر)

ترجمہ: اور جو لوگ سچی بات لے کر آئے (اور خود بھی) اس کو سچ جانا ہے۔

ہر راستی کے ساتھ آنے والے اور تصدیق کرنے والے کو شامل ہے، اسی لئے آگے فرمایا گیا ہے ''اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ'' یہاں بھی اسم موصول عموم کے لئے ہے۔

مثال نمبر ۳..... اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ (الحج: ۱۸)

ترجمہ: (اے مخاطب!) کیا تجھ کو (عقل سے یا مشاہدے سے) یہ (بات) معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے (اپنی اپنی حالت کے مناسب) سب عاجزی کرتے ہیں جو کہ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔

مثال نمبر ۴..... سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (الحشر: ۱)

ترجمہ: اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ آسمانوں اور زمین میں (مخلوقات) ہیں۔

مثال نمبر ۵..... وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (الرحمن)

ترجمہ: اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے (ہر وقت) ڈرتا رہتا ہے اس کے لئے (جنت میں) دو باغ ہوں گے۔

مثال نمبر ۶..... مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (البقرۃ: ۲۵۵)

ترجمہ: ایسا کون شخص ہے جو اس کے پاس (کسی کی) سفارش کر سکے بدون اس کی اجازت کے۔

ان چاروں آیات میں لفظ ''من'' اور ''ما'' آیا ہے جو عموم کا فائدہ دیتا ہے، تو یہاں اسم موصول عموم کے لئے ہے۔

Marfat.com

قاعدہ نمبر(۱۱۹)

كُلُّ أَمْرٍ قَدْ عُلِّقَ بِمَالَا يَكُوْنُ فَقَدْ نُفِيَ كَوْنُه عَلَى أَبْعَدِ الْوُجُوْهِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

جس امر کی نفی محال پر معلق کر کے کی گئی ہو وہ نفی سب سے زیادہ بلیغ ہوتی ہے۔

مثال نمبر ۱..... قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ (الزخرف)

ترجمہ: آپ کہیے کہ اگر خدائے رحمٰن کے اولاد ہو تو سب سے اول اس کی عبادت کرنے والا میں ہوں۔

تطبیق

یہ مثال ہے نفی معلق علی المحال کی ہے یعنی کہ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر اللہ کی عبادت کی نفی کی گئی ہے، اس طور پر کہ اس کو معلق کیا گیا ہے رحمٰن یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ہونے پر جو محال ہے، اور تعلیق بالمحال کی شکل میں نفی نہایت بلیغ مانی جاتی ہے اس لئے نتیجہ یہ نکلا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد کا ثبوت کبھی نہیں ہوسکتا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر اللہ کی عبادت بھی کبھی متحقق نہیں ہوسکتی۔

مثال نمبر ۲..... اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ (الأعراف: ۴۰)

ترجمہ: (لوگو!) یقین رکھو کہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے، اور تکبر کے ساتھ ان سے منہ موڑا ہے، ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے، اور وہ جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ اونٹ ایک سوئی کے ناکے میں داخل نہیں ہوجاتا۔

(۱) البرهان في علوم القرآن: تابع النوع السادس والأربعون، ج۳ ص ۴۱۰

Marfat.com

یہاں ''مکذبین'' کے دخولِ جنت کی نفی کو اونٹ کے سوئی کے سوراخ میں داخل ہونے پر معلق کیا گیا ہے جو کہ محال امر ہے، پس اسی طرح ''مکذبین'' کے لئے دخولِ جنت بھی محال ہے۔

قاعدہ نمبر (۱۲۰)

كُلُّ حَرْفٍ زِيْدَ فِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ لِلتَّاكِيْدِ فَهُوَ قَائِمٌ مَقَامَ إِعَادَةِ الْجُمْلَةِ مَرَّةً أُخْرٰى۔ (۱)

حاصل قاعدہ

کلام عرب میں تاکید کے لئے زائد کیا جانے والا حرف دوبارہ جملہ کے اعادہ کرنے کے قائم مقام ہوتا ہے۔

مثال..... فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا (یوسف:۵)

ترجمہ: ورنہ وہ تدبیر کریں گے تیرے خلاف (بری) تدبیر۔

مذکورہ بالا مثال میں لفظ ''کیدًا'' کا اضافہ ہے تو گویا کہ پورے جملے کا دوبارہ اعادہ کیا گیا، اب تقدیری عبارت ہوگی:

ای فیکیدوا لك فیکیدوا لك۔

حذف سے متعلق چند اہم قواعد

۱..... لا تقبل دعوی الحذف إلا بدلیل۔ بغیر دلیل کے حذف کا دعوی معتبر نہیں۔

۲..... حذف خلافِ اصل ہے اس لئے یہاں دو امر کا لحاظ ضروری ہے۔

(۱) البرهان فی علوم القرآن: تابع النوع السادس والأربعون، ج۳ ص ۷۱/ الإتقان فی علوم القرآن: النوع السادس والخمسون، ج۳ ص ۲۲۰

Marfat.com

اول: جب حذف اور عدمِ حذف دونوں کی گنجائش ہو تو عدم حذف اولیٰ ہے۔

دوم: جب حذفِ قلیل وکثیر دونوں کی گنجائش ہو تو قلیل پر اکتفاء اولیٰ ہے۔

۳..... جس مقام پر حذف ذکر کے مقابلہ میں زیادہ مناسب ہو تو وہاں حذف کا عمل ذکر سے بہتر ہوگا۔

۴..... کلام اللہ کے محذوفات میں جہاں مختلف احتمالات ہوں تو وہاں احسن کو اختیار کرنا اولیٰ ہوگا کہ یہی بلاغتِ قرآن کے شایانِ شان ہے۔

۵..... کلامِ محذوف کے متعلق مجمل اور مبین دونوں کا احتمال ہو تو مبین کو مقدر ماننا بہتر ہوگا۔

قاعدہ نمبر (۱۲۱)

كُلُّ حَرْفٍ لَهُ مَعْنًى مُتَبَادِرٌ ثُمَّ اسْتُعْمِلَ فِيْ غَيْرِهٖ فَإِنَّه لَا يُتْرَكُ ذٰلِكَ الْمَعْنَى الْمُتَبَادِرُ بِالْكُلِّيَّةِ بَلْ يَبْقٰى فِيْهِ رَائِحَةٌ مِنْهُ وَ يُلَاحَظُ مَعَهُ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

جس حرف کو اس کے معنی متبادر سے ہٹا کر دوسرے معنی میں استعمال کیا گیا ہو اس میں معنی اول کی بو باقی رہتی ہے اور معتبر بھی ہوتی ہے۔

مثال..... قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ۞ (الحجر)

ترجمہ: یہ ایک سیدھا راستہ ہے جو مجھ تک پہنچتا ہے۔

تطبیق

یہاں ''علی''، ''إلی'' کے معنی میں لایا گیا ہے اور ''علی'' کا معنی ہے ''استعلاء'' اور ''استقرار'' پس اس میں اشارہ ہے کہ اس راہ پر چلنے والے کو حق اور ہدایت پر استعلاء کے ساتھ استقرار حاصل ہے یعنی ہدایت پر پوری قوت کے ساتھ جمے ہوئے ہیں۔

(۱) الکلیات لأبی البقاء: فصل فی المتفرقات، ج۱ ص۹۹۷

Marfat.com

قاعدہ نمبر (۱۲۲)

كُلُّ فِعْلٍ لِلّٰهِ تَعَالٰى مَذْكُوْرٌ فِي الْقُرْآنِ فَإِنَّهُ يَصِحُّ فِيْهِ إِضْمَارُ لَفْظِ الْجَلَالَةِ "الله" وَإِنْ لَمْ يَسْبَقْ ذِكْرُهُ لِتَعَيُّنِهِ فِي الْعُقُوْلِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

قرآن میں جو افعال اللہ تعالیٰ کے مذکور ہیں، ان کو اگر چہ اللہ کی طرف نسبت کئے بغیر ذکر کیا گیا ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف منسوب ہوں گے کیونکہ یہ نسبت ذہنوں میں متعین ہے۔

مثال نمبر ۱..... وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (البقرة: ۲۲)

ای انزل اللہ۔

مثال نمبر ۲..... خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ (الأنعام: ۱)

ای خلق اللہ۔ جعل اللہ۔

قاعدہ نمبر (۱۲۳)

كُلُّ مَا أَضَافَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى إِلٰى نَفْسِهِ فَلَهُ مِنَ الْمَزِيَّةِ وَ الْإِخْتِصَاصِ عَلٰى غَيْرِهِ مَا أَوْجَبَ لَهُ الْإِصْطِفَاءَ وَ الْإِجْتِبَاءَ۔ (۲)

حاصل قاعدہ

جن چیزوں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی ہے ان کو دوسروں کے مقابلہ میں فضیلت اور امتیاز حاصل ہے، نیز ان کے عند اللہ مقبول اور منتخب ہونے کی دلیل ہے۔

---

(۱) الکلیات لأبی البقاء: فصل الألف والضاد، ج۱ ص۱۸۷

(۲) زاد المعاد فی ھدی خیر العباد: اختیارہ سبحانہ وتعالی من الأماکن والبلاد خیرھا وأشرفھا، ج۱ ص۵۳

Marfat.com

تنبیہ

جو چیزیں اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف منسوب اور مضاف ہیں ان کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: وہ جو مقتضی تشریف نہ ہو، جیسے:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ (المائدۃ:۱۱۸)

ترجمہ: اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں۔

اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (الزمر)

ترجمہ: آپ ہی (قیامت کے روز) اپنے بندوں کے درمیان ان امور میں فیصلہ فرما دیں گے جن میں وہ باہم اختلاف کرتے تھے۔

یہاں نفسِ مضمون سے پتہ چل رہا ہے کہ یہ اضافت بغرض تشریف واکرام نہیں بلکہ ان دونوں آیتوں میں یعنی اضافت الی اللہ سے مقصود بندوں کی بارگاہِ خداوندی میں مقہوریت ومغلوبیت کو بتلانا ہے۔

دوسری قسم: وہ جو مقتضی کرامت ہو، جیسے ''وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ...... الخ'' یہ اضافت سیاقِ مدح میں وارد ہے اس لئے مقتضی کرامت ہے۔

قاعدہ مذکورہ بالا اسی نوع ثانی کے متعلق ہے۔

حاصل یہ ہے کہ مخلوقات میں جس کی نسبت اللہ کی طرف مقامِ مدح میں ذکر کی گئی ہو اس کے عند اللہ مصطفیٰ اور مقبول ہونے کی دلیل ہے۔

مثال نمبر ۱...... يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ (الزخرف)

ترجمہ: (اور مومنین کو حق تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوگی کہ) اے میرے بندو! تم پر آج کوئی خوف نہیں اور نہ غمگین ہوں گے۔

یہاں عبودیتِ اصطفاء مراد ہے، پس یہ اضافت مقتضی تکریم وتشریف ہے۔

مثال نمبر ۲...... فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا (مریم:۱۷)

ترجمہ: پس اس حالت میں ہم نے اپنے فرشتے (جبرئیل) کو بھیجا۔

Marfat.com

یہاں روح سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

مثال نمبر ۳..... نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا (الشمس)

ترجمہ: اللہ کی (اس) اونٹنی سے اور پانی پینے سے خبردار رہنا۔

مثال نمبر ۴..... فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا (الکہف: ۶۵)

ترجمہ: سو (وہاں پہنچ کر) انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جن کو ہم نے اپنی خاص رحمت (یعنی مقبولیت) دی تھی۔

ان تمام مثالوں میں اضافت تکریم وتشریف کی غرض سے ہے۔

قاعدہ نمبر (۱۲۴)

كُلُّ مَا كَانَ مِنَ الْاَوْصَافِ اَبْعَدَ مِنْ بِنْيَةِ الْفِعْلِ فَهُوَ اَبْلَغُ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

جو وصف فعل کے وزن سے جتنا بعید ہوگا وہ اسی قدر بلیغ ہوگا۔

تشریح

اس قاعدہ کی علت یہ ہے کہ چونکہ اسم میں ثبوت ودوام کا مفہوم ہوتا ہے، اور فعل میں تجدد اور حدوث کا، اس لئے جو وصف فعل کے وزن سے جس قدر دور ہوگا اسی قدر اس کو اسم سے قرب ہوگا اور اس میں معنی وصفی زیادہ بلیغ انداز میں پایا جائے گا۔

مثال..... الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (الفاتحۃ)

"الرَّحْمٰنِ" "الرَّحِيْمِ" سے بلیغ ہے اس لئے کہ یوں کہا جاتا ہے "رحم یرحم رحما فهو راحم ورحيم" مثال مذکور میں "رحمن" راحم اور رحیم کے مقابلہ میں وزنِ فعل (رَحِمَ) سے زیادہ دور ہے اس لئے اس میں رحمت کا معنی بھی زیادہ ہے۔

---

(۱) قواعد التفسیر: المقصد العاشر: الوصف، ج۱ ص۴۴۰

Marfat.com

قاعدہ نمبر (۱۲۵)

كُلُّ مَعْنىً مُسْتَنْبَطٍ مِّنَ الْقُرْآنِ غَيْرِ جَارٍ عَلَى اللِّسَانِ الْعَرَبِيِّ فَلَيْسَ مِنْ عُلُوْمِ الْقُرْآنِ فِيْ شَيْئٍ۔[1]

حاصل قاعدہ

قرآنِ کریم سے اخذ کردہ ہر ایسا نکتہ جو زبان عربی کے مزاج واسلوب سے عدول کر کے مستنبط کیا گیا ہو اس کا علوم ِقرآنی سے کوئی تعلق نہیں۔

تشریح

قرآنِ کریم عربوں کی زبان اور ان کے مزاج ومحاورہ کو سامنے رکھ کر نازل کیا گیا ہے، لہٰذا قرآن فہمی کے لئے عربوں کی فہم اور ان کا طریقہ استنباط ہی معتبر ہوگا اس سے ہٹ کر جو مضمون مستنبط کیا گیا ہو اس کو قرآنی علوم میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

اس قاعدہ کی رو سے ملاحدہ اور زنادقہ کی تفسیریں باطل ہو جاتی ہیں، جو اصولِ عربیت سے ہٹ کر اپنے باطل مدعی کی موافقت کے لئے کی گئی ہیں، نیز اس سے فرقہ باطنیہ کی تاویلات وتفسیرات کا باطل ہونا بھی سمجھ میں آتا ہے جو نصوصِ کتاب اللہ میں ہیر پھیر کر کے اپنے مسلک کے اثبات میں کی گئی ہیں۔

اسی طرح حسابِ جمل کے ذریعہ مستخرج کیے ہوئے نکتے بھی اس قاعدہ کی رو سے قرآنیات سے خارج ہیں، نیز قرآن سے استنباط کردہ فقہی مسائل جو اصولِ عربیت کے موافق نہیں ہے اسی قسم میں داخل ہیں، اسی طرح بعض حضرات رسمِ عثمانی سے کچھ مسائل استنباط کرتے ہیں وہ بھی اس میں داخل ہیں۔

---

(۱) الموافقات في أصول الشريعة: كتاب الأدلة الشرعية، الدليل الأول، ج۴ ص۲۲۴

Marfat.com

تطبیق مثال: ملاحدہ کی تفسیروں کے چند نمونے

۱..... هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ (آل عمران)

ترجمہ: یہ (قرآن) تمام لوگوں کے لئے واضح اعلان ہے اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت اور نصیحت۔

فرقہ بیانیہ کا سرغنہ جس کا نام تھا ''بیان بن سمعان'' وہ کہا کرتا تھا کہ یہاں ''بیان'' سے میں ہی مراد ہوں۔

۲..... فرقہ منصوریہ کا رئیس ابو منصور جس کا نام ''کسف'' تھا، وہ کہا کرتا تھا ''وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاۗءِ'' میں کسف سے مراد میں ہی ہوں۔

۳..... عبید اللہ شیعی جس کا لقب مہدی تھا اس کے دو درباری تھے، جن سے وہ مدد لیا کرتا تھا ایک کا نام ''نصر اللہ'' اور دوسرے کا نام ''فتح اللہ'' رکھا تھا، اور کہتا تھا کہ ''اِذَا جَاۗءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ'' میں تمہارا ہی ذکر آیا ہے۔

استنباط مسائل میں تحریف آیات کے چند نمونے

۱..... فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ (النساء:۳)

ترجمہ: تو نکاح کرلو ان عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں دو دو عورتوں سے اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے۔

بعض حضرات نے اس آیت سے نو عورتوں سے نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے، اس طور پر کہ مثنیٰ سے دو اور ثلاث سے تین اور رباع سے چار اس طرح مجموعی طور پر کل نو عورتوں سے نکاح کی اباحت ثابت ہوتی ہے۔

یہ تفسیر عربیت کے اصول وقواعد سے میل نہیں کھاتی ہے، اس لئے کہ اہلِ عرب مثنیٰ و ثلاث وغیرہ جیسے اعداد میں ہر لفظ کا معنی انفراداً مراد لیتے ہیں سب کا ماحصل اور مجموعہ مراد نہیں لیتے۔

Marfat.com

۲.....حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ (المائدة:۳)

ترجمہ: تم پر حرام کیے گئے ہیں مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت۔

''لَحْمُ الْخِنْزِيرِ'' سے بعض لوگوں نے خنزیر کی چربی حلال ہونے پر استدلال کیا ہے، یہ تفسیر اصولِ عربیت کے موافق نہیں ہے، کیوں کہ اہلِ عرب کبھی اعظم منافع کو ذکر کر کے کل شئی مراد لیتے ہیں اور یہ اسی قبیل سے ہے، گوشت اعظم المنافع ہے اس لئے اس کا ذکر کیا گیا ورنہ مراد خنزیر کا ہر جزء ہے۔

اپنے مذہب کی موافقت کے لئے آیات میں تحریف کے نمونے

۱.....وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ (الأعراف:۱۷۹)

ترجمہ: اور ہم نے ایسے بہت سے جن اور انس دوزخ کے لئے پیدا کیے ہیں۔

بعض منکرینِ تقدیر نے ''وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ'' کی تفسیر ''القینا فی جھنم'' سے کی ہے، اس طور پر کہ ''ذَرَأْنَا'' مہموز کو معتل کے معنی میں قرار دیا، جب کہ ''ذَرَأْنَا'' مہموز کے معنی ہیں پیدا کرنا اور ''ذری'' معتل کے معنی ہیں بکھیرنا، گرانا، ڈالنا، کیونکہ ''ذرأ'' کو اپنے معنی پر رکھا جائے تو تقدیر کا اثبات ہوتا ہے جس کے انکار پر ان کے مذہب کی بنیاد ہے۔

یہ تفسیر اصولِ عربیت سے بالکل منحرف ہے لہٰذا اس کا اعتبار نہیں ہے۔

۲.....وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا ﴿۱۶۴﴾ (النساء)

ترجمہ: اور موسیٰ سے تو اللہ تعالیٰ براہِ راست ہم کلام ہوا۔

معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ واجب الوجود انسانوں سے بالمشافہ کلام نہیں کرتا، اس لئے انہوں نے آیت میں ''كَلَّمَ'' کو ''كَلْمٌ'' بمعنی جرح سے مشتق مانا ہے اور آیت کی تفسیر یہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکمت کے پنجوں سے زخمی کیا۔

یہ تفسیر عربی اسلوب وقواعد سے معارض محض ہے، اور اپنے مذہبِ فاسد کی حمایت کے لئے کی گئی تحریف کا ایک نمونہ ہے اس کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں۔

Marfat.com

باطنیہ کی تفسیر کے چند نمونے

وَ وَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ (النمل:١٦)

ترجمہ: اور داود کی وفات کے بعد ان کے قائم مقام سلیمان ہوئے۔

باطنیہ نے سلیمان کی تفسیر امام سے کی ہے اور داود کی تفسیر ''علم نبی'' سے کی ہے یعنی امام علم نبی کے وارث ہوئے۔

اس فرقہ نے قرآن کی بہت سی آیات میں اس طرح کی تفسیریں کی ہیں جن کا الفاظ اور اصولِ عربیت سے کوئی واسطہ نہیں، یہاں تک کہ قرآن میں وارد شدہ بعض کلمات کے معانی اپنی طرف سے متعین کرلئے ہیں جس سے ان کے مذہب کی تائید ہوتی ہے۔

چناں چہ لفظ غسل کی تفسیر ''تجدیدِ عہد'' سے کرتے ہیں اور لفظ طہور کی تفسیر کرتے ہیں ''امام کی متابعت کے علاوہ ہر مذہب کے اعتقاد سے بیزاری کرنا''۔

اسی طرح ان کے نزدیک صیام کا معنی ہے ''کشفِ ستر سے رکنا''۔

کعبہ کی تفسیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے، باب کی تفسیر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کرتے ہیں۔ اسی طرح صفا سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مروہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد لیتے ہیں۔

قاعدہ نمبر (١٢٦)

كُلَّمَا عَظُمَ الْاِهْتِمَامُ كَثُرَ التَّاكِيْدُ۔ (١)

حاصل قاعدہ

جو چیز جس قدر اہم ہوتی ہے اس میں اسی قدر زیادہ تاکید لائی جاتی ہے۔

---

(١) قواعد التفسير: المقصد الحادي عشر: التوكيد، ج١ ص٤٥٥

Marfat.com

تشریح

یہ قاعدہ ماسبق میں گزر چکا ہے کہ اہلِ عرب کے یہاں جو بات اہم اور قابل اعتناء ہوتی ہے اس کو بصیغہ تاکید ذکر کرتے ہیں، اسی طرح جو مضمون جس قدر زیادہ اہم ہوتا ہے اسی قدر تاکید زیادہ لائی جاتی ہے، نیز معلوم ہونا چاہئے کہ کبھی مخاطب کے لحاظ سے بھی تاکید کا اضافہ کیا جاتا ہے، یعنی مخاطب کا انکار جس درجہ کا ہوتا ہے اسی اعتبار سے تاکید لائی جاتی ہے، جیسے:

وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ (الانفطار)

ترجمہ: اور تم پر تمہارے (سب اعمال) یادرکھنے والے (فرشتے) مقرر ہیں۔

یہاں اہمیتِ مضمون کے پیش نظر "اِنَّ" اور "لام" دو دو تاکیدیں لائی گئی ہیں۔

مثال نمبر ۱..... اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝ (الانفطار)

ترجمہ: یقین رکھو کہ نیک لوگ یقیناً بڑی نعمتوں میں ہوں گے، اور بدکار لوگ ضرور دوزخ میں ہوں گے۔

مثال نمبر ۲..... وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ (الحجر)

ترجمہ: اور جہنم ایسے تمام لوگوں کا طے شدہ ٹھکانہ ہے۔

مثال نمبر ۳..... اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝ (اللیل)

ترجمہ: یہ سچ ہے کہ راستہ بتلانا ہمارے ذمے ہے۔

ان تمام آیات میں اہمیّتِ مضمون کے پیش نظر تاکیدات لائی گئیں۔ ان سب آیات میں "اِنَّ" اور "لام" دو تاکیدیں لائی گئی ہیں۔

قاعدہ نمبر (۱۲۷)

لَا زَائِدَ فِي الْقُرْآنِ۔ (۱)

(۱) البحر المحيط في أصول الفقه: مباحث الكتاب، مسألة: لا زائد في القرآن، ج۲ ص ۲۰۰

Marfat.com

حاصل قاعدہ

قرآنِ کریم میں کوئی حرف زائد نہیں (یعنی بے فائدہ)

قرآن چونکہ فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ میعار کا ایک نمونہ ہے، اور حشو وزائد فصاحت و بلاغت کے منافی و معارض ہے، کیوں کہ زیادتی دو حال سے خالی نہیں، یا تو ایسی زیادتی ہوگی جس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا یا ایسی زیادتی جو کسی فائدہ پر مشتمل ہوگی مگر اس کے حذف سے کلام میں کوئی خلل نہ پیدا ہو، اور یہ دونوں قسمیں کلام کے نقائص میں سے ہیں، اور جس طرح ذات باری تعالیٰ منزہ عن النقائص ہے اسی طرح اس کا کلام بھی منزہ ہے، لہٰذا قرآن کو حشو وزائد سے پاک رکھا گیا۔

سوال: یہاں ایک شبہ ہوتا ہے کہ مفسرینِ کرام تو بہت سارے مواقع پر لکھتے ہیں ما زائدہ ہے، باء زائدہ ہے، من زائدہ ہے وغیرہ وغیرہ۔

جواب: مفسرین کا بعض کلمات کو زائدہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کلام کی مرادِ اصلی کے اعتبار سے وہ زائد ہیں یعنی اگر یہ حرف زائدہ نہ ہوتا تب بھی کلام کا معنیٰ اصلی حاصل ہو جاتا ہے، یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کلمات (زائدہ) کا کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ کلمہ زائدہ عموماً دوسرے معانی کے ساتھ تاکید کا فائدہ دیتا ہے، مثلاً ''فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ اور عَمَّا قَلِيلٍ لَّيُصْبِحُنَّ'' ان دونوں آیتوں پر کلمہ ''ما'' زائد ہے مگر کسی نہ کسی معنیٰ پر مشتمل ہے، تو ہر حرف زائد میں فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے کوئی کوئی نکتہ پوشیدہ ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر (۱۲۸)

لَا يُبْحَثُ عَنْ مُبْهَمٍ أَخْبَرَ اللّٰهُ بِاسْتِئْثَارِهِ بِعِلْمِهِ۔

حاصل قاعدہ

جس امرِ مبہم کے علم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص ہونے کی خبر دی ہو اس پر اطلاع کے درپے ہونا لا حاصل ہے۔

Marfat.com

تشریح

قرآنِ کریم میں بہت سی چیزوں کو اللہ رب العزت نے مبہم رکھا ہے، اس کا علم مخلوق میں کسی کو نہیں دیا، ایسے مبہمات دو قسم پر ہیں۔

پہلی قسم

جن کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے صراحت کردی ہو کہ اس کا علم میرے علاوہ کسی کے پاس نہیں، جیسے یوں کہا ''لا يعلمه إلا الله'' وغیرہ۔

دوسری قسم

ان مبہمات کی ہے جن کو اللہ نے فقط مبہم رکھا ہو اپنے ساتھ اختصاص علم کی صراحت نہ کی ہو۔

دونوں قسموں کے مبہمات کی تعیین و تفصیل اور اس کی جزئیات کے درپے ہونا تضییعِ اوقات کے سوا کچھ بھی نہیں، البتہ قسم اول کے متعلق تلاش و جستجو کرنا اور ہی زیادہ بے سود اور مذموم ہے، کیوں کہ جس امر کے علم سے متعلق خود اللہ نے نفی کردی ہو اس پر اطلاع پانا کسی طرح ممکن نہیں۔ پس ان مبہمات کے درپے رہنا علمِ الٰہی سے منازعہ و مقابلہ کے مترادف ہے۔ قاعدہ مذکورہ اسی قسم سے متعلق ہے۔

مثال نمبر ا..... وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ (الأنفال: ٦٠)

ترجمہ: اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جن کو تم نہیں جانتے ان کو اللہ ہی جانتا ہے۔

آیت مذکورہ سے قبل ''وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ۭ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ؀'' میں ان کفار کا بیان تھا، جو بدر کی لڑائی میں شرکت سے بچ نکلے تھے، ان کے متعلق مؤمنین کو حکم دیا گیا ہے کہ ان کے خلاف ہر طرح کی طاقتیں اور قوتیں صرف کرو، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ'' کہ ان کے علاوہ کفار کی ایک اور جماعت ہے مگر

Marfat.com

اس جماعت کی بابت اللہ تعالیٰ نے کچھ تفصیل وتبیین نہیں فرمائی بلکہ فرمایا: ''لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ'' کہ اس کا علم اللہ کے پاس ہے تمہیں نہیں ہے، پس اس جماعت کے متعلق تحقیق وجستجو کرنا سعی لاحاصل ہے۔

مثال نمبر ۲..... وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛؔ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ (التوبة: ۱۰۱)

ترجمہ: اور کچھ تمہارے گردوپیش والے دیہاتیوں میں اور کچھ مدینہ والوں میں ایسے منافق ہیں کہ نفاق کی حدِ کمال پر پہنچے ہوئے ہیں کہ آپ (بھی) ان کو نہیں جانتے (کہ یہ منافق ہیں بس) ان کو ہم ہی جانتے ہیں۔

آیت مذکورہ میں دو قسم کے منافقین کا بیان ہے:

اول: وہ منافقین جن کا نفاق ان کے اقوال وافعال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہو چکا تھا۔

دوم: وہ منافقین جن کے نفاق کی اطلاع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں تھی، اس گروہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ'' کہ ان کا علم ہمارے پاس ہے، تمہیں نہیں ہے، پس اب اس جماعت پر اطلاع پانے کے درپے ہونا سعی لاحاصل کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

مثال نمبر ۳..... وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ (ابراهيم: ۹)

ترجمہ: اور جو لوگ ان کے بعد ہوئے ہیں جن کو بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

اس آیت کا سیاق یہ ہے کہ اس سے کفار مکہ کو قومِ نوح، قومِ عاد اور قومِ ثمود کے واقعات وانجام سے عبرت دلائی گئی ہے ''اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ'' پھر اس کے بعد فرمایا کہ عاد وثمود کے بعد انہی کی روش پر چلنے والی اور بھی قومیں ان کے بعد آئیں مگر اس قوم کے متعلق اللہ نے کچھ خبر نہیں دی بلکہ یوں کہا ''لَا

Marfat.com

يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللّٰهُ'' کہ اس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں، پس ان کے متعلق بحث و جستجو کرنا اللہ کے علمِ غیب پر اطلاع کے درپے ہونا ہے۔

قاعدہ نمبر (۱۲۹)

لَا يُقَدَّرُ مِنَ الْمَحْذُوْفَاتِ إِلَّا أَفْصَحُهَا أَوْ أَشَدُّهَا مُوَافَقَةً لِلْغَرَضِ۔[۱]

حاصل قاعدہ

ایسے محذوفات مقدر مانے جائیں جو فصیح اور مقصود کے زیادہ موافق ہیں۔

مثال..... جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ (المائدۃ:۹۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو بڑی حرمت والا گھر ہے لوگوں کے لئے قیامِ امن کا ذریعہ بنایا ہے۔

بعض کے نزدیک تقدیر آیت ''جعل الله نصب الكعبة'' اور بعض کے نزدیک لفظ ''حرمة'' محذوف مان کر ''جعل الله حرمة الكعبة'' تقدیر بتائی ہے، یہ دوسری تقدیر زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس میں فصاحت اور مقصدیت اول سے زیادہ ہے۔

قاعدہ نمبر (۱۳۰)

لَا يَكُوْنُ الْقَسَمُ إِلَّا بِاسْمٍ مُعَظَّمٍ۔[۲]

حاصل قاعدہ

معظم چیز ہی کی قسم کھائی جاتی ہے۔

---

(۱) الإتقان فی علوم القرآن: النوع السادس والخمسون، ج۳ ص۲۰۰

(۲) الإتقان فی علوم القرآن: النوع السابع والستون، ج۴ ص۵۴/ البرهان فی علوم القرآن: تابع النوع السادس والأربعون، ج۳ ص۴۰

Marfat.com

تشریح

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے اسمائے عظمیٰ کے ذریعہ سات مقامات پر قسم کھائی ہے،اس کے علاوہ مقامات پر بعض مخلوقات کی بھی قسم بھی کھائی جیسے: والتین والزیتون، والطور، والصافات، والشمس، و اللیل، و الضحی''وغیرہ،اور جن چیزوں کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے ان میں سب سے زیادہ معظم اور مفخم وہ قسم ہے جو اللہ نے اپنی ذات کے ساتھ کھائی ہے۔

مثال نمبر ا..... وَالتِّيْنِ وَ الزَّيْتُوْنِ ۙ۝ وَ طُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ۝ وَ هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۙ۝ (التین)

ترجمہ:قسم ہے انجیر (کے درخت) کی اور زیتون (کے درخت) کی اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر (یعنی مکہ معظمہ) کی۔

یہاں اللہ رب العزت نے انجیر، زیتون، طور سیناء، بلدِ امین کی قسم کھائی ہے، پس یہ قسم ان اشیاء کے معظم ومحترم ہونے پر دال ہے۔

مثال نمبر ۲..... وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ۝ (النجم)

ترجمہ:قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے۔

مثال نمبر ۳..... وَالضُّحٰى ۙ۝ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۙ۝ (الضحی)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) قسم ہے چڑھتے دن کی روشنی کی، اور رات کی جب اُس کا اندھیرا بیٹھ جائے۔

مثال نمبر ۴..... وَالْفَجْرِ ۙ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۙ۝ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۙ۝ (الفجر)

ترجمہ:قسم ہے فجر کے وقت کی اور دس راتوں کی، اور جفت کی اور طاق کی۔

امر کی تعریف

امر وہ لفظ ہے جس کے ذریعے جزم کے ساتھ کسی چیز کا مطالبہ کیا جائے، چاہے صیغہ

Marfat.com

امر سے ہو، جیسے: ''أَقِيمُوا الصَّلٰوةَ'' یا جملہ خبریہ سے ہو لیکن مقصود مطالبہ ہو، جیسے:

"وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ"

نہی کی تعریف

نہی وہ لفظ خاص ہے جس میں کسی فعل سے جزم کے ساتھ روکا گیا ہو، چاہے صیغہ نہی سے ہو، جیسے: ''لا تأكلوا أمولكم بينكم بالباطل'' یا لفظ نہی سے، جیسے: ''ينهىٰ عن الفحشاء و المنكر والبغي'' یا امر کے صیغہ میں کسی بات سے روکا گیا ہو، جیسے: ''وذروا البيع'' یا تحریم کا لفظ استعمال کیا گیا ہو، جیسے ''حرمت عليكم الميتة'' یا حلال ہونے کی نفی کی گئی ہو، جیسے: ''ولا يحل لكم أن تاخذوا مما اتيتموهن شيا''

قاعدہ نمبر (۱۳۱)

لَا يُمْتَنُّ بِمَمْنُوْعٍ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

شئ محظور کو مقامِ امتنان میں ذکر نہیں کیا جاتا۔

تشریح

متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے بندوں پر اپنے احسانات جتلائے ہیں، اور جن امور کو لے کر احسان جتلایا ہے وہ تمام امور از قبیل مباح ہیں کیونکہ امرِ ممنوع کے ذریعہ احسان نہیں جتلایا جاتا۔

تطبیق مثال

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ (الواقعة)

(۱) بدائع الفوائد: فائدة: الامتناع بممنوع، ج۴ ص۷/ البرهان في علوم القرآن: النوع الثاني والثلاثون، ج۲ ص۱۴

Marfat.com

ترجمہ: اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ تم جو کچھ (تخم وغیرہ) بوتے ہو اس کا تم اگاتے ہو یا ہم اُگانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اس (پیداوار) کو چورا چورا کر دیں۔

یہاں زراعت کو مقامِ امتنان میں ذکر کیا گیا ہے، لہٰذا اس سے اس کی اباحت ثابت ہوتی ہے۔

قاعدہ نمبر (۱۳۲)

لَا یَحِلُّ الْقَوْلُ فِیْ أَسْبَابِ النُّزُوْلِ إِلَّا بِالرِّوَایَةِ وَ السَّمَاعِ مِمَّنْ شَاهَدُوْا التَّنْزِیْلَ وَ وَقِفُوْا عَلَی الْأَسْبَابِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

شانِ نزول کا دار مدار ان حضرات سے نقل وسماع پر ہے جنہوں نے نزولِ وحی کا مشاہدہ کیا، اور جو شانِ نزول سے واقف ہیں۔

تشریح

یعنی جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آیت کے نزول کے وقت موجود تھے چونکہ وہ جانتے ہیں کہ آیت کس پسِ منظر اور حالات کے تحت نازل ہوئی ہے، ان ہی سے شانِ نزول کی بابت معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں، عقل وقیاس کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔

تطبیق مثال

وَ لَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا (البقرة:۱۸۹)

ترجمہ: اور یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ تم گھروں میں اُن کی پشت کی طرف سے داخل ہو۔

---

(۱) أسباب نزول القرآن للواحدي: مقدمة المؤلف، ص۱۰/ العجاب في بيان الأسباب، المبحث الثاني، ص۱۰۰

Marfat.com

اس آیت کے شانِ نزول کا علم حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی مندرجہ ذیل روایت سے ہوتا ہے جو ''صحیح بخاری'' میں مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

سمعت البراء رضی اللہ عنہ یقول: نزلت ھذہ الآیۃ فینا کانت الأنصار إذا حجوا فجاء وا لم یدخلوا من قبل أبواب بیوتھم، و لکن من ظھورھا فجاء رجل من الأنصار فدخل من قبل بابہ، فکأنہ عُیِّر بذالك فنزلت: لیس البر.... إلخ۔ (۱)

انصار حج کا احرام باندھ لیتے پھر کسی ضرورت سے گھر آنا ہوتا تو سامنے کے دروازوں سے نہیں داخل ہوتے تھے بلکہ پشت کی طرف نقب لگا کر آیا کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک انصاری صحابی سامنے کے دروازہ سے مکان میں داخل ہوگئے تو لوگوں نے ان کو عار دلایا، اس موقع پر یہ آیت ''لیس البر'' نازل ہوئی۔

قاعدہ نمبر (۱۳۳)

لِکُلِّ حَرْفٍ مِنْ حُرُوْفِ الْمَعَانِیْ وَجْهٌ هُوَ أَوْلٰی بِهٖ مِنْ غَیْرِهٖ فَلَا یَجُوْزُ تَحْوِیْلُ ذٰلِكَ عَنْهُ إِلٰی غَیْرِهٖ إِلَّا بِحُجَّةٍ۔ (۲)

حاصل قاعدہ

حروفِ معانی میں ہر حرف کا ایک متعین معنی ہے وہی معنی اولیٰ اور مقدم ہوگا بغیر دلیل کے اس سے عدول جائز نہیں ہوگا۔

(۱) صحیح البخاری: کتاب الحج، باب قول اللہ تعالی: وأتوا البیوت من أبوابھا، ج۳ ص۸، رقم الحدیث:۱۸۰۳

(۲) تفسیر الطبری: سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۴ کے تحت، ج ۱ ص ۱۹۹

Marfat.com

تشریح

حروف دو طرح کے ہیں۔ ا.....حروفِ مبانی۔ ۲.....حروفِ معانی۔

حروفِ مبانی: ان حروف کو کہا جاتا ہے جن سے کلمات کی ساخت وجود میں آتی ہے ان کا کوئی معنی نہیں ہوتا۔

حروفِ معانی: ان حروف کو کہتے ہیں جن کا کوئی مستقل اور متعین معنی ہو۔

فائدہ

حروفِ معانی اور ان کے تفصیلات کا جاننا ایک مفسر کے لئے بے حد ضروری ہے کیونکہ ایک حرف مختلف شکلوں میں مختلف معانی میں استعمال کیا جاتا ہے، اور بسا اوقات معانی کی صحیح واقفیت کلام کی صفتِ تضمین کی معرفت پر موقوف ہوتی ہے، اس لئے یہاں تضمین کی کسی قدر وضاحت ضروری ہے۔

تضمین کی تعریف و تقسیم: ایک کلمہ میں دوسرے کلمہ کا معنی شامل کر دیا جائے۔ اور یہ تضمین اسم، فعل، حرف تینوں کلموں کے اندر پائی جاتی ہے۔

تضمینِ اسم: ایک اسم میں دوسرے اسم کا معنی شامل کر دیا جائے تاکہ وہ اسم دونوں معنوں کو بیک وقت متضمن ہو۔

تضمینِ فعل: ایک فعل دوسرے فعل کے معنی کو متضمن ہو، پھر وہ فعل بیک وقت دونوں معنی کو متضمن ہو بایں طور کہ وہ فعل عادۃً جس حرف کے ساتھ متعدی ہوتا ہے اس کی بجائے دوسرے حرف کے ساتھ متعدی ہو۔

تضمینِ حرف: ایک حرف دوسرے حرف کے معنی کو شامل ہو، جیسے ''علی'' کا ''فی'' کے معنی کو شامل ہونا۔

مثال نمبر ا.....وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِہِمْ ۙ (البقرۃ:۱۴)

ترجمہ: اور جب خلوت میں پہنچتے ہیں اپنے شریر سرداروں کے پاس۔

Marfat.com

لفظ ''خلاء'' باء صلہ کے ساتھ متعدی ہوتا ہے مگر یہاں بصلہ ''إلی'' متعدی ہے اس لئے کہ ''خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِہِمْ'' یہاں ''صرفوا خلاء هم إلى شياطينهم'' کے معنی میں ہے، اس اعتبار سے ''إلـــی'' کے علاوہ اس مقام پر دوسرے کا استعمال درست نہیں ہے، کیوں کہ ''إلی'' کا ایک متعین معنی ہے جس سے عدول بغیر دلیل کے جائز نہیں۔

مثال نمبر ۲..... عَیْنًا یَّشْرَبُ بِہَا عِبَادُ اللّٰہِ یُفَجِّرُوْنَہَا تَفْجِیْرًا ﴿۶﴾ (الدھر)

ترجمہ: ایسے چشمہ سے (پئیں گے) جس سے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے پئیں گے۔

یہاں ''یشرب'' فعل کا صلہ ''ب'' آیا ہے جب کہ ''یشرب'' کا صلہ ''من'' آیا کرتا ہے، پس یا تو ''ب''، ''من'' کے معنی میں ہے، یا ''یشرب'' ''یرتوی'' یا ''یتلذذ'' کے معنی کو متضمن ہے، اور قاعدہ مذکورہ کی رو سے یہی دوسری وجہ راجح ہے کیوں کہ اس میں ''یشرب'' بیک وقت شرب اور استلذاذ دونوں معنوں کو متضمن ہو رہا ہے، اور ''ب'' اپنے معنی معین میں مستعمل ہے۔

مثال نمبر ۳..... اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمْ (البقرۃ:۱۸۷)

ترجمہ: تمہارے لئے حلال کر دیا گیا ہے کہ روزوں کی رات میں تم اپنی بیویوں سے بے تکلف صحبت کرو۔

''رفث، إلی'' صلہ کے ساتھ نہیں آیا کرتا مگر ''رفث'' یہاں افضاء کے معنی کو متضمن ہے، پس ''إلی'' اپنے اصلی معنی میں ہے اور ''رفث'' میں تضمین ہے۔

مثال نمبر ۴..... فَقُلْ ہَلْ لَّکَ اِلٰٓی اَنْ تَزَکّٰی ﴿۱۸﴾ (النازعات)

ترجمہ: کیا تجھ کو اس بات کی خواہش ہے کہ تو درست ہو جائے۔

یہاں ''إلی''، ''أن أدعوك'' کے معنی کو متضمن ہے۔

مثال نمبر ۵..... وَہُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ (الشوریٰ:۲۵)

ترجمہ: اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔

Marfat.com

تاب کا صلہ "عن" نہیں آیا کرتا مگر یہاں "تاب" "عفا و صفح" کے معنی کو متضمن ہے، اور ان دونوں کا صلہ "عن" آتا ہے پس "عن" اپنے معنی میں ہے۔

مثال نمبر ٦..... اَلَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ (ابراھیم: ۳)

ترجمہ: ان (کافروں) کو جو دنیاوی زندگانی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔

یہاں "علی" اپنے معنی حقیقی میں مستعمل ہے اور "یستحبون" "یوثرون" کے معنی کو متضمن ہے۔

قاعدہ نمبر (۱۳۴)

لَمْ يَقَعْ فِيْ كِتَابِ اللهِ تَكْرَارٌ بَيْنَ مُتَجَاوِرَيْنِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

قرآن کریم میں بلا فصل تکرار واقع نہیں ہے۔

قرآن مجید میں کہیں دو آیتیں ایسی نہیں ہیں جو یکے بعد دیگرے ایک ہی الفاظ میں اسی معنے کے ساتھ لوٹائی گئی ہوں، ہاں البتہ دونوں آیتوں کے درمیان کوئی جملہ معترضہ یا ماقبل سے مختلف مضمون پر مشتمل آیت واقع ہوئی ہو تو اس طرح کا تکرار واقع ہوا ہے۔

قاعدہ نمبر (۱۳۵)

مَافِيْ جِسْمِ الْإِنْسَانِ مِنْ أَجْزَاءٍ مُفْرَدَةٍ لَا تَتَعَدَّدُ إِذَا ضُمَّ إِلَيْهَا مِثْلُهَا جَازَ فِيْهَا ثَلَاثَةُ أَوْجُهٍ، اَلْأَوَّلُ: اَلْجَمْعُ وَ هُوَ الْأَكْثَرُ وَ الْأَفْصَحُ، اَلثَّانِيْ: اَلتَّثْنِيَةُ، اَلثَّالِثُ: اَلْإِفْرَادُ۔ (۲)

---

(۱) قواعد التفسیر: المقصد الرابع والعشرون: التکرار فی القرآن، ج۲ ص۷۰۳

(۲) قواعد التفسیر: المقصد الثالث فی قواعد اللغویة، ج۱ ص۲۶۵

Marfat.com

حاصل قاعدہ

انسان کے جسم میں جو عضو طاق ہے یعنی جفت نہیں ہے (مثلاً سر، ناک، پیٹ، دل) اگر ان اعضاء میں سے کسی کی اضافت دو شخصوں کی طرف کرنی ہو، مثلاً کہنا ہو کہ تم دونوں کا سر، تم دونوں کی ناک، تو جائز ہے کہ اس عضو کو واحد، تثنیہ، جمع تینوں شکلوں میں استعمال کریں، لیکن جمع کے ساتھ استعمال کرنا افصح و ابلغ و اشہر ہے، مثلاً یہ کہنا صحیح ہوگا: ''رأسکما، رأساکما، رؤسکما'' مگر آخر الذکر ابلغ ہے۔

مثال..... اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا (التحریم: ۴)

ترجمہ: (اے نبی کی بیویو!) اگر تم اللہ کے حضور توبہ کرلو (تو یہی مناسب ہے) کیونکہ تم دونوں کے دل مائل ہو گئے ہیں۔

اس آیت میں تثنیہ کی طرف اضافت کرتے ہوئے ''قلوب'' کو جمع لایا ہے۔

قاعدہ نمبر (۱۳۶)

مَتٰى جَاءَتْ "بَلٰى أَوْ نَعَمْ" بَعْدَ كَلَامٍ يَتَعَلَّقُ بِهَا الْجَوَابُ وَلَيْسَ قَبْلَهَا مَا يَصْلُحُ أَنْ يَكُوْنَ جَوَابًا لَه فَاعْلَمْ أَنَّ هُنَاكَ سُوَالًا مُقَدَّرًا لَفْظُهُ لَفْظُ الْجَوَابِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

''بلیٰ'' اور ''نعم'' جو الفاظِ جواب میں سے ہیں اگر یہ ایسے کلام کے بعد آئیں جو کلام اس قابل نہ ہو کہ اس کا جواب بن سکے تو سمجھ لو کہ وہاں کوئی سوال مقدر ہے جس کا یہ جواب ہے۔

---

(۱) البرهان في علوم القرآن: النوع السابع والأربعون، ج۴ ص۲۶۴

Marfat.com

مثال نمبر ۱..... بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ

(البقرة:۱۱۲)

ترجمہ: جوکوئی شخص بھی اپنا رخ اللہ کی طرف جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو تو ایسے شخص کو اس کا عوض ملتا ہے اس کے پروردگار کے پاس پہنچ کر۔

یہاں سوال مقدر ہے:

الیس من اسلم وجهه لله له أجره عند ربه إلخ۔

مثال نمبر ۲..... بَلٰی مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـئَتُهٗ (البقرة:۸۱)

ترجمہ: (آگ تمہیں) کیوں نہیں (چھوے گی) جولوگ بھی بدی کماتے ہیں اوران کی بدی انہیں گھیر لیتی ہے۔

یہاں بھی سوال مقدر ہے یعنی "الیس من کسب سئیة۔۔۔إلخ" کے جواب میں "بَلٰی مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً" وارد ہے۔

قاعدہ نمبر (۱۳۷)

مَتىٰ عَلَّقَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عِلْمَهٗ بِالْاُمُوْرِ بَعْدَ وُجُوْدِهَا كَانَ الْمُرَادُ بِذٰلِكَ الْعِلْمِ الَّذِىْ يَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ الْجَزَاءُ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

جب اللہ تعالیٰ کسی فعل کے وجود پر اپنے علم کو موقوف کریں تو مراد اس سے اس فعل کا انجام (جزاء وسزاء) مرتب کرنا ہوتا ہے۔

تشریح

اللہ تعالیٰ کا علم ہر شئی کو محیط ہے خواہ وہ شئی وجود میں آچکی ہو یا ابھی معدوم ہو، پھر بھی

(۱) القواعد الحسان فی تفسیر القرآن: القاعدة الثامنة والأربعون، ص۱۲۳

Marfat.com

کہیں کہیں کسی شئ کے وجود پر اپنے علم کا موقوف ہونا ظاہر کرتے ہیں، یعنی یوں کہتے ہیں کہ ہم نے ایسا اس لئے کیا تا کہ ہم یہ جان لیں تو ایسی جگہوں پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ اس کام سے پہلے نہیں جانتے تھے۔

تو اس کا جواب اس قاعدہ سے نکلتا ہے کہ اس قسم کے مواقع پر علم سے مراد اس کا جاننا نہیں ہوا کرتا بلکہ اس کی جزا و سزا اور نتیجہ کو مرتب کرنا ہوتا ہے۔ پس ''ہم جان لیں'' کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اس پر نتیجے کو مرتب کریں، اور نتیجہ اگر چہ اللہ کے علم ازلی ابدی میں معلوم و معین ہے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نتائجِ افعال، اعمال کے وجود میں آنے کے بعد ہی مرتب فرماتے ہیں۔ لہٰذا نتیجے کو صدورِ عمل پر موقوف کر دیتے ہیں۔

مثال نمبر ا..... يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ ۚ (المائدۃ:۹۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تمہیں شکار کے کچھ جانوروں کے ذریعے ضرور آزمائے گا جو تمہارے ہاتھوں اور تمہارے نیزوں کی زد میں آجائیں گے تا کہ وہ یہ جان لے کہ کون ہے جو اسے دیکھے بغیر بھی اس سے ڈرتا ہے۔

أي ليجزي من يخافه۔

مثال نمبر ۲..... وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّن يَنقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۚ (البقرۃ:۱۴۳)

ترجمہ: اور جس (سمت) قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں (یعنی بیت المقدس) وہ تو محض اس لئے تھا کہ ہم کو معلوم ہو جائے کہ کون رسول کا حکم مانتا ہے اور کون اُلٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔

مثال نمبر ۳..... وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۖ وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ ۚ (الحدید)

ترجمہ: اور ہم نے لوہے کو پیدا کیا جس میں جنگی طاقت بھی ہے اور (اس کے

Marfat.com

علاوہ) لوگوں کے اور بھی طرح طرح کے فائدے ہیں، اور یہ اس لئے تا کہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ بغیر دیکھے اس کے اور اس کے رسولوں کی (یعنی دین حق کی) کون مدد کرتا ہے۔

مثال نمبر ۴.... وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ﴿۱۱﴾ (العنکبوت)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ضرور معلوم کر کے رہے گا کہ کون لوگ ایمان لائے ہیں، اور وہ ضرور معلوم کر کے رہے گا کہ کون لوگ منافق ہیں۔

ان تمام آیات میں اللہ تعالیٰ کے جاننے سے مراد آخرت میں ان کو جزاء وسزا دینی ہے۔

قاعدہ نمبر (۱۳۸)

اَلْمُقَرَّرُ فِيْ عِلْمِ الْحَدِيْثِ اَنَّ تَفْسِيْرَ الصَّحَابِيِّ الْمُتَعَلِّقَ بِسَبَبِ النُّزُوْلِ لَهٗ حُكْمُ الرَّفْعِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

صحابی کی وہ تفسیر جس کا تعلق شانِ نزول کے ساتھ ہو یہ تفسیر حدیثِ مرفوع کے حکم میں ہے۔

توضیح قاعدہ

شانِ نزول کی دو قسمیں ہیں۔ ۱.....صریح۔ ۲.....غیر صریح۔

صریح: جس میں راوی شانِ نزول ہونے کی صراحت کرے، مثلاً یوں کہے: ”سبب نزول هذه الآية كذا“

یا کوئی واقعہ یا سوال ذکر کرے اس کے بعد کہے: ”فنزلت“ یا ”ونزلت“ یا ”ثم نزلت“

(۱) أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن: سورة البقرة آیت نمبر ۲۲۲ کے تحت، ج۱ ص ۹۲

Marfat.com

یا یوں کہے: ''فاوحی اللہ إلی نبیه''

غیر صریح: جس میں صحابی یوں کہے ''نزلت الآیة فی کذا'' یعنی شانِ نزول ہونے کی تصریح نہ کرے، ایسی روایات میں شانِ نزول اور آیت کی تفسیر دونوں کا احتمال ہوتا ہے، اس لئے مذکورہ قاعدہ قسم اول سے متعلق ہے۔ قسم ثانی پر انطباق کے سلسلے میں اختلاف ہے، یعنی غیر صریح سببِ نزول کو شانِ نزول قرار دیا جائے گا یا نہیں، یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔

فائدہ: کبھی شانِ نزول کی صراحت ایک روایت میں نہیں ہوتی مگر دوسری روایت میں صراحت آجاتی ہے، یہ بھی قسم اول میں داخل ہے۔

لہٰذا شانِ نزول کی معرفت کے لئے تمام روایات کا استقراء اور تفحص ضروری ہے۔

تنبیہ: مذکورہ قاعدہ اغلبی اور اکثری ہے کبھی روای کوئی قصہ ذکر کرکے ''فنزلت'' یا ''فکنا نقول و فیه نزلت'' وغیرہ کے الفاظ ذکر کرتا ہے مگر وہ شانِ نزول نہیں ہوتا ہے۔

مثال بر جزء اول: جس میں شانِ نزول ہونے کی صراحت ہو

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۪ (البقرة:۱۴۴)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) ہم تمہارے چہرے کو بار بار آسمان کی طرف اُٹھتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، چنانچہ ہم تمہارا رخ ضرور اُس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جو تمہیں پسند ہے۔

اس کے شانِ نزول کے متعلق حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

صلینا مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بعد قدومه المدینة ستة عشر شهرا نحو بیت المقدس، ثم علم اللہ عزوجل هوی نبیه صلی اللہ علیه وسلم، فنزلت قد نری تقلب۔۔۔الآیة[1]

ترجمہ: ہم نے مدینہ منورہ پہنچ کر سولہ مہینے بیت المقدس کی طرف رخ کرکے

(۱) سنن الدار قطنی: کتاب الصلاة، باب التحویل إلی الکعبة، ج۲ ص ۱۱، رقم الحدیث: ۱۰۶۲

Marfat.com

نماز پڑھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی منشاء کچھ اور دیکھی (یعنی یہ کہ قبلہ بیت اللہ کو بنادیا جائے) تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: قد نری تقلب۔۔۔الخ۔

اس روایت میں قصہ ذکر کرنے کے بعد راوی نے کہا: ’’فنزلت‘‘ پس اس کا سببِ نزول ہونا متعین ہوگیا۔

مثال بر جزء ثانی: شانِ نزول غیر صریح ہو

اخرج البخاری بسنده عن حذیفة رضی اللہ تعالیٰ عنه فی قوله تعالیٰ: وانفقوا فی سبیل اللہ و لا تلقوا بأیدیکم إلی التهلکة، قال: نزلت فی النفقة۔ (۱)

اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ سببِ نزول ہو، اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ ’’نزلت فی النفقة‘‘ کہہ کر آیت کی مراد بتلائی جارہی ہے کہ اس کی تفسیر یہ ہے کہ اس کا تعلق مسئلہ نفقہ سے ہے۔

مثال بر جزء ثالث: بعض روایات میں سببِ نزول کی صراحت ہو بعض میں نہ ہو

کانت الیهود تقول: إذا اتی الرجل امراته من دبرها فی قبلها کان الولد أحول، فنزلت: نساؤکم حرث لکم۔ (۲)

اس روایت میں سببِ نزول کی صراحت موجود ہے، جب کہ دیگر روایات میں سببِ نزول کی صراحت موجود نہیں ہے۔

---

(۱) صحیح البخاری: کتاب تفسیر القرآن، باب قوله: وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا إلخ، ج۶ ص۲۷، رقم الحدیث: ۴۵۱۶

(۲) صحیح مسلم: کتاب النکاح، باب جواز جماعة امراته فی قبلها، ج۲ ص۱۰۵۸، رقم الحدیث: ۱۴۳۵

Marfat.com

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس آیت کے متعلق دو طرح کی روایات ہیں بعض میں سببِ نزول کی صراحت ہے بعض میں نہیں۔

قاعدہ نمبر (۱۳۹)

مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ إِذَا أَرَادَتْ بَيَانَ الْوَعْدِ أَوِ الْوَعِيْدِ عَلَى فِعْلٍ أَنْ تُخْرِجَ أَسْمَاءَ أَهْلِهِ بِذِكْرِ الْجَمِيْعِ أَوِ الْوَاحِدِ دُوْنَ الْاِثْنَيْنِ إِلَّا إِذَا كَانَ الْفِعْلُ إِنَّمَا يَقَعُ مِنْ اِثْنَيْنِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

اہلِ عرب وعدہ یا وعید کو صیغہ واحد یا جمع کے ذریعہ بیان کرتے ہیں، صیغہ تثنیہ کے ساتھ نہیں بیان کرتے مگر یہ کہ فعل ہی ایسا ہو جس کا وجود دو کے بغیر ناممکن ہو۔

تشریح

اہلِ عرب ایسا تو کہتے ہیں کہ " الذین یفعلون کذا فلھم کذا، و الذی یفعل کذا فلہ کذا " لیکن " الذان یفعلان کذا فلھما کذا " نہیں کہتے الا یہ کہ فعل کا وقوع دو کے بغیر ناممکن ہو، جیسے زنا اس کی وعید کو بیان کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

وَالَّذٰنِ يَأْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَإِنْ تَابَا وَ اَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۱۶﴾ (النساء)

ترجمہ: اور تم میں جو دو مرد بدکاری کا ارتکاب کریں ان کو اذیت دو، پھر اگر توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں تو ان سے درگزر کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔

---

(۱) قواعد التفسیر : المقصد الرابع وجوہ مخاطباتہ، ج ۱ ص ۳۳۵

Marfat.com

قاعدہ نمبر (۱۴۰)

مِنْ شَاْنِ الْعَرَبِ إِذَا تَطَاوَلَتْ صِفَةُ الْوَاحِدِ الْإِعْتِرَاضُ بِالْمَدْحِ وَ الذَّمِ بِالنَّصْبِ أَحْيَانًا وَ بِالرَّفْعِ أَحْيَانًا۔ (۱)

حاصل قاعدہ

جب کسی شئی کی توصیف میں تطویل مقصود ہوتی ہے تو اہلِ عرب اعراب میں تبدیلی لاکر کبھی منصوب اور کبھی مرفوع عبارت پیش کرتے ہیں۔

تشریح

ایسا اس لئے کرتے ہیں تاکہ اختلافِ اعراب سے معانی متنوعہ و متفننہ کی طرف اشارہ ہو اور سامع کی تنشیطِ طبع کا باعث ہو۔

مثال نمبر۱..... وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ (البقرۃ:۱۷۷)

ترجمہ: اور جب کوئی عہد کرلیں تو اپنے عہد کو پورا کرنے کے عادی ہوں، اور تنگی اور تکلیف میں، نیز جنگ کے وقت، صبر اور استقلال کے خوگر ہوں۔

''وَالصّٰبِرِيْنَ'' یہاں اہلِ ایمان کی صفات کی تطویل و تفصیل مقصود تھی تو اعراب میں تبدیلی کا لحاظ کیا گیا، چنانچہ رفع کے بعد نصب اختیار کرتے ہوئے ''وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ'' کے بعد ''وَالصّٰبِرِيْنَ'' لایا گیا۔

مثال نمبر۲..... لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ (النساء:۱۶۲)

---

(۱) تفسیر الطبری: سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۷۷ کے تحت، ج ۳ ص ۳۵۲

Marfat.com

ترجمہ: لیکن ان میں جو لوگ علم (دین) میں پختہ ہیں اور جو (ان میں) ایمان لے آنے والے ہیں وہ اس (کتاب) پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ کے پاس بھیجی گئی اور (اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں) جو آپ سے پہلے بھیجی گئی تھیں اور جو (ان میں) نماز کی پابندی کرنے والے ہیں اور جو (ان میں) زکوٰۃ دینے والے ہیں۔

قاعدہ نمبر (۱۴۱)

مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ إِذَا خَاطَبَتْ إِنْسَانًا وَ ضَمَّتْ إِلَيْهِ غَائِبًا فَأَرَادَتِ الْخَبَرَ عَنْهُ، أَنْ تُغَلِّبَ الْمُخَاطَبَ فَيَخْرُجُ الْخَبَرُ عَنْهُمَا عَلَى وَجْهِ الْخِطَابِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

اہلِ عرب بسا اوقات ایسا کرتے ہیں کہ جب کسی خبر میں مخاطب و غائب دونوں جمع ہو جاتے ہیں تو مخاطب کو غلبہ دیتے ہوئے صیغہ خطاب استعمال کرتے ہیں، اور یہ خبر غائب کی طرف سے بھی کافی ہو جاتی ہے۔

مثال..... وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۴۳﴾ (البقرة)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دیں واقعی اللہ تعالیٰ تو لوگوں پر بہت ہی شفیق مہربان ہے۔

تشریح

''اِیْمَانَکُمْ'' مذکورہ آیتِ کریمہ تحویل قبلہ من بیت المقدس الی الکعبۃ کے موقع پر نازل ہوئی، اس موقع پر مسلمانوں کو یہ سوال ہوا کہ ہمارے مسلمان بھائیوں کی نمازوں کا کیا ہوگا، جو بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے پڑھتے اس دنیا سے چل بسے، تو آیت

---

(۱) تفسیر الطبری: سورۃ المائدۃ آیت نمبر ۴۸ کے تحت، ج ۱۰ ص ۳۹۰

Marfat.com

نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نمازوں کو ضائع نہیں کرے گا، اور اس میں گذرے ہوئے مسلمانوں کی نمازوں کے بارے میں بتادیا کہ ان کی نمازیں ضائع نہیں ہوئیں بلکہ ان کا اجر ان کو ملے گا، یہاں بیان ان مؤمنین کا چل رہا ہے جو اس دنیا سے گذر گئے اس لحاظ سے غائب کا صیغہ استعمال کرنا مناسب تھا، مگر چونکہ حاضرین اور زندوں کو بھی اپنی نمازوں کے متعلق اندیشہ تھا اس لئے ان حاضرین کو غائبین پر غلبہ دیتے ہوئے خطاب کا صیغہ استعمال کیا گیا مذکورہ بالا قاعدے کی رو سے۔

قاعدہ نمبر (۱۴۲)

مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ إِضَافَةُ أَفْعَالِ الْأَسْلَافِ إِلَى الْأَبْنَاءِ وَخِطَابِ الْأَبْنَاءِ وَإِضَافَةُ الْفِعْلِ إِلَيْهِمْ وَهُوَ لِآبَائِهِمْ۔(۱)

حاصل قاعدہ

اہلِ عرب کا معمول ہے کہ آباء کے افعال کو ابناء کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

مثال..... ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: پھر تم نے ان کے پیٹھ پیچھے یہ ستم ڈھایا کہ گائے کے بچھڑے کو معبود بنالیا۔

''اتَّخَذْتُمْ، وَاَنْتُمْ'' آیت کریمہ میں مخاطب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود کو بنایا گیا ہے اور اتخاذ عجل اور ظلم کی نسبت ان کی طرف کی گئی ہے، حالانکہ یہ افعال ان سے نہیں بلکہ ان کے اسلاف سے صادر ہوئے تھے۔

---

(۱) معالم التنزیل للبغوی: سورۃ الأعراف آیت نمبر ۱۹۰ کے تحت، ج ۲ ص ۲۵۸ / اللباب فی علوم الکتاب: سورۃ الأعراف آیت نمبر ۱۸۹ کے تحت، ج ۹ ص ۴۲۲

Marfat.com

مثال نمبر ۲..... وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ (البقرة:۴۹)

ترجمہ: اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے نجات دی جو تمہیں بڑا عذاب دیتے تھے، تمہارے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے۔

مثال نمبر ۳..... قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۱﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: اگر تم واقعی (تورات پر) ایمان رکھتے تھے تو اللہ کے نبیوں کو پہلے زمانے میں کیوں قتل کرتے رہے؟

ان آیات میں آباء کے افعال کی نسبت ابناء کی طرف کی گئی ہے، فرعون کے ظلم وستم سے نجات ان کے آباء واجداد کو دی گئی تھی، اسی طرح انبیاء علیہم السلام کا قتل ان کے آباء واجداد نے کیا تھا لیکن منسوب ابناء کی طرف کیے گئے۔

قاعدہ نمبر (۱۴۳)

مِنْ شَاْنِ الْعَرَبِ اَلتَّعْبِيْرُ عَنِ الْمَاضِيْ بِالْمُضَارِعِ لِاِفَادَةِ تَصْوِيْرِ الْحَالِ الْوَاقِعِ عِنْدَ حُدُوْثِ الْحَدَثِ۔(۱)

حاصل قاعدہ

اہلِ عرب ماضی کی صورت حال کی منظر کشی کے لئے صیغہ مضارع استعمال کرتے ہیں۔

تشریح

ماضی کی جگہ مضارع لا کر یہ اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ اگرچہ یہ واقعہ ماضی کا ہے مگر

(۱) قواعد التفسیر: المقصد الرابع وجوہ مخاطباتہ، ج ۱ ص ۲۹۰

Marfat.com

ایسا اہم اور نا قابلِ فراموش ہے کہ گویا اس کا منظر اس وقت بھی آنکھوں سے نظر آ رہا ہے۔

مثال نمبر ا..... اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً (الحج:۶۳)

ترجمہ: (اور اے مخاطب!) کیا تجھ کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا جس سے زمین سرسبز ہوگئی۔

اس میں "اصبحت" کی جگہ "تصبح" استعمال کیا گیا، کیوں کہ اس صورت میں زمین کی ہریالی اور شادابی کی منظر کشی مؤکد اور بلیغ انداز میں ہو جاتی ہے، اور یہی وضاحت آیت میں مقصود ہے۔

مثال نمبر ۲..... وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ (البقرۃ:۱۰۲)

ترجمہ: البتہ شیاطین لوگوں کو جادو کی تعلیم دے کر کفر کا ارتکاب کرتے تھے۔

مثال نمبر ۳..... قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۱﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: اگر تم واقعی (تورات پر) ایمان رکھتے تھے تو اللہ کے نبیوں کو پہلے زمانے میں کیوں قتل کرتے رہے؟

ان آیات میں بھی "علم" اور "قتل" فعلِ ماضی کی جگہ "یعلمون" اور "تقتلون" فعلِ مضارع کا صیغہ لایا تا کہ ان افعال قبیحہ کی واضح طور پر منظر کشی ہو سکی۔

قاعدہ نمبر (۱۴۴)

مِنْ شَاْنِ الْعَرَبِ الْعَطْفُ بِالْكَلَامِ عَلٰی مَعْنًی نَظِيْرٌ لَهٗ قَدْ تَقَدَّمَهٗ وَاِنْ خَالَفَ لَفْظُهٗ لَفْظَهٗ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

اہلِ عرب دو یا زائد متقارب المعنی مضامین کو بصورت عطف ذکر کرتے ہیں اگرچہ ان کے الفاظ مختلف ہوں۔

(۱) تفسیر الطبری: سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۵۹ کے تحت، ج ۵ ص ۴۳۸

Marfat.com

تطبیق مثال

اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّ هِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا (البقرۃ:۲۵۹)

ترجمہ: یا (تم نے) اس جیسے شخص (کے واقعے) پر (غور کیا) جس کا ایک بستی پر ایسے وقت گزر ہوا جب وہ چھتوں کے بل گری پڑی تھی۔

اس کا عطف ماقبل کی آیت: ''اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ'' پر ہے گویا عبارت یوں ہے ''اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ'' اور یہ عطف اس لئے کیا گیا ہے کہ دونوں کا مضمون ایک دوسرے سے ملتا جلتا ہے۔

قاعدہ نمبر (۱۴۵)

مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ اَنْ تَبْتَدِئَ الْكَلَامَ فِىْ أُسْلُوْبٍ وَتَنْتَقِلَ إِلٰى اُسْلُوْبٍ آخَرَ تَجْدِيْدًا لِنَشَاطِهٖ وَ ذٰلِكَ يُسَمّٰى اِلْتِفَاتًا۔[1]

حاصل قاعدہ

اہلِ عرب مخاطب کی تنشیطِ طبع کے لئے کلام کو ایک اسلوب سے دوسرے اسلوب میں منتقل کر دیتے ہیں اور اسی کا نام التفات ہے۔

تشریح

کلامِ عرب کے محاسن کی ایک اہم کڑی صنعتِ التفات ہے، جس کا حاصل ہے ایک اسلوب سے دوسرے اسلوب کی طرف کلام کو منتقل کرنا، جیسے:

حَتّٰى اِذَا كُنْتُمْ فِى الْفُلْكِ وَ جَرَيْنَ بِهِمْ۔

---

(۱) البرهان فی علوم القرآن: تابع النوع السادس والأربعون، ج۳ ص۳۱۴/ الکلیات لأبی البقاء: فصل الألف واللام، ص۱۷۰

Marfat.com

میں ''جَرَیْنَ بِکُمْ'' ہونا چاہیے تھا مگر اس میں خطاب سے غیبت کی طرف التفات ہے۔

التفات کا فائدہ دو قسم کا ہے۔ا.....عام فائدہ۔۲.....خاص فائدہ۔

عام فائدہ: ''التفنن والتنشیط''یعنی کلام کا لطف بڑھانا۔

چونکہ انسان فطری طور پر نئی نئی باتوں اور نئے نئے اسلوب کو پسند کرتا ہے اس لئے التفات کے ذریعہ کلام سے پیدا ہونے والی اکتاہٹ اور پیش آنے والی پراگندگی کو دور کر کے سامع میں تازہ دلچسپی اور نیا شوق پیدا کیا جاتا ہے۔

خاص فائدہ: موقع اور محل کی مناسبت سے کسی باریکی یا اہم نکتہ کا حاصل کرنا جو مواقع کے اختلاف سے مختلف اور کثیر الانواع ہیں۔

اقسامِ التفات

یوں تو التفات کی بہت ساری قسمیں ہیں مگر مشہور التفات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ا.....التفات حقیقی ۲.....التفات حکمی

التفاتِ حقیقی: وہ التفات ہے جو ضمیروں میں پایا جائے اس کی چھ صورتیں ہیں:

ا.....تکلم سے خطاب کی طرف: ''وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾'' اس کی اصل ہے''والیه ارجع''

۲.....تکلم سے غیبت کی طرف: ''اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ﴿۱﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ'' اس کی اصل ہے''لنغفر لك''

۳.....خطاب سے تکلم کی طرف: ''قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ''

اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو مخاطب کی جگہ رکھ کر کلام فرمایا ہے۔

۴.....خطاب سے غیبت کی جانب: ''حَتّٰى اِذَا كُنْتُمْ فِى الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ''

Marfat.com

اس کی اصل ہے "وجرین بکم"

۵.....غیبت سے تکلم کی جانب: "اَلَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا"

اس کی اصل ہے "فساقه"

۶.....غیبت سے خطاب کی طرف: "وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا لَقَدْ جِئْتُمْ شَیْئًا اِدًّا" اس کی اصل ہے "لقد جاؤوا شیئا إدًا"

التفاتِ حکمی: اصلاً تو یہ التفات نہیں مگر تبدیلی اسلوب اور مقصدیت وافادیت میں التفات حقیقی کے قریب قریب ہے، اور اس کی بنیادی تین قسمیں ہیں:

۱.....قسم اول ۲.....قسم ثانی ۳.....قسم ثالث

قسم اول: التفات فی الجمل

یعنی قرآن پاک کے اندر التفات کی ایک ایسی انوکھی قسم بھی پائی جاتی ہے جو کسی کے کلام میں نہیں پائی جاتی، اور وہ یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام میں دو بالترتیب ذکر کی ہوئی چیزوں کو مقدم کرے پھر ان میں سے پہلے امر کی خبر دے کر اس کے خبر دینے سے روگردانی کرتا ہوا دوسرے امر کی خبر دینے لگے، اس کے بعد پھر امر اول کی خبر دے۔

اس کی مثال ہے: اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ وَ اِنَّهٗ عَلٰی ذٰلِكَ لَشَهِیْدٌ۔ اس میں متکلم ایک صفت کی خبر دینے کی طرف پہنچا اور کہا "وَاِنَّهٗ عَلٰی ذٰلِكَ لَشَهِیْدٌ" پھر خدا تعالیٰ کی خبر دینے سے پلٹتا ہوا دوبارہ انسان کی خبر دینے لگا اور کہا "وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ"

قسم ثانی: التفات فی الأعداد

یعنی واحد، تثنیہ، جمع میں سے کسی ایک سے کلام کرتے ہوئے دوسرے کی طرف کلام کو منتقل کر دینا، اس کی چھ صورتیں ہیں:

۱.....واحد سے تثنیہ کی طرف: قَالُوا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِیَآءُ فِی الْاَرْضِ۔ اس کی اصل ہے "لك الكبرياء"

Marfat.com

۲.....واحد سے جمع کی طرف: یَآاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ۔ اس کی اصل ہے "إذا طلقتَ"

۳.....تثنیہ سے واحد کی جانب: ۱.....فَمَنْ رَّبُّکُمَا یٰمُوْسٰی۔ ۲.....فَلَا یُخْرِجَنَّکُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰی۔

۴.....تثنیہ سے جمع کی طرف: وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی وَ اَخِیْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِکُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا وَّ اجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قِبْلَةً۔

۵.....جمع سے واحد کی طرف: وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اس کی اصل ہے: وبشروا المومنین۔

۶.....جمع سے تثنیہ کی طرف: یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ اس کی اصل ہے "فبای الاء ربکم تکذبون (صیغہ جمع کے ساتھ)

قسم ثالث: التفات الأفعال

یعنی ماضی، مضارع یا امر میں سے کسی ایک سے کلام کرتے ہوئے دوسرے کی طرف کلام کو موڑ دینا، اس کی بھی چھ صورتیں ہیں:

۱.....ماضی سے مضارع کی جانب: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ اس کی اصل ہے: وصدوا عن سبیل اللہ۔

۲.....ماضی سے امر کی طرف: قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ وَ اَقِیْمُوْا وُجُوْهَکُمْ۔ اولاً "اَمَرَ رَبِّیْ" ماضی سے کلام ہے پھر صیغہ امر سے۔

۳.....مضارع سے ماضی کی طرف: وَیَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَفَزِعَ۔ اس کی اصل ہے: فیفزع۔

۴.....مضارع سے امر کی طرف: قَالَ اِنِّیْ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَ اشْهَدُوْا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ۔

Marfat.com

۵.....امر سے ماضی کی جانب: وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى وَ عَهِدْنَآ۔

۶.....امر سے مضارع کی طرف: وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّقُوْهُ وَ هُوَ الَّذِیْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔

قاعدہ نمبر (۱۴۶)

مِنْ شَاْنِ الْعَرَبِ اَنْ تُخْبِرَ عَنْ غَيْرِ الْعَاقِلِ بِخَبَرِ الْعَاقِلِ إِذَا نَسَبَتْ إِلَيْهِ شَيْئًا مِّنْ أَفْعَالِ الْعُقَلَاءِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

اہلِ عرب غیر عاقل کے لئے ایسا صیغہ استعمال کرتے ہیں جو عاقل کے ساتھ خاص ہے، مگر شرط یہ ہے کہ اس غیر عاقل کی طرف افعالِ عقلاء میں سے کوئی فعل منسوب ہو۔

مثال نمبر ۱..... وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے کوئی بیٹا بنایا ہوا ہے، (حالانکہ) اس کی ذات (اس قسم کی چیزوں سے) پاک ہے، بلکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے، سب کے سب اس کے فرماں بردار ہیں۔

''مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' میں کلمہ ''مَا'' وارد ہے جس کی دلالت غیر عاقل پر ہوتی ہے، اور آخر میں ''قٰنِتُوْنَ'' جمع مذکر سالم کا صیغہ وارد ہے جو عاقل کے لئے آتا ہے، غیر عاقل کے لئے عاقل کا صیغہ اس لئے استعمال کیا گیا کہ یہاں غیر عاقل کی طرف عقلاء کے افعال میں سے ایک فعل (قنوت یعنی قانت سجدہ ریز ہونا) کی نسبت کی جا رہی ہے۔

---

(۱) البحر المحیط فی التفسیر: سورۃ الکہف آیت نمبر ۷۷ کے تحت، ج ۷ ص ۲۱۰

Marfat.com

مثال نمبر ۲..... اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ﴿۴﴾ (یوسف)

ترجمہ: جب یوسف نے اپنے والد سے کہا کہا اے اباجان! میں نے گیارہ ستارے اور سورج اور چاند کو اپنے روبرو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

مثال نمبر ۳..... فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۗ قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ﴿۱۱﴾ (حم السجدۃ)

ترجمہ: اور اس سے اور زمین سے کہا: چلے آؤ، چاہے خوشی سے یا زبردستی۔ دونوں نے کہا: ہم خوشی خوشی آتے ہیں۔

پہلی آیت میں سورج، چاند، ستارے غیر عاقل ہیں، اور دوسری آیت میں زمین اور آسمان غیر عاقل ہیں، ان دونوں کے لئے "ساجدین" اور "طائعین" جمع مذکر کے صیغے لائے جو عقلاء کے لئے آتے ہیں، تو یہاں غیر عاقل کے لئے عقلاء کے صیغے اس لئے لائے گئے کہ ان کی طرف عقلاء کے افعال میں سے ایک فعل (سجدہ) اور (خوشی خوشی) آنے کی نسبت کی جارہی ہے۔

قاعدہ نمبر (۱۴۷)

مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ اَنْ تُدْخِلَ الْاَلِفَ وَاللَّامَ فِيْ خَبَرِ "مَا وَالَّذِيْ" إِذَا كَانَ الْخَبَرُ عَنْ مَعْهُوْدٍ قَدْ عَرَفَهُ الْمُخَاطِبُ وَ الْمُخَاطَبُ وَ إِنَّمَا يَاتِيْ بِغَيْرِ الْاَلِفِ وَ اللَّامِ إِذَا كَانَ الْخَبَرُ عَنْ مَجْهُوْلٍ غَيْرَ مَعْهُوْدٍ وَ لَا مَقْصُوْدَ قَصَدَ شَيْءٌ بِعَيْنِهٖ۔ [1]

حاصل قاعدہ

جب کسی معہود و متعین شئی کے متعلق جو متکلم اور مخاطب کو معلوم ہو خبر دینا ہو تو اہلِ

---

(۱) تفسیر الطبری: سورۃ یونس آیت نمبر ۸۱ کے تحت، ج ۱۵ ص ۱۶۱

Marfat.com

عرب ''ما'' اور ''الذی'' کی خبر میں الف لام داخل کرتے ہیں، اور جب کسی مجہول شیٔ کے بارے میں خبر دینا ہو تو خبر میں الف لام داخل نہیں کرتے۔

جزء اول کی مثال..... فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ (یونس: ۸۱)

ترجمہ: پھر جب انہوں نے (اپنی لاٹھیوں اور رسیوں کو) پھینکا (اور وہ سانپ بن کر چلتی ہوئی نظر آئیں) تو موسیٰ نے کہا کہ یہ جو کچھ تم نے دکھایا ہے جادو ہے۔

''السِّحْرُ'' مَا کی خبر ہے، اس وقت وہ سحر ان لوگوں کے درمیان معروف و معلوم تھا اس لئے اس پر الف لام لایا گیا۔

جزء ثانی کی مثال..... اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ (النور: ۱۱)

ترجمہ: یقین جانو کہ جو لوگ یہ جھوٹی تہمت گھڑ کر لائے ہیں وہ تمہارے اندر ہی کا ایک ٹولہ ہے۔

اس میں ''عُصْبَةٌ'' نکرہ ہے، الف لام کے ساتھ نہیں لایا گیا کیونکہ لوگوں کی نظر میں یہ جماعت معلوم و متعین نہیں تھی۔

قاعدہ نمبر (۱۴۸)

مِنْ شَاْنِ الْعَرَبِ اَنْ تَذْكُرَ شَيْئًا مِنَ الْوَاحِدِ اَوِ التَّثْنِيَةِ اَوِ الْجَمْعِ وَالْمُرَادُ غَيْرُهٗ كَمَا تُخَاطِبُ الْوَاحِدَ وَ تُرِيْدُ غَيْرَهٗ۔

حاصل قاعدہ

اہلِ عرب کبھی واحد، تثنیہ اور جمع میں سے کوئی ایک صیغہ بول کر دوسرا صیغہ مراد لیتے ہیں، اسی طرح کسی متعین شخص کو مخاطب بنا کر کسی اور کو مراد لیتے ہیں۔

Marfat.com

۱.....علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

إن العرب تخاطب الواحد خطاب الاثنين۔ (۱)

۲.....علامہ بغوی رحمہ اللہ (متوفی ۵۱۰ھ) فرماتے ہیں:

و العرب قد تخاطب الواحد بلفظ الجمع۔ (۲)

۳.....علامہ قرطبی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

قال الخليل و الأخفش هذا الكلام العرب الفصيح أن تخاطب الواحد بلفظ الاثنين۔ (۳)

نوٹ: اس قاعدہ میں چند جزئیات ہیں ہر ایک کی مثال بالترتیب دی جاتی ہے۔

(الف) مثال: وہ واحد جس سے مراد جمع ہے:

يَآيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ﴿۶﴾ (الانفطار)

اس میں انسان مفرد بول کر سارے انسان مراد ہیں۔

(ب) مثال: وہ واحد جس سے مراد تثنیہ ہے:

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾ (طٰہٰ)

یہاں کہا گیا: ”یموسیٰ“ مگر مراد موسیٰ اور ہارون علیہما السلام دونوں ہیں۔

(ج) مثال: وہ تثنیہ جس سے مراد جمع ہے:

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ (الملك:۴)

مراد یہاں ”کرّات“ ہے یعنی بار بار نگاہ ڈالنا۔

(د) مثال: وہ تثنیہ جس سے مراد واحد ہے:

---

(۱) تفسیر الطبری: سورۃ یونس آیت نمبر ۸۹ کے تحت، ج ۱۵ ص ۱۸۵

(۲) معالم التنزیل للبغوی: سورۃ النساء آیت نمبر ۹۷ کے تحت، ج ۱ ص ۶۸۵

(۳) تفسیر القرطبی: سورۃ ق آیت نمبر ۲۳ کے تحت، ج ۱۷ ص ۱۶

Marfat.com

اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ (ق:۲۴)

تثنیہ مذکور ہے اور مراد واحد (مالک، داروغہ جہنم) ہے، یعنی اَلْقِ۔

(ھ) مثال: وہ جمع جس سے مراد واحد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ (الحجرات:۴)

منادی ایک ہی شخص تھا مگر صیغہ جمع لایا گیا۔

(و) مثال: وہ جمع جس سے مراد تثنیہ ہے:

قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ﴿۱۱﴾ (لحم السجدة)

اس میں ''طَآئِعِيْنَ'' جمع ہے مگر مراد اس سے تثنیہ ہے یعنی ''طَائِعَيْنَ''

(ز) مثال: خطاب کسی کو اور مراد کوئی اور ہو:

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ (البقرة)

اس میں مخاطب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مراد اہلِ ایمان ہیں، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے شک کیا شائبہ شک بھی ممکن نہیں۔

قاعدہ نمبر (۱۴۹)

مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ أَنْ تَسْتَكْرِهَ الْجَمْعَ بَيْنَ تَثْنِيَتَيْنِ فِيْ لَفْظٍ وَاحِدٍ۔[1]

حاصل قاعدہ

اہلِ عرب ایک لفظ میں دو تثنیہ کو جمع کرنا پسند نہیں کرتے۔

مثال..... اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا (التحریم:۴)

ترجمہ: (اے نبی کی بیویوں!) اگر تم اللہ کے حضور توبہ کرلو (تو یہی مناسب ہے) کیونکہ تم دونوں کے دل مائل ہو گئے ہیں۔

---

(۱) فتح القدير للشوكاني: سورة التحريم آیت نمبر ۴ کے تحت، ج۵ ص ۲۹۹

Marfat.com

یہاں پر اصلاً ''قَلْبَا کُمَا'' ہونا چاہئے تھا مگر مذکورہ اصول کے پیش نظر ''قُلُوْبُکُمَا'' کہا گیا۔

قاعدہ نمبر (۱۵۰)

مِنْ شَاْنِ الْعَرَبِ اَنْ تُعَبِّرَ بِالْمَاضِیْ عَنِ الْمُسْتَقْبَلِ تَنْبِیْهاً عَلٰی تَحَقُّقِ الْوُقُوْعِ۔

حاصل قاعدہ

اہلِ عرب شئی کے تحقق اور وقوع کو بتلانے کے لئے مستقبل کو ماضی سے تعبیر کرتے ہیں۔

إنه عبر بالماضی عما سیقع فی المستقبل تنزیلا لتحقق الوقوع منزلة الوقوع۔ (۱)

فالتعبیر عنه بصیغة الماضی للتاکید والدلالة علی تحقق الوقوع حَتْمًا۔ (۲)

إیثار صیغة الماضی للدلالة علی تحقیق الوقوع لا محالة لأن الماضی متیقن الوجود۔ (۳)

تشریح

ایک شئی جس کا وقوع مستقبل میں متیقن ہوتا ہے، اس کے یقینی ہونے کو بتلانے کے لئے ماضی کا صیغہ استعمال کیا جاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آئندہ واقع ہونے والی یہ شئی اس قدر یقینی ہے گویا ماضی میں واقع ہو چکی ہے۔

---

(۱) أضواء البیان فی إیضاح القرآن بالقرآن: سورة مریم آیت نمبر ۳۰ کے تحت، ج ۳ ص ۴۱۶

(۲) تفسیر أبی السعود: سورة الصافات آیت نمبر ۵۰ کے تحت، ج ۷ ص ۱۹۲

(۳) روح البیان: سورة هود آیت نمبر ۹۹ کے تحت، ج ۴ ص ۱۸۳

Marfat.com

مثال نمبرا..... وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ (النمل:۸۷)

ترجمہ: جس دن صور میں پھونک ماری جائی گی سو جتنے آسمان و زمین والے ہیں سب گھبرا جائیں گے مگر جس کو خدا چاہے۔

اس دن اہلِ ارض و سماء کا گھبرانا ایک یقینی اور واقعی شئی ہے اس لئے بجائے ''فیفزع من فی السموت'' کے ''ففزع من فی السمٰوت'' سے تعبیر کیا۔

مثال نمبر ۲..... وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾ (الزمر)

ترجمہ: اور صور پھونکا جائے گا تو آسمان اور زمین میں جتنے ہیں وہ سب بے ہوش ہو جائیں گے سوائے اس کے جسے اللہ چاہے۔ پھر دوسری بار پھونکا جائے گا تو وہ سب لوگ پل بھر میں کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔

اس آیت میں ''نُفِخَ'' ماضی مجہول ذکر کیا گیا مگر مراد ''یُنْفَخُ'' فعلِ مضارع ہے تو چونکہ نفخ صور یقینی بات ہے اس لئے اس کو ماضی سے تعبیر کیا۔

مثال نمبر ۳..... وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ (ابراھیم: ۲۱)

ترجمہ: اور یہ سب لوگ اللہ کے آگے پیش ہوں گے۔

اس آیت میں ''بَرَزُوْا'' صیغہ ماضی بمعنی مضارع کے ہے یعنی ''یَبْرُزُوْنَ'' کہ اس دن پیش ہوں گے، چونکہ یقینی بات ہے اس لئے ماضی سے تعبیر کیا ہے۔

مثال نمبر ۴..... وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ (الکہف)

ترجمہ: اور (اس دن کو دھیان رکھو) جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے، اور تم زمین کو دیکھو گے کہ وہ کھلی پڑی ہے، اور ہم ان سب کو گھیر کر اکٹھا کر دیں گے، اور ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔

Marfat.com

اس آیت میں ''حَشَرْنٰھُمْ'' صیغہ ماضی بمعنی مضارع ''نَحْشُرُھُمْ'' کے ہے کہ ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے۔

قاعدہ نمبر (۱۵۱)

مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ أَنْ یُضْمِرُوْا لِکُلِّ مُعَایَنٍ نَکِرَۃً کَانَ أَوْ مَعْرِفَۃً ھٰذَا وَھٰذِہٖ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

اہلِ عرب شئی معین سے پہلے ''ھذا'' یا ''ھذہٖ'' مضمر مانتے ہیں۔خواہ وہ شئی مشاہد معرفہ ہو یا نکرہ۔

مثال ا.....سُوْرَۃٌ اَنْزَلْنٰھَا وَفَرَضْنٰھَا (النور: ا)

ای ھذہٖ سورۃٌ۔

مثال نمبر ۲.....الٓرٰ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ اِلَیْکَ (ابراھیم: ا)

ای ھذا کتاب۔

مثال نمبر ۳.....بَرَآءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (التوبۃ: ا)

ای ھذہ برآءۃٌ۔

قاعدہ نمبر (۱۵۲)

مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ تَحْوِیْلُ الْفِعْلِ عَنْ مَوْضِعِہٖ إِذَا کَانَ الْمُرَادُ بِہٖ مَعْلُوْمًا۔ (۲)

(۱) تفسیر الطبری: سورۃ التوبۃ آیت نمبر ا کے تحت، ج ۱۴ ص ۳۹

(۲) تفسیر الطبری: سورۃ ھود آیت نمبر ۲۸ کے تحت، ج ۱۵ ص ۲۹۸

Marfat.com

قاعدہ نمبر (۱۵۴)

مَهْمَا أَمْكَنَ حَمْلُ أَلْفَاظِ الْقُرْآنِ عَلَى عَدَمِ التَّرَادُفِ فَهُوَ الْمَطْلُوبُ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

الفاظ قرآنیہ کوحتی المقدور عدمِ ترادف اور تغایر پر محمول کیا جائے گا۔

تطبیق مثال: أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ (البقرة:۱۵۷)

ترجمہ: ان لوگوں پر ان کے رب کی جانب سے خصوصی عنایتیں اور رحمت ہے۔

صلاۃ یہاں ''ثناء الله على عبده في الملاء الأعلى'' (اللہ کا ملاء اعلیٰ میں اپنے بندے کی تعریف کرنا) کے معنی میں ہے اور رحمت اپنے مشہور معنی میں ہے۔

مثال نمبر۱..... فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا ۝ (النساء)

ترجمہ: توتم اس کو کھاؤ مزے دار اور خوشگوار سمجھ کر۔

یہاں ''هَنِيئًا'' ''الْخَالِصُ مِنْ كُلِّ مُكَدِّرٍ'' کے معنی میں ہے اور ''مَّرِيئًا'' ''مَحْمُودُ الْعَاقِبَةِ'' کے معنی میں ہے۔

مثال نمبر۲..... قَالَ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ (يوسف: ۸۶)

ترجمہ: میں تو اپنے رنج وغم کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں۔

حزن کا معنی غم ہے اور ''بـــث'' اس سے زائد ایک معنی پر مشتمل ہے وہ یہ ہے کہ وہ غم جسے چھپایا جائے پھیلایا نہ جائے۔

---

(۱) البحر المحيط في أصول الفقه: مباحث الترادف، مسألة الترادف خلاف الأصل، ج۲ ص۳٦۰

Marfat.com

مثال نمبر ۳..... اِنَّهُمْ كَانُوْا فِیْ شَكٍّ مُّرِیْبٍ ﴿۵۴﴾ (السبا)

ترجمہ: کیونکہ یہ سب بڑے شک میں تھے جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا تھا۔

شک اور ریب کے مابین فرق یہ ہے کہ ریب میں شک سے زیادہ معنویت ہے بایں طور کہ ریب اس شک کو کہا جاتا ہے جس میں تہمت نہ ہو۔

مثال نمبر ۴..... فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ (آل عمران: ۱۴۶)

ترجمہ: سو نہ تو ہمت ہاری انہوں نے ان مصائب کی وجہ سے جو ان پر اللہ کی راہ میں واقع ہوئیں اور نہ ان کا زور گھٹا اور نہ وہ دبے۔

''وھن'' کہتے ہیں ''انکسار الجدّ بالخوف'' کو اور ''ضعف'' نام ہے نقصانِ قوت کا اور ''استکانت'' اظہارِ ضعف پر بولا جاتا ہے۔

مثال نمبر ۵..... وَمَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِیْ یَنْعِقُ بِمَا لَا یَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ (البقرۃ: ۱۷۱)

ترجمہ: اور جن لوگوں نے کفر کو اپنا لیا ہے ان (کو حق کی دعوت دینے) کی مثال کچھ ایسی ہے جیسے کوئی شخص ان (جانوروں) کو زور زور سے بلائے جو ہانک پکار کے سوا کچھ نہیں سنتے۔

ندا کہتے ہیں ''رفع الصوت بماله معنی''

دعا عام ہے رفعِ صوت اور خفضِ صوت دونوں کو کہتے ہیں۔

قاعدہ نمبر (۱۵۵)

مَهْمَا اَمْكَنَ حَمْلُ كَلَامِ الشَّارِعِ عَلَى التَّشْرِیْعِ لَمْ یُحْمَلْ عَلٰی مُجَرَّدِ

Marfat.com

سوم: وہ آیات جن کے احکام (مضامین) کی مشروعیت ان کے نزول کے بعد ہوئی ہے، یعنی نزول آیات کے کچھ مدت بعد یہ احکام مشروع قرار دیئے گئے۔

تطبیق امثلہ

پہلی قسم: جس میں نزولِ آیت کے ساتھ حکم کی مشروعیت ہوئی:

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (البقرۃ:۱۴۹)

ترجمہ: اپنا چہرہ (نماز میں) مسجد حرام (یعنی کعبہ) کی طرف کرو۔

اس آیت کے نزول کے ساتھ ہی بیت اللہ کو قبلہ قرار دیا گیا اس سے قبل بیت المقدس قبلہ تھا۔

دوسری قسم: جس میں نزولِ آیت کے بعد حکم کی مشروعیت ہوئی:

وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (المزمل:۲۰)

یہ سورۂ مزمل کی آیت کا جز ہے، سورۂ مزمل مکی سورت ہے، اور مکہ میں جہاد و قتال کا امر نازل نہیں ہوا تھا، مگر مذکورہ آیت میں مجاہدین فی سبیل اللہ کی تعریف کی گئی ہے، پس اس آیت میں مستقبل میں نازل ہونے والے حکم جہاد کی طرف اشارہ ہے۔

تیسری قسم: جس میں نزولِ آیت سے پہلے حکم کی مشروعیت ہوئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ (المائدۃ:۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم نماز کو اٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہنیوں سمیت اور اپنے سروں کا مسح کرو اور دھوؤ اپنے پیروں کو (بھی) ٹخنوں سمیت.... اور تمہیں پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے تیمّم کرو۔

یہ آیت حکمِ وضو پر مشتمل ہے جو مدینہ میں حکم تیمّم کے ساتھ نازل ہوئی، مگر اس سے قبل

Marfat.com

بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی نمازیں پڑھی تھیں وہ سب وضو کے ساتھ ہی پڑھی تھیں، پس وضو کا حکم پہلے سے موجود تھا آیت میں اسی حکم کو دہرایا گیا ہے۔

قاعدہ نمبر (۱۵۷)

نَفْيُ الْأَدْنىٰ أَبْلَغُ مِنْ نَفْيِ الْأَعْلىٰ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

ادنی کی نفی اعلی کی نفی سے زیادہ بلیغ ہوتی ہے۔

کیونکہ جب ادنی کی نفی ہوگی تو اعلی کی نفی خود بخود ہو جائے گی، لیکن اگر اعلی کی نفی کی جائے تو یہ ادنی کو شامل نہیں ہوتی۔

مثال نمبر ا..... لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ (السبا: ۳)

ترجمہ: اس سے پوشیدہ نہیں ہے ذرہ برابر (کوئی چیز) نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔

"مثقال ذرہ" کی پوشیدگی کی نفی اس سے بڑی ہر چیز کو شامل ہے۔

مثال نمبر ۲..... إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً (البقرۃ: ۲۶)

ترجمہ: بے شک اللہ اس بات سے نہیں شرماتا کہ وہ (کسی بات کو واضح کرنے کے لئے) کوئی بھی مثال دے، چاہے وہ مچھر (جیسی معمولی چیز) کی ہو۔

مثال نمبر ۳..... إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ۔ (النساء: ۴۰)

ترجمہ: اللہ تعالی ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

دونوں آیات میں تطبیق واضح ہے۔

مثال نمبر ۴..... قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلٰلَةٌ (الأعراف: ۶۱)

---

(۱) البرهان في علوم القرآن: تابع النوع السادس والأربعون، ج۳ ص۴۰۲

Marfat.com

قاعدہ نمبر (۱۵۹)

نَفْيُ التَّفْضِيْلِ لَا يَسْتَلْزِمُ نَفْيَ الْمُسَاوَاةِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

افضلیت کی نفی مساوات کی نفی کو مستلزم نہیں۔

یعنی کسی وصف کی نفی اسمِ تفضیل کے صیغہ سے کی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس وصف میں اس موصوف سے بڑھ کر کوئی دوسرا موصوف نہیں البتہ یہ ممکن ہے کہ اس کے مساوی کوئی موصوف ہو۔

مثال نمبر ا..... وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ (البقرۃ: ۱۴۰)

ترجمہ: اور ایسے شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو ایسی شہادت کا اخفا کرے جو اس کے پاس من جانب اللہ پہنچی ہو۔

اس میں ''کاتم شہادت'' کو اظلم (یعنی سب سے بڑا ظالم) بتلا دیا گیا، تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب اس سے بڑا کوئی دوسرا ظالم نہیں ہو سکتا، البتہ یہ ممکن ہے کہ اس کے مساوی درجہ کا ظالم کوئی ہو۔

اشباہ ونظائر

مثال نمبر ۲..... وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ (البقرۃ: ۱۱۴)

ترجمہ: اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے مسجدوں میں ان کا ذکر (عبادت) کئے جانے سے روکے۔

مثال نمبر ۳..... وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا (الکہف: ۵۷)

---

(۱) الإتقان في علوم القرآن: النوع التاسع والأربعون، ج۳ ص۹۸

Marfat.com

ترجمہ: اور اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جس کو اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جائے پھر وہ اسی سے روگردانی کرے۔

مثال نمبر ۴..... وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا (هود:۱۸)

ترجمہ: اور ایسے شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

کبھی کسی کو یہ وہم ہوسکتا ہے مذکورہ آیات میں متعدد مجرمین کو ''اَظْلَمُ'' کہا گیا، حالانکہ جب ایک آیت میں ایک شخص کو ''اَظْلَمُ'' کہہ دیا گیا تو دوسرا کوئی اظلم نہیں ہوسکتا، کیوں کہ اگر دوسرا بھی اظلم ہو تو پھر دونوں میں سے کسی ایک کو اظلم کہنا صحیح نہیں ہوگا۔

تو اس کے دو جواب دیئے جاتے ہیں:

پہلا جواب: تو یہ کہ افضلیت کی نفی مساوات کی نفی کو مستلزم نہیں ہوتی۔ لہٰذا جب ایک آیت میں یہ کہا گیا کہ اس سے بڑا ظالم نہیں ہوسکتا تو اس سے اشارہ ہوگیا کہ اس سے بڑا تو نہیں البتہ اس کے مساوی ہوسکتا ہے، دوسری آیات میں جن مجرمین کو اظلم کہا گیا ہے وہ سب ایک دوسرے کے مساوی ہوں گے۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ ان آیات میں مطلق ''اظلم'' کی نفی مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود ایک خاص نوع کے ''اظلم'' کی نفی کرنا ہے، یعنی کہ جب کسی مجرم کو کسی جرم کی بناء پر ''اظلم'' کہہ دیا جائے تو یہ مطلب نہیں ہوتا کہ دنیا کے تمام مجرمین اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں اور یہ سب سے بڑا مجرم اور ظالم ہے اس سے بڑا کوئی نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ خاص اس نوع کے جتنے مجرم ہیں ان میں یہ مجرم اعلیٰ یعنی اظلم ہے۔

اب آیات مذکورہ میں اس جواب کی تطبیق اس طرح ہوگی کہ آیت کریمہ ''وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَتَمَ'' میں ''کاتمین'' میں سے ''کاتمِ شہادت'' سے بڑا ظالم کوئی دوسرا کاتم نہیں ہوسکتا، اسی طرح مانعین میں مانعِ مسجد سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہوسکتا ہے، اور اسی طرح دوسری آیات کے اندر بھی۔

Marfat.com

قاعدہ نمبر (۱۶۲)

نَفْیُ الْعَامِّ اَحْسَنُ مِنْ نَفْیِ الْخَاصِّ وَ اِثْبَاتُ الْخَاصِّ اَحْسَنُ مِنْ اِثْبَاتِ الْعَامِّ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

عام کی نفی خاص کی نفی سے بہتر ہوتی ہے اور خاص کا اثبات عام کے اثبات سے بہتر ہوتا ہے۔

تشریح

اس کی وجہ یہ ہے کہ عام کی نفی خاص کی نفی سے بہتر ہوتی ہے مگر خاص کی نفی عام کی نفی پر دلالت نہیں کرتی، اسی طرح خاص کا ثبوت عام پر دلالت کرتا ہے مگر اس کے برعکس نہیں ہے۔

خاص کے اثبات کی مثال

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (الفتح:۲۹)

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رسالت کا اثبات کیا گیا ہے جو خاص ہے اور اس کے بالمقابل نبوت ہے، اور خاص کے اثبات سے عام کا اثبات لازم آتا ہے اس لئے رسالت کا اثبات نبوت کے اثبات کو مستلزم ہوا، البتہ اگر نبوت کا اثبات کیا گیا ہوتا تو اس سے رسالت کا اثبات لازم نہیں آتا کیونکہ عام کا اثبات خاص کو مستلزم نہیں ہوتا۔

عام کی نفی کی مثال

یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْـًٔا (الانفطار:۱۹)

---

(۱) الإتقان فی علوم القرآن: النوع السابع والخمسون، ج۳ ص۲۶۴/ البرهان فی علوم القرآن: تابع النوع السادس والأربعون، ج۳ ص۴۰۲

Marfat.com

ترجمہ: وہ ایسا دن ہے کہ کسی شخص کا کسی شخص کے نفع کے لئے بس نہ چلے گا۔

اس میں ''نفس'' عام ہے اور ہر ہر نفس سے ملک واختیار کی نفی کی جارہی ہے، پس عام کی نفی نفوسِ خاصہ کی نفی پر دلالت کر رہی ہے کہ قیامت کے دن کسی بڑے سے بڑے دنیوی حکمران کا بھی کوئی اختیار نہ ہوگا۔

امثلہ

وَ لَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا (الکهف)

ترجمہ: تمہارا پروردگار کسی پر کوئی ظلم نہیں کرے گا۔

اس آیت میں نکرہ تحت النفی عموم کے لئے ہے، اللہ تعالیٰ کسی ایک پر ظلم نہیں کرے گا تو خصوص کی نفی بھی ہوگئی۔

وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ (آل عمران:۱۳۳)

ترجمہ: اور جنت کے طرف جس کی وسعت ایسی ہے جیسے سب آسمان اور زمین۔

اس میں عرض خاص ہے اور طول عام ہے کیونکہ عرض کے لئے طول کا ہونا لازم ہے مگر اس کے برعکس نہیں ہے۔

قاعدہ نمبر (۱۶۳)

وَضْعُ الظَّاهِرِ مَوْضِعَ الْمُضْمَرِ وَ عَكْسُهُ اِنَّمَا یَكُوْنُ لِنُكْتَةٍ۔[1]

حاصل قاعدہ

کسی خاص نکتہ کی وجہ سے اسمِ ظاہر کی جگہ اسمِ ضمیر اور اسمِ ضمیر کی جگہ اسمِ ظاہر کا

(۱) الإتقان في علوم القرآن: النوع السادس والخمسون، ج۲ ص۲۴۵

Marfat.com

استعمال کیا جاتا ہے۔

مثال جزء اول: یعنی ضمیر کی جگہ اسم ظاہر ذکر کرنا:

۱..... وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۖ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۗ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۲۸۲﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ (کا تم پر احسان ہے کہ) تم کو تعلیم فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کے جاننے والا ہے۔

قاعدہ یہ ہے کہ جب ایک جگہ ایک اسم کو ذکر کر دیا گیا تو دوبارہ اس کا ذکر بصورتِ اسم نہیں بلکہ بشکل ضمیر کیا جاتا ہے، لہٰذا یہاں ضمیر کے ساتھ "وھو بکل شیئ علیم" ہونا چاہئے مگر ضمیر کی بجائے لفظ "اللّٰہ" کا تکرار تعظیم واستلذاذ کی غرض سے کیا گیا۔

۲..... أُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۚ أَلَآ إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿۱۹﴾ (المجادلۃ)

ترجمہ: یہ لوگ شیطان کے گروہ ہیں خوب سن لو کہ شیطان کا گروہ ضرور برباد ہونے والا ہے۔

۳..... مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا ۚ (الفاطر: ۱۰)

ترجمہ: جو شخص عزت حاصل کرنا چاہے تو تمام تر عزت خدا ہی کے لئے ہے۔

دوسری آیت میں لفظِ "شیطان" کا تکرار اُس کی قباحت اور خسارے کے بیان کے لئے ہے، اور تیسری آیت میں لفظِ "عزت" کا تکرار ہے۔

مثال جزء ثانی: یعنی اسم ظاہر کی جگہ ضمیر لانا:

۱..... مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ۔ (البقرۃ: ۹۷)

ترجمہ: اگر کوئی شخص اللہ کا، اس کے فرشتوں اور رسولوں کا دشمن ہے۔

۲..... إِنَّآ أَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴿۱﴾ (القدر)

ترجمہ: بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے۔

ان دونوں جگہ پر "ہ" ضمیر کی بجائے لفظِ "اللّٰہ" بشکل اسمِ ظاہر ہونا چاہئے تھا مگر اللہ کی عظمت و تعظیم پر دلالت کی غرض سے اسمِ ضمیر کا استعمال کیا گیا۔

Marfat.com

قاعدہ نمبر (۱۶۴)

يَحْصُلُ بِمَجْمُوْعِ الْمُتَرَادِفَيْنِ مَعْنىً لَا يُوْجَدُ عِنْدَ اِنْفِرَادِهِمَا۔ (۱)

حاصل قاعدہ

ایک ہی جملے میں دو مترادف لفظوں کو جمع کر دینے سے ایسا معنی وجود میں آتا ہے جو معنی ایک لفظ کو ذکر کرنے سے حاصل نہیں ہوتا۔

امثلہ

۱..... اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ (یوسف: ۸۶)

ترجمہ: انہوں نے (یعنی یعقوب علیہ السلام نے) فرمایا کہ میں تو اپنے رنج وغم کی فریاد صرف اللہ سے کرتا ہوں۔

۲..... فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا (آل عمران: ۱۴۶)

ترجمہ: انہوں نے ان مصائب کی وجہ سے جو ان پر اللہ کی راہ میں واقع ہوئیں نہ انہوں نے ہمت ہاری اور نہ کمزور پڑے۔

۳..... لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ۝ (طٰہ)

ترجمہ: نہ تم کو کسی کے تعاقب کا اندیشہ ہوگا اور نہ تم کو کسی قسم کا خوف ہوگا۔

قاعدہ نمبر (۱۶۵)

يُسْتَدَلُّ عَلَى اِفْتِرَاقِ مَعَانِي الْحُرُوْفِ بِاِفْتِرَاقِ الْاَجْوِبَةِ عَنْهَا۔ (۲)

---

(۱) الإتقان فی علوم القرآن: النوع الثامن والسبعون، ج۴ ص۲۲۹/ البرهان فی علوم القرآن: النوع السادس والأربعون، ج۲ ص۴۷۷

(۲) تفسیر الطبری: سورة البقرة آیت نمبر ۲۲۳ کے تحت، ج۴ ص۴۱۴

Marfat.com

حاصل قاعدہ

مختلف المعانی حروف میں معنی مرادی کی تعیین ان کے جوابات سے حاصل ہو جاتی ہے۔

تشریح

جن حروف کے متعدد معانی ہیں مگر وہ سب معانی قریب قریب اور بہت معمولی فرق کے حامل ہیں، جس سے کبھی کبھی تداخل اور توحد کا وہم ہونے لگتا ہے، ایسے مواقع پر جوابات سے معنی مقصود کی تعیین ہو جاتی ہے، مثلاً لفظ ''أنـــی'' یہ ''کیف، أیـــن'' اور ''متـــی'' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور یہ سب معانی ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور قریب ہیں، لہٰذا اب اس کے معنی مقصود کا تعین جواب پر موقوف ہوگا۔

فَأْتُوا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ز (البقرۃ:۲۲۳)

ترجمہ: لہٰذا اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو جاؤ۔

یہاں حرث (قرینہ) کی وجہ سے ''اَنّـــی'' کا ''کیف'' کے معنی میں ہونا متعین ہوگیا۔

قاعدہ نمبر (۱۶۶)

يُقَلَّلُ الْمُقَدَّرُ مَهْمَا أَمْكَنَ لِتَقِلَّ مُخَالَفَةُ الْأَصْلِ۔ (۱)

حاصل قاعدہ

جہاں تک ہو سکے کلام میں مقدرات کم ہونے چاہئیں تاکہ خلافِ اصل کا ارتکاب کم ہو۔

---

(۱) الإتقان فی علوم القرآن: النوع السادس والخمسون، ج۳ ص۲۰۰

Marfat.com

تشریح

چونکہ کلام میں اصل ذکر ہے نہ کہ حذف بلکہ حذف کا عمل بوجہ ضرورت اختیار کیا جاتا ہے۔لہٰذا'' والضرورۃ یقدر بقدر الضرورۃ'' کے تحت کم سے کم محذوف ماننا چاہیے۔

مثال.....وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُھُنَّ ثَلٰثَۃُ اَشْھُرٍ وَّ الّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ (الطلاق:۴)

ترجمہ: اور (تفصیل یہ کہ) تمہاری (مطلقہ) بیبیوں میں سے جو عورتیں (بوجہ زیادتِ سن کے) حیض آنے سے مایوس ہو چکی ہیں اگر تم کو (ان کی عدت کے یقین میں) شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے، اور اسی طرح جن عورتوں کو (اب تک بوجہ کم عمری کے) حیض نہیں آیا۔

بعض نے کہا'' لَمْ یَحِضْنَ '' کے بعد'' فَعِدَّتُھُنَّ ثَلٰثَۃُ اَشْھُرٍ '' مقدر ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ'' کذلك '' مقدر مانا جائے تا کہ اعجازِ قرآن (اختصار) بھی باقی رہے اور معنی بھی حاصل ہو جائے۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پانچ سو سنہری ارشادات

مولانا محمد نعمان
فاضل جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
استاذ جامعہ انوار العلوم مہران ٹاؤن کورنگی کراچی

ادارۃ المعارف کراچی ۱۴

Marfat.com

"قیاس، استحسان، استصحاب حال، مصالح مرسلہ، عرف و عادت،
سدِ ذرائع، قولِ صحابی، شرائع من قبلنا"
اُردو زبان میں پہلی مرتبہ تفصیلی مباحث کے ساتھ

فقہِ اسلامی کے ذیلی مآخذ

مولانا محمد نعمان صاحب

ادارۃ المعارف کراچی ۱۴

Marfat.com

سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم کے
ایمان افروز واقعات

قرآنی لطائف و رموز، مستند احادیث، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علم و عمل، شجاعت و تقویٰ اور خوفِ الٰہی کے فکر انگیز واقعات

فہم و فراست، جود و سخا، عفو و حلم، ہمدردی و غمگساری اور علم و عمل پر ابھارنے والی حکایات و نصائح

اہلِ علم کے اقوالِ زریں، مختلف موضوعات پر عمدہ اشعار، علم و ادب کے حکیمانہ شہ پارے

مکمل حوالہ جات سے مزین

مولانا محمد نعمان صاحب

ادارۃ المعارف کراچی

Marfat.com

جدید اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن

قواعد التفسیر

فہم تفسیر کے متعلق ہزاروں اوراق کے مطالعہ کے بعد
۱۶۶ اہم قواعد پر مشتمل اہل علم کیلئے نایاب تحفہ

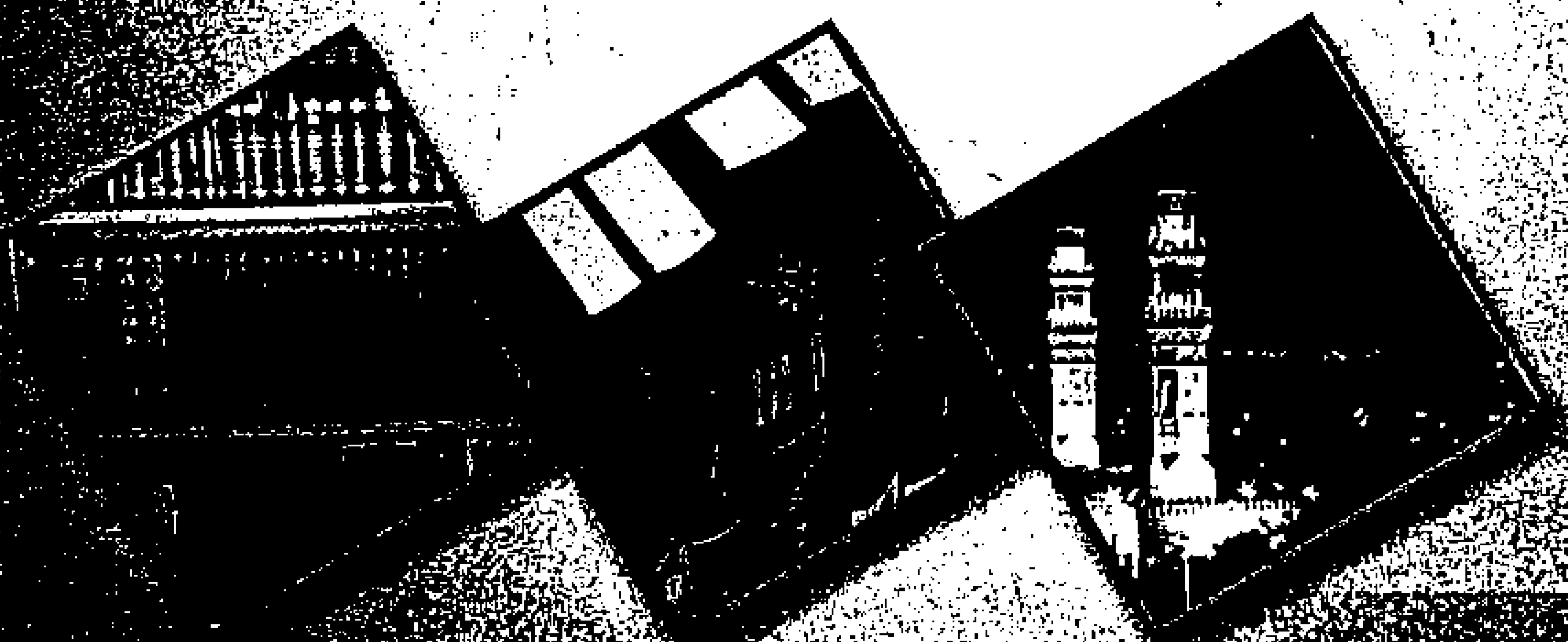

تالیف مولانا محمد نعمان

فاضل جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ یوسف بنوری ٹاؤن کراچی
استاد جامعہ انوار العلوم، مہران ٹاؤن، کورنگی کراچی

Marfat.com